رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اقدس پر قرآن و حدیث کی روشنی میں مدلل تحریر

قرآن و حدیث کیا کہتے ہیں

فی

شانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم



مؤلف

مولانا عبد المصطفیٰ محمد مجاهد العطاری القادری

شاہ جمال جھلار شریف



ناشر

اکبر بک سیلرز لاہور

ڈاکٹر فیض احمد چشتی
0333 ...9270

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اقدس پر قرآن و حدیث کی روشنی میں مدلل تحریر

قرآن و حدیث کیا کہتے ہیں

فی

شانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مؤلف
مولانا عبد المصطفیٰ محمد مجاھد العطاری القادری
شاہ جمال جھلار شریف

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور Ph: 37352022

نام کتاب	....	قرآن وحدیث کیا کہتے ہیں؟ فی شانِ مصطفیٰ ﷺ
موضوع	....	عظمت شانِ مصطفیٰ ﷺ
مؤلف	....	مولانا عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد عطاری قادری
تعاون	....	محمد مطلوب عطاری
صفحات	....	464
تعداد	....	600
کمپوزنگ	....	عبدالسلام، قمرالزمان
اشاعت	....	اکتوبر 2011ء
ناشر	....	اکبر بک سیلرز، لاہور
قیمت	....	-/300 روپے

ملنے کے پتے

☆ اکبر بک سیلرز زبیدہ سنٹر 40 اُردو بازار، لاہور

☆ مکتبہ فیضانِ سنت اندرون بوہڑ گیٹ، ملتان

شرف انتساب

میں اپنی اس ادنیٰ کاوش کو اپنے والدین، بھائیوں، اساتذہ کرام، پیر ومرشد وتمام اُمتِ مسلمہ کی طرف منسوب کرتا ہوں۔ میرے والدین کی شفقت ودعا واساتذہ کرام کی محنت وپیر ومرشد کی نظر کرم نے میری دنیا بدل دی اور مجھے گستاخانِ رسول کی گمراہیوں کی دلدل میں غرق ہونے سے بچا کر ایمان کی لازوال دولت عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ان مقدس ہستیوں کا سایہ میرے سر پر تادائم وقائم رکھے اور ہم تمام کی مغفرت فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین

دعا گو!

مولانا عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد العطاری القادری

شاہ جمال جھلار شریف

1- شعبان المعظم 1431ھ، 14 جولائی 2010

بروز بدھ

تقریظ

شیخ الفقہ استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی غلام مصطفیٰ رضوی صاحب
جامعہ انوار العلوم ملتان

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ! مولانا محمد مجاہد عطاری، ملتان کی ممتاز دینی درسگاہ جامعہ انوار العلوم کے فاضل ہیں۔ انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وشان سے متعلق قرآن وحدیث کی روشنی میں ایک کتاب مرتب کی ہے جو دینی کتب میں قابلِ قدر اضافہ ہے۔ حضور علیہ السلام کی بارگاہ بے کس پناہ میں جس انداز سے بھی خراجِ عقیدت پیش کیا جائے وہ قابلِ تحسین ہے۔

فدوی مولانا کی اس کاوش کو بالاستیعاب تو نہیں دیکھ سکا چیدہ چیدہ مقامات میری نظر سے گزرے ہیں۔ اگرچہ یہ کتاب چند صفحات پر مشتمل ہے لیکن بھرپور علمی مواد سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ خصوصاً وہ علماء وطلباء جنہیں فنِ خطابت وتقریر سے شغف ہے، ان کے لیے مولانا محمد مجاہد عطاری صاحب کی یہ تصنیف شدہ کتاب زیادہ مفید ثابت ہوسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں دعا ہے کہ عزیز فاضل کی مساعی جمیلہ قبول فرمائے اور اہلِ اسلام عوام وخواص کے لیے مشعلِ راہ ہدایت بنائے۔ آمین

دعا گو
مفتی غلام مصطفیٰ رضوی
جامعہ انوار العلوم، ملتان
۱۹ / جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ

فہرست

عنوان — صفحہ

عنوان — صفحہ

جلد دوم

قرآن وحدیث کیا کہتے ہیں؟
فی شانِ مصطفیٰ ﷺ

وجہ تالیف

عصر حاضر میں اس بات پر بہت پریشان تھا کہ قرآن وحدیث کیا کہتے ہیں۔ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں، قرآن وحدیث سچ کہتے ہیں یا گستاخانِ رسول سچ کہتے ہیں۔ قرآن وحدیث کچھ اور کہہ رہے ہوتے ہیں جبکہ گستاخانِ رسول کچھ اور کہہ رہے ہوتے ہیں۔ آخر ایسا کیوں کر رہے ہیں۔ میں اس کھوج میں نکلا کہ قرآن وحدیث سچے ہیں یا گستاخانِ رسول سچے ہیں لیکن جب گہرائیوں میں اترا تو معلوم ہوا کہ قرآن وحدیث سچے ہیں جبکہ گستاخانِ رسول جھوٹے ہیں۔ پھر ان کے جھوٹے ہونے کی وجہ تلاش کی کہ آخر کیوں جھوٹے ہیں اور قرآن وحدیث کی کیوں مخالفت کر رہے ہیں۔ ان کے اندر ایسی کون سی وجہ ہے کہ جو ان کو مخالفت پر ابھار رہی ہے۔ آخر کار میں اس سٹیج پر پہنچا کہ ان کے اندر صرف ایک وجہ ہے کہ وہ بغض رکھتے ہیں کہ قرآن وحدیث نے ہماری حمایت کیوں نہ کی۔ پھر انہوں نے یہ سوچا کہ حمایت تو تم نے نہ کی لہٰذا ہم تمہارے معنوں میں تاویلات کر کے مطلب کچھ اور نکال دیں گے اور لوگ تمہاری اطاعت کو چھوڑ کر ہماری اطاعت کو شروع ہو جائیں گے۔ اس وجہ سے میرا دل کڑھتا تھا کہ میں اس پُرفتن دور کے اندر مسلمانوں کی کیسے رہنمائی کروں جبکہ جھوٹے فرقوں کا دور ہے اور وہ مسلمانوں کو بھٹکا کر قرآن وحدیث سے دور کر رہے ہیں اور خود کو سچا ثابت کر رہے ہیں۔ آخر کار ہمت باندھ کر میں نے اس کتاب کو جو کہ قرآن وحدیث اپنے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کیا کہتے ہیں سے موسوم ہے

اسکو تحریر کیا تا کہ مسلمانوں کو درست رہنمائی دے کر آخرت کا اجر پاؤں اور اللہ تعالیٰ اوراس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل کروں۔

میری یہ کتاب

☆ان دلوں کے نام جو محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں دھڑکتے ہیں۔

☆ان مقدس زبانوں کے نام جو رب العزت کی تسبیح و تحلیل اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے میں مصروف رہتی ہیں۔

مسلمانو!

☆صحیح عقیدہ اوراس کی حفاظت ضروری ہے۔

☆صحت عقیدہ ہی سے صحت عمل کا خمیر اٹھتا ہے۔

☆بدعقیدگی ایسا مرض ہے جو انسان کو قبل از موت ہی مار دیتا ہے۔

☆بدعقیدگی ایسا حدث ہے جو وضو کیا کئی بار غسل سے بھی دور نہیں ہوتا۔

مولانا عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد عطاری
شاہ جمال جھلار شریف

حمد باری تعالیٰ

تیرے نام پر اے میرے خدا
میرا دل فدا میری جان فدا
میری روح کی ہے یہی دوا
تیرا نام لب پہ رہے اے خدا
تجھے بے نیازی کا واسطہ
ہو قبول میری یہ التجاء
کبریائے حضرتِ مصطفیٰ ﷺ
ہو معاف میری ہر اِک خطا
جو حساب روزِ حساب ہو
میرے دائیں ہاتھ کتاب ہو
میرے لب پہ نعتِ جناب ﷺ ہو
نہ سوال ہو نہ جواب ہو
یہ دعا کرو اے میرے دوستو
کہ عطا ہو ذوق یہ نظم کو
کبھی حمد جو کبھی نعت ہو
یہ دعا کرو یہ سدا کرو

نعت شریف

ہیں امیدیں کہ سرکار ﷺ بلائیں گے
حاضری کے لئے حاضر ہو جائیں گے
میں گناہ گار سہی بدکار سہی
میرے عیبوں کو چھپائیں گے
جسکی رحمت سے بنے ہیں دونوں جہاں
رحمتِ آغوش میں بلائیں گے
نہ ہو مایوس دیوانو تم
سرکار ﷺ نظر کرم فرمائیں گے
کیوں تو مایوس ہے مجاہد عطار
اپنے قدموں میں جلد بلائیں گے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین والصلٰوۃ والسلام علٰی سید الانبیاء
والمرسلین وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ اجمعین اما بعد!

فاعوذ با اللہ من الشیطٰن الرجیم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کے محبوب دانائے غیوب منزہ عن العیوب عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ’’جو مجھ پر ایک بار درود بھیجے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمت نازل فرمائے گا۔‘‘

(مسلم ج،1 صفحہ 175 رقم الحدیث 408)

سب سے پہلے ایمان کیا ہے اور کن پر ایمان رکھنا ضروری ہے اس کی بحث ذکر ہوگی اور اسی ایمان کے تحت جو اصل مقصود ہے اس پر بحث ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۝ (الانفال:۲۷)

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

ایمان امن سے ماخوذ ہے اور امن کا معنی ہے نفس کا مطمئن ہونا اور خوف کا زائل ہونا، امن، امانت اور امان اصل میں مصادر ہیں، امان انسان کی حالت امن کو کہتے ہیں، انسان کے پاس جو چیز حفاظت کے لئے رکھی جائے اسکو امانت کہتے ہیں۔

ایمان کیساتھ کن لوگوں کو متصف کیا جاتا ہے:

ایمان کیساتھ ہر اس شخص کو متصف کیا جاسکتا ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی

شریعت میں داخل ہو درآں حالیکہ وہ اللہ تعالیٰ کا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کرتا ہو اور کبھی ایمان کا استعمال بر سبیل مدح کیا جاتا ہے اور اس سے مراد ذہن کا بہ طور پر تصدیق کو ماننا اور قبول کرنا ہے اور اس کا تعلق دل کے ماننے، زبان سے اقرار کرنے اور اعضا کے عمل کرنے سے ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے ایمان کا اطلاق قرآن مجید کی اس آیت میں ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝ (الحدید: ۱۹)

''اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر کامل ایمان لائے وہی اپنے رب کی بارگاہ میں صدیق اور شہید ہیں ان کے لئے ان کا اجر اور نور ہے'' اور جنہوں نے کفر کیا ہماری آیتیں جھٹلائیں وہ دوزخی ہیں۔

تصدیق بالقلب، اقرار باللسان اور عمل بالارکان میں سے ہر ایک کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

ایمان کی تعریف میں جو تصدیق بالقلب معتبر ہے اس سے مراد علم، معرفت اور جاننا نہیں ہے بلکہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کو تسلیم کرنا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ کی تصدیق کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخبر صادق ماننا ہے کیونکہ بعض کفار بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو جانتے تھے لیکن وہ مومن نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۭ

(البقرہ:۱۴۶)

ترجمہ: ''جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس نبی کو ایسے پہچانتے

ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔'' نیز اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حکایت کی ہے، انہوں نے فرعون سے فرمایا:

قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ ۚ وَاِنِّىْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ۝ (بنی اسرائیل: ۱۰۲)

ترجمہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ''یقیناً تو جانتا ہے کہ ان (چمکتی ہوئی نشانیوں) کو آسمانوں اور زمینوں کے رب نے ہی اتارا ہے جو آنکھیں کھولنے والی ہیں، اور اے فرعون! میں یہ گمان کرتا ہوں کہ تو ہلاک ہونے والا ہے ۝''

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا کفار اور فرعون کو علم تھا، اس کے باوجود وہ کافر تھے اور مومن نہیں تھے نیز اس سے واضح ہوا کہ ایمان کے تحقق کے لئے صرف جاننا کافی نہیں ہے ماننا ضروری ہے یعنی اپنے قصد اور اعتبار سے مخبر کی طرف صدق کو منسوب کرے اور اسے اس کی دی ہوئی خبروں میں صادق قرار دے۔ (عمدۃ القاری ج۱، ص۱۰۵)

اشرف علی تھانوی کہتے ہیں:

ایمان سچا سمجھنے کو کہتے ہیں، عمل کرنا دوسری بات ہے، پس جتنی کتابیں اللہ تعالیٰ نے پہلے انبیاء علیہ السلام پر نازل کی ہیں سب کو سچا سمجھنا فرض اور شرطِ ایمان ہے۔ (بیان القرآن، ص۳)

اسلام اور ایمان متغایر ہیں یا متحد

علامہ بدرالدین لکھتے ہیں:

ایک بحث یہ ہے کہ آیا اسلام اور ایمان متغایر ہیں یا متحد ہیں، پس ہم کہتے ہیں کہ لغت میں اسلام کا معنی ہے: انقیاد (اطاعت) اور اذعان (ماننا اور تسلیم کرنا) اور

اسلام کا شرعی معنیٰ ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مان کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا، کلمہ شہادت پڑھنا، واجبات پر عمل کرنا اور ممنوعات کو ترک کرنا کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی علیہ السلام سے اسلام کے متعلق دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اسلام یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، نماز قائم کرو، زکوٰۃ مفروضہ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو۔ اور اسلام کا اطلاق دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی کیا جاتا ہے۔ جیسے کہتے ہیں: دین یہودیت، دین نصرانیت۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ (آل عمران: ۱۹)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین اسلام ہے۔“

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ذاق طعم الاسلام من رضی باللہ رباً وبالاسلام دیناً

ترجمہ: ”جس شخص نے اللہ کو رب مان لیا اور اسلام کو دین مان لیا، اس نے اسلام کا ذائقہ چکھ لیا۔“

پھر اس میں علماء کا اختلاف ہے، محققین کا مذہب یہ ہے کہ ایمان اور اسلام متغائر ہیں اور یہی درست ہے اور بعض محدثین متکلمین اور جمہور معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ ایمان اور اسلام شرعاً مترادف ہیں، علامہ خطابی نے کہا: ایمان اور اسلام مطلقاً متحد یا متغائر نہیں ہیں کیونکہ مسلم بعض اوقات مسلم ہوتا ہے اور بعض اوقات مسلم نہیں ہوتا، (یعنی بعض اوقات اسلام کے احکام کی پیروی کرتا ہے اور بعض اوقات نہیں کرتا) اور مومن ہر وقت مومن ہوتا ہے لہٰذا ہر مسلم مومن ہوتا ہے اور ہر مومن مسلم نہیں ہوتا۔ ایمان کی اصل تصدیق ہے اور اسلام کی اصل استسلام اور انقیاد (اطاعت) ہے۔

بسا اوقات انسان ظاہر میں اطاعت گزار ہوتا ہے اور باطن میں اطاعت گزار نہیں ہوتا اور کبھی باطن میں صادق ہوتا ہے اور ظاہر میں اطاعت گزار نہیں ہوتا۔ میں کہتا ہوں کہ اس کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام اور ایمان میں عموم، خصوص مطلق کی نسبت ہے جیسا کہ بعض فضلاء نے اس کی تصریح کی ہے اور تحقیق یہ ہے کہ ان میں عموم، خصوص من وجہ کی نسبت ہے کیونکہ کبھی ایمان بغیر اسلام کے ہوتا ہے مثلاً کوئی شخص کسی پہاڑ کی چوٹی پر اپنی عقل سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرے اور کسی نبی کی دعوت پہنچنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے وجود، اس کی وحدت اور اس کی تمام صفات کی تصدیق کرے، اسی طرح کوئی شخص تمام ضروریاتِ دین پر ایمان لے آئے اور اقرار و عمل کرنے سے پہلے مر جائے تو یہ مومن ہے اور مسلم نہیں ہے کیونکہ اس نے باطنی اور ظاہری اطاعت نہیں کی ہے اور منافقین ظاہری اطاعت کرنے والے تھے اور باطنی اطاعت نہیں کرتے تھے تو وہ مسلم تھے مومن نہیں تھے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان، تابعین اور بعد کے مسلمان مومن بھی ہیں اور مسلم بھی ہیں لہٰذا ایمان اور اسلام مفہوماً متغائر ہیں اور مصداقاً متحد ہیں۔

قرآن مجید کے اندر ہے:

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا

(الحجرات: ۱۴)

ترجمہ: ”دیہاتیوں نے کہا: ہم ایمان لائے، آپ فرمائیں تم ایمان نہیں لائے ہاں! یہ کہو کہ ہم اسلام لائے (مطیع ہوئے ہیں)“

یعنی تم ظاہری اطاعت کر رہے ہو باطنی اطاعت نہیں کر رہے جیسے کہ کوئی شخص بغیر تصدیق کے کلمہ پڑھ لے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ (الانفال ۲۴)

ترجمہ:''اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہو جاؤ۔''

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْہُ وَ اَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ○ (الانفال:۲۰)

ترجمہ:''حکم مانو اللہ اور اس کے رسول کا اور وہ سن سنا کر اس سے پھر نہ جاؤ۔''

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَا یُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ (توبہ: ۲۹)

ترجمہ:''اور اس چیز کو حرام نہیں مانتے جس چیز کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے۔''

اے مسلمان بھائیو! آپ نے مذکورہ بالا قرآن پاک کی آیتیں پڑھیں۔ اب آپ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دل میں جما کر خود انصاف کریں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے کہیں اپنے آپ سے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو جدا کیا ہے؟ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرا حکم مانو اور میرے رسول کا حکم مانو اور ان میں ایمان کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے یعنی اگر تم مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان رکھتے ہو تو تم پر واجب ہے کہ تم میری اطاعت کیساتھ میرے حبیب کی بھی اطاعت کرو ورنہ تمہیں میری اطاعت کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ ط وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ (پ۲، ۱۲۶)

ترجمہ:''اے محبوب فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ تو اللہ تم سے محبت فرمائے گا اور تمہارے گناہ بخش

دے گا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔''

اس آیت کے تحت تفسیر روح البیان میں نقل فرماتے ہیں کہ جب تاجدارِ مدینہ انبیاء حبیب کبریا علیہ السلام نے کعب بن اشرف اور اس کے ساتھیوں کو دعوت اسلام دی تو انہوں نے جواب میں یہ کہا:

نَحْنُ اَبْنَآءُ اللّٰہِ وَاَحِبَّآءُ ہٗ

ترجمہ: ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔

چنانچہ جب کعب بن اشرف اور اس کے ساتھیوں نے یہ کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں تو اس وقت رب کائنات نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے فرما دیا کہ اے محبوب! آپ ان لوگوں سے فرما دیجئے کہ جو آپ کے وسیلہ جلیلہ کے بغیر اللہ تعالیٰ کا پیارا سمجھتے ہیں، جو لوگ آپ کی اطاعت وفرمانبرداری کیے بغیر بارگاہِ خداوندی میں پہنچنا چاہتے ہیں ان کو خبردار کر دو کہ اے لوگو اگر تم خدائے بزرگ وبرتر کے محبوب بننا چاہتے ہو، اگر تم بارگاہِ خداوندی میں قرب حاصل کرنا چاہتے ہو تو پھر میرے مطیع وفرمانبردار ہو جاؤ، پھر جب تم میرے تابع فرمان ہو جاؤ گے تو اللہ تعالیٰ تم سے پیار فرمائے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا، تمہیں جنت عطا فرمائے گا، تم دونوں جہانوں میں فلاحِ عظیم پانے والے ہو جاؤ گے، تمہاری دنیا وآخرت بہتر ہو جائے گی۔

مسلمانو! غور کرو کہ کیا اللہ تعالیٰ نے کہیں اپنے آپ کو اپنے محبوب سے جدا کیا ہے؟ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرا حکم مانو اور میرے رسول کا حکم مانو، میرا بلاوا اور میرے محبوب کا بلاوا ایک ہی ہے۔ میرا کسی کو حرام کرنا گویا کہ میرے محبوب کا حرام کرنا ہے، مجھے تکلیف دینا اور میرے رسول کو تکلیف دینا ایک ہی ہے، جو میرے سے دور ہو گیا وہ میرے نبی سے بھی دور ہو گیا، جو میرا نہیں وہ میرے محبوب کا نہیں، میرا غنی کرنا

میرے محبوب کا غنی کرنا ایک ہی ہے، میری اطاعت اور میرے رسول کی اطاعت ایک ہی ہے۔ اب اللہ ہی سے پوچھو کہ تو نے اپنے محبوب کو اپنے ساتھ کیوں ملا لیا ہے ہم سے کیوں الجھتے ہو؟

ایمان اور محبت کا تقاضہ

حدثنا ابوالیمان قال ثنا شعیب قال ثنا ابوالزنا دعن الاعرج عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال والذی نفسی بیده لا یومن احدکم حتیٰ اکون احب الیه من والده وولده

(باب حب الرسول صلی الله علیه وسلم من الایمان، بخاری ۱۲)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کے والد اور اس کی اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔

ایک اور حدیث کے اندر نقل کیا گیا:

"عن انس عن النبی صلی الله علیه وسلم لا یؤمن احدکم حتّٰی اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین۔"

(مشکوٰۃ المصابیح)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص کامل مومن نہیں جب تک کہ میں اسے اس کی اولاد، والد اور سب لوگوں سے محبوب نہ ہوں۔

اصل مقصود:

"الرسول" پر الف لام عہد کے لئے ہے اور معہود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں،

الف لام جنسی اور استغراقی نہیں لہٰذا اس سے جنس مراد نہیں اور نہ ہی سب رسول مراد ہیں، اس پر قرینہ یہ ہے کہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (حتیٰ اکون احب الیہ الخ) یعنی میں اسے سب سے زیادہ محبوب ہوں، اگرچہ تمام رسولوں سے محبت واجب ہے۔ "احب" اسم تفضیل بمعنی مفعول ہے۔ یہ خلاف قیاس ہے کیونکہ اسم تفضیل ہمیشہ بمعنی فاعل آتا ہے۔ سوال ہوتا ہے اور اس حدیث میں نفس کو ذکر کیوں نہیں کیا حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جانوں سے بھی زیادہ محبوب ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ" اس کا جواب یہ ہے کہ ولد اور والد کو ذکر کرنے کی خصوصیت یہ ہے کہ غالباً یہ دونوں انسان کو سب سے زیادہ محبوب ہوتے ہیں اور بسا اوقات اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب ہوتے ہیں اور ولد اور والد کو بطور مثال ذکر کیا ہے، والد میں مائیں اور باپ اور ولد میں ساری اولاد عورتیں مرد سب داخل ہیں اور عزیز نہیں وبطریق اولیٰ داخل ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہی ایمان ہے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت یہ ہے کہ افعال میں آپ علیہ السلام کی پیروی کرے اور مخالفت نہ کرے یہ واجباتِ اسلام سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ

ترجمہ: ان سے کہہ دیں اگر تمہارے باپ، بیٹے، بھائی، بیویاں، قبیلے اور مال جو تم نے کمائے ہیں، تجارت جس میں خسارے کا خوف کرتے ہو اور مکانات جن سے خوش اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں جہاد سے تمہیں

زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب آجائے۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سب سے مقدم ہے۔

قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع کرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت سے مدافعت کی کرے اور اپنا مال ودولت اور اپنی جان آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کردے۔ اسی طرح ایمان کی حقیقت مکمل ہوتی ہے اور جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قدرومنزلت کو سب سے بلند نہ جانے اور آپ کی قدر ماں، باپ، اولاد اور ہر محسن ومہربان سے زیادہ نہ جانے ایمان نصیب نہیں ہوتا۔ جس کسی کا اعتقاد نہیں وہ مومن بھی نہیں۔ اس مقام میں یہ بھی معلوم ہونا ضروری ہے کہ یہاں محبت سے مراد ایمانی محبت ہے۔

محبوب کے لئے اتباع ہے۔ طبعی مراد نہیں اسی لیے ابوطالب کو مومن نہیں کہا جاتا حالانکہ اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت تھی مگر وہ محبت محض عصبیت تک محدود تھی اور طبعی محبت تھی جسکا ایمان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ محبت کسی شے کی طرف میلان ہے جو محبّ کے موافق ہو۔ یہ میلان کبھی حواس کے استلذاد سے ہوتا ہے جیسے خوبصورت شکل سے محبت ہوتی ہے، کبھی عقل کے استلذاد سے میلان ہوتا ہے جیسے کسی کے فضل وبزرگی اور ایمان وکمال سے محبت ہوتی ہے۔

اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت سب سے زیادہ ہونا ضروری ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر رضا یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبتوں سے محبت کرے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد، مدینہ منورہ بلکہ جس چیز کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت ہو اس سے محبت کرے لہٰذا محبت ہی نہیں کہ محبوب کے اندر عیب نکالے جائیں بلکہ محبت تو یہ ہے کہ اپنے محبوب کی شان کو بلند کریں، اس کی ہر چیز کیساتھ محبت

کریں۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے۔ جو شخص صحابہ کرام علیہم الرضوان کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور خود کو عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مستغرق ہونے کی دلیلیں دیتے ہیں جو کہ دلیلیں من گھڑت اور لوگوں کو دکھانے کے لیے ہیں کہ اگر ہم نے کوئی ایسی بات کہہ دی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہو تو لوگ ہمیں جینے نہیں دیں گے۔ یہی حال باطل فرقوں کا ہے کہ چھپ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے اندر گستاخیاں کرتے ہیں اور بعض تو ایسے بھی ہیں جو کہ علی الاعلان گستاخیاں کرتے ہیں اور گستاخی کرنے میں انہیں شرم بھی محسوس نہیں ہوتی۔ افسوس ہے ایسے لوگوں پر جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن کرتے اس کا الٹ ہیں۔ مجھے ایک شخص ملا، ملتان کے اندر، جس کا میں نام لینا پسند نہیں کرتا، کہتا ہے کہ تم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا درجہ بڑھا دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ملا دیتے ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا درجہ بڑھاتے ہو کہ والدین سے بھی اوپر لے جاتے ہو، مجھے اس کے نسب کا پتہ لگ گیا کہ اس کا نسب مولانا اسماعیل مودودی اور مولانا اشرف علی تھانوی سے جا ملتا ہے کیونکہ وہ بھی اسی طرح کرتے تھے کہ یہ سنی کسی طرح بھی محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ دیں۔ جب بھی کوئی سنی ذکر محفل میلاد کرواتا ہے تو ان کی ستر پشتوں کو آگ لگ جاتی ہے کہ یہ سنی کیا کر رہے ہیں، یہ بدعت ہے اس طرح نہیں کرنا چاہیے بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کا نام بلند ہونا چاہیے، رسول تو بشر ہیں وہ ہماری طرح کھاتے، پیتے، اٹھتے اور بیٹھتے ہیں حالانکہ یہ کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ فرشتے نوری مخلوق ہیں اور حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی کبھی کبھار بشریت والی صورت میں تشریف لاتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم کلام ہوتے تھے جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ والی حدیث ہے۔
روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب سے، فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم نبی صلی اللہ

علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک صاحب ہمارے سامنے نمودار ہوئے جن کے کپڑے بہت سفید اور بال خوب کالے تھے، ان پر آثارِ سفر ظاہر نہ تھے اور ہم میں سے کوئی بھی انہیں نہیں پہچانتا تھا، یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے اور اپنے گھٹنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنوں شریف سے مس کر دیئے اور اپنے ہاتھ اپنے زانو پر رکھے اور عرض کیا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اسلام کے متعلق بتائیے۔ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ تم گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرو، زکوۃ دو، رمضان کے روزے رکھو، کعبہ کا حج کرو، اگر وہاں تک پہنچ سکتے ہو۔ عرض کیا، سچ فرمایا۔ ہم کو ان پر تعجب ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے بھی ہیں اور تصدیق بھی کرتے ہیں۔ عرض کیا، مجھے ایمان کے بارے میں بتائیے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ اور اس کے فرشتوں، کتابوں، اس کے رسولوں اور آخری دن کو مانو۔ عرض کیا، آپ سچے ہیں۔ عرض کیا، مجھے احسان کے متعلق بتائیے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسے کرو کہ گویا اسے دیکھ رہے ہو، اگر یہ نہ ہو سکے تو خیال کرو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ عرض کیا کہ قیامت کی خبر دیجئے۔ تو فرمایا کہ جس سے پوچھ رہے ہو وہ قیامت کے بارے میں سائل سے زیادہ خبردار نہیں۔ عرض کیا، قیامت کی کچھ نشانیاں تو بتا دیجئے۔ فرمایا کہ لونڈی اپنے مالک کو جنے گی اور ننگے پاؤں ننگے بدن والے فقیروں، بکریوں کے چرواہوں کو محلوں میں فخر کرتے دیکھو گے۔ راوی فرماتے ہیں کہ پھر سائل چلے گئے، میں کچھ دیر ٹھہرا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: جانتے ہو اے عمر یہ سائل کون ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: یہ جبرائیل تھے، تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے (مسلم) اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تھوڑے اختلاف سے روایت کی ہے۔ ان کی روایت میں ہے

کہ جب تم ننگے پاؤں ننگے بدن والوں، بہرے، گونگوں کو زمین کا بادشاہ دیکھو، قیامت ان پانچ میں سے ہیں جنہیں خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا، پھر یہ آیت تلاوت کی ہے کہ قیامت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے وہ مینہ برساتا ہے (مسلم و بخاری)۔

اس حدیث کے اندر دیکھئے حضرت جبرائیل علیہ السلام بشری حالت کے اندر آئے تو وہ نوری حالت کے اندر کیوں نہیں آئے حالانکہ وہ نوری ہیں۔ تو یہاں سے ان لوگوں کی فطرت معلوم ہوگئی کہ یہ لوگ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو تو نوری کہتے ہیں جو کہ حضور علیہ السلام کے در کے بھکاری وغلام ہیں، کبھی وحی لے کر تشریف لا رہے ہیں تو کبھی خود جس کی طرف وحی کی جاتی ہے اس کو لے کر جا رہے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نور کہنے میں ان کو موت آتی ہے۔

تو مسلمانو! معلوم ہو گیا کہ یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں کرتے بلکہ بغض کرتے ہیں کہ یہ شان ان کو کیوں ملی ہے۔ جیسا کہ کفار نے کہا تھا کہ یہ تو بشر ہیں جب بشر ہیں تو یہ کیسے رسول ہوئے اور ان کو رسالت کیسے ملی؟ ہمیں ملتی، ہم بھی بشر ہیں۔ تو ان لوگوں نے اپنے آباؤ اجداد کی فطرت کو نہیں چھوڑا، ان کو مضبوطی سے پکڑا ہوا ہے اگر یہ ہم سے چھوٹ گئی تو ہم شیطان کے چیلے کیسے کہلوائیں گے پھر تو ہم اپنے آباؤ اجداد کی مخالفت کرنے والے ہو جائیں گے کہ انہوں نے رسول کی مخالفت کی ہم بھی مخالفت کریں تا کہ ہم اپنے آباؤ اجداد کے نقش قدم پر چل پڑیں اور ہمارے آباؤ اجداد بھی ہم سے راضی ہو جائیں کہ بیٹا خوب اچھا کیا ہے ہماری پیروی کر کے کہ تم بھی ہمارے ساتھ رہو اور ہم سب مل کر آخرت کو برباد کریں۔

اعلیٰ حضرت نے کیا خوب کہا ہے:

تجھ سے اور جنت سے کیا مطلب وہابی دور ہو
ہم رسول اللہ ﷺ کے جنت رسول اللہ ﷺ کی

نورانیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝ (المائدہ: ۱۵)

ترجمہ: ''بتحقیق آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب''

نور سے مراد

نور سے مراد نور عظیم، نور الانوار اور نبی مختار صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ تفسیر جلالین میں فرمایا گیا:

قد جاء کم من اللہ نور، ھو نور النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اور تفسیر صاوی حاشیہ جلالین میں فرمایا:

ای وسمی نوراً لانہ ینور البصائر ویھدیھا الرشاد ولانہ اصل کل نور حسی ومعنوی (جلد اول صفحہ ۲۳۹)

قول باری تعالیٰ میں نور سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نور اس لیے کہا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بصائر کو اور قلوب کی آنکھوں کو منور فرماتے ہیں اور ان کو رشد وہدایت عطا فرماتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نور اس لیے کہا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نور حسی اور معنوی کے اصل ہیں یعنی نور شمس وقمر اور نور کواکب والصبار کے بھی اصل ہیں اور نور نبوت ورسالت اور نور ولایت وایمان کے بھی اصل آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اور علامہ طیبی نے فرمایا کہ نور سے مراد ذاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونا بھی

زیادہ انسب ہے۔ قد جاء کم کے تکرار بلا عطف کے ساتھ یعنی جب یا اہل الکتاب قد جاء کم رسولنا ذکر کیا تو اس کے بعد واؤ عطف ذکر کئے بغیر قد جاء کم من اللہ نور ذکر فرمایا گیا اور حروف عطف جو مغائرت کے لئے ہوا کرتا ہے اس کا درمیان میں لانا روا نہیں رکھا گیا تو معلوم ہوا کہ رسولنا اور نور کا مصداق ایک ہی ہے اور دونوں جگہ اہل کتاب کو رسول منتظر اور نور مجسم کے تشریف لانے کی بشارت دی گئی ہے۔ پہلے قد جاء کم کے ساتھ وصف رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق کیا گیا ہے یعنی نور کا اور دوبارہ وصف کتاب کا۔

اور علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

میرے نزدیک اس کا کوئی استبعاد نہیں ہے کہ نور سے جس طرح ذاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہے کتاب مبین سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات اقدس مراد ہو۔ رہا یہ سوال کہ عطف مغائرت کو چاہتا ہے تو پھر نور اور کتاب میں تغائر ہوگا اتحاد کس طرح ہوسکتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی تغائر صفاتی عطف کے لئے کافی ہوتا ہے جس طرح کہ جبائی نے نور سے کتاب مراد لے کر یہی توجیہہ کی ہے تو ہم کتاب مبین سے مراد ذاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم لیں تو عطف اس میں مانع نہیں ہوسکتا اور ہر دو اسماء کا اطلاق آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بلا شک وشبہ جائز اور صحیح ہے اور اگر تجھے عبارت النص کے لحاظ سے اس میں توقف ہو تو اشارۃ النص کے لحاظ سے تو اس اطلاق میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

تفسیر مدارک میں فرمایا:

نور سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے اور چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے رہنمائی حاصل کی جاتی ہے لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نور کہا گیا جیسا کہ سراج اور روشن چراغ کہا گیا۔

تفسیر خازن میں ہے:

نور سے مراد ذاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے نور اس لیے فرمایا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسی طرح رہنمائی حاصل کی جاتی ہے جس طرح تاریکی میں نور کے ساتھ۔

قد کا تقاضہ

ہر لفظ کسی معنیٰ کا تقاضہ رکھتا ہے۔ اگر کوئی بھی ماضی کا لفظ جو ماضی مستقبل کے لیے آتے ہیں ان پر قد داخل ہو تو تحقیق کا معنیٰ پیدا ہوتا ہے۔ میں نے ترجمہ کیا تھا قد جاء کم تحقیق آیا تمہارے پاس۔

قد کی ضرورت کیوں تھی

قد کی ضرورت کیوں تھی۔ کہہ دیا جاتا کہ تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کا نور آیا تو مان لیا جاتا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور آ گیا ہے۔ اس اضافے کی وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے، وہ ہر کسی کو جانتا ہے، اس نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو نور کہا ہے تو کچھ لوگ میرے کہنے ہی سے مان لیں گے اور کچھ لوگ تحقیق کریں گے کہ نور ہے کہ نہیں، نور ہے کہ بشر ہے، ایسے بے یقینوں کے لئے اطمینان کے لئے تحقیق پیش کی جا رہی ہے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور آیا ہے۔ گویا کہ وہ کلام اللہ تحقیق سے یہ اشارہ کر رہا ہے کہ جو کچھ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا جا رہا ہے وہ گمان کی بنیاد پر نہیں کہا جا رہا، وہ سنا نہیں ہے تحقیق ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور آیا ہے۔

آیت پر دو اعتراض

کلامِ الٰہی کی عظمت کا اندازہ تو لگایئے کہ چند لفظوں میں دو مشہور اعتراضات کا جواب دے دیا۔ سوال دو اور دونوں کا جواب صرف ایک ہی آیت ہے۔ ایک اعتراض

یہ تھا کہ یہ اللہ کے رسول نہیں، یہ خدا کی طرف سے آئے ہیں ہم ان کو نہیں مانتے، ہم یہ نہیں جانتے کہ خدا کی طرف سے پیغام لے آئے ہیں، ہم اس کو نہیں کرتے ہیں، آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول نہیں ہیں۔

اور دوسرا خیال اس سے آج تک یہ چلا آ رہا ہے کہ یہ تو ہم مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے ہیں مگر ان میں اور ہم میں اتنا فرق ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے ہیں اور ہم خدا کے رسول نہیں، بقیہ معاملے میں سارا معاملہ برابر ہے حالانکہ صرف اتنا فرق بھی بڑا فرق ہے۔ اگر نادانوں نے سمجھ سے کام لیا ہوتا، کس قدر غضب کی بات ہے کہ یہ سوچنے اور مختلف لب و لہجے میں کہنے لگے ہیں کہ آئے ہیں خدا کی طرف سے تو آنے دو ہمیں اللہ کے رسول ہونے دو مگر یہ ہمارے ہی جیسے ہیں۔ یہ ہماری طرح ہیں ان کا اٹھنا بیٹھنا دیکھو، ان کا چلنا پھرنا دیکھو، ان کا کھانا پینا دیکھو، ان کا سونا جاگنا دیکھو، یہ ساری باتیں بتا رہی ہیں کہ یہ ہمارے جیسے ہیں، ان کا جواب اسی آیت نے دیا جس نے یہ کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں آئے ہیں ان کا جواب "قد جاء کم من اللہ" سے دیا اور جس نے یہ کہا یہ ہماری طرح ہیں ان کا جواب "من اللہ نور" سے دیا۔ یہ آنے والا خدا کی طرف سے نور ہے، تمہارے جیسا نہیں ہے، ان آیاتِ مبارکہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ السلام کو نور بنا کر بھیجا ہے۔

کیا اللہ تعالیٰ کی تحقیق کوئی بدل سکتا ہے

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا: اے محبوب تمہارا نور تحقیق ہے، کیا اس نور ہونے کی تحقیق کو کاٹا جا سکتا ہے؟

کیا اسے تبدیل کیا جا سکتا ہے؟

کیا اسے مٹایا جا سکتا ہے؟

تو قرآن مجید بولا: قد جاء کم من اللہ نور

یہ جو نور بن کر آئے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق ہے۔ اسے وہی کاٹے گا جو

اللہ تعالیٰ سے زیادہ علم والا ہو۔

اللہ تعالیٰ سے زیادہ مرتبے والا ہو۔

اللہ تعالیٰ سے زیادہ حکمت والا ہو۔

اللہ تعالیٰ سے زیادہ طاقت والا ہو۔

اللہ تعالیٰ سے زیادہ قدرت والا ہو۔

اللہ تعالیٰ سے زیادہ فضیلت والا ہو۔

تو جب اللہ تعالیٰ سے زیادہ قدرت والا کوئی نہیں تو اس نور کی تحقیق کو ختم کرنے والے بھی کوئی نہیں۔

کوئی پہلے موجود ہو تو آتا ہے

بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں قرآن کی اس آیت پر: قد جاء کم کہ کوئی شخص پہلے ہو تو آتا ہے لیکن ایک شخص موجود ہی نہیں تو وہ کیسے آتا ہے۔

ان لوگوں کے اعتراض کے جواب میں فرمایا گیا: "جاء کم" تمہارے پاس آیا، تو آتا وہی ہے جو پہلے سے کہیں موجود ہوتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے سے کہیں موجود تھے پھر یہاں تشریف لائے۔

"نور آگیا تو تاریکی کیوں"

اعتراض ہوتا ہے کہ جب نور آگیا تو تاریکی کیوں ہے، پہلے بھی تاریکی تھی اور اب بھی تاریکی ہے، جاہلیت بھی ہے اور کفر ہے، نفاق بھی ہے اور ارتداد بھی ہے، نور آگیا تو تاریکی کیوں ہے حالانکہ ایسا ہونا چاہیے تھا کہ جونہی نور آتا تو تاریکی ختم ہو جاتی ہے اور سارا نور ہی نور ہوتا۔

اصل میں نور کی دو قسمیں ہیں:

(۱) نورِ حسی:

نورِ حسی یہ ہے کہ جیسے بلب جلتے ہیں تو ان سے جو نور آتا ہے اسے نورِ حسی کہتے ہیں۔

(۲) نورِ عقلی:

نورِ عقلی یہ ہے کہ جیسے علم نور ہے اس کے مدمقابل میں جہالت تاریکی ہے۔ حیا نور ہے اور بے حیائی تاریکی ہے۔ انصاف نور ہے اور بے انصافی تاریکی ہے۔ بس یوں سمجھ لو ہر خوبی کے مقابلے میں جو برائی ہے وہ تاریکی ہے تو یہ کہا گیا کہ نور آگیا، تو میں سوچنے لگا کہ نور علم والا آیا کہ نور فضل وکمال والا آیا تو قرآن پاک نے جواب دیا کہ جب خدا نے مقید نہیں کیا تو تجھے مقید کرنے کا کیا حق ہے، نور کو مطلق رکھا گیا یعنی نور آگیا۔

تو اعتراض کرنے والوں نے دوبارہ اعتراض کیا کہ جب ہر طرح کا نور آگیا تو تاریکی کیوں ہے۔ ایسا ہونا چاہیے تھا کہ جونہی نور آتا تو تاریکی چلی جاتی۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ نور کا کام کیا ہے۔ جیسے آفتاب جب نکلتا ہے اس کا کام یہ ہے کہ عام تاریکی کو دور کر دینا۔ جونہی وہ نکلے گا تو عام تاریکی کو دور کر دے گا اگرچہ کسی دیوار پر سیاہی بھی لگی ہو تو اس کو دور نہیں کرے گا تو معلوم ہوا کہ آفتاب کسی کے رنگ کو بدلنے نہیں آتا بلکہ کسی چیز کو صاف وواضح دکھانے کے لیے آتا ہے۔

اسی طرح کوئی شخص رات کو چلتا ہے تو اس کے پاؤں سے رسی چمٹ جاتی ہے تو ڈر کی وجہ سے بھاگتا ہے کہ میرے اوپر سانپ آگیا لیکن کچھ فاصلہ چلنے کے بعد سانپ بھی اسے چمٹ گیا اب وہ شخص نے یہ سمجھا کہ رسی ہوگی تو وہ شخص سانپ اور رسی کے درمیان فرق نہ کر سکا تو یہ ہی تاریکی کا حال ہے مگر جب آفتاب نکلتا ہے تو یہ دھوکہ

نہیں ہوسکتا، آفتاب کا یہ کام نہیں کہ سانپ کو رسی بنادے اور اسی کو سانپ بنادے مگر جو رات کو دھوکہ ہوا تھا اب وہ نہیں ہوگا، رسی رسی نظر آئے گی اور سانپ سانپ نظر آئے گا۔

تو معلوم ہوا کہ نور کا کام ہے امتیاز دے دینا، نور کا کام ہے دھوکہ اور فریب سے بچالینا تو اب نور آ گیا ہے اسے کوئی فریب نہ دے سکے گا کوئی اب اپنے آپ کو چھپا نہ سکے گا۔

نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیقات

شفا شریف جلد 1 صفحہ 10، تفسیر حقانی ج5 ص 242، تفسیر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، تفسیر محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ج4 ص 304 میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس، کعب احبار، سعید بن جبیر، سہیل بن عبداللہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں:

المراد بالنور الثانی هنا نور محمد صلی الله علیه وسلم
وقوله تعالی مثل نوره ای نور محمد صلی الله علیه وسلم

کہ نورِ ثانی سے مراد اللہ کے قول میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہے۔

تفسیر محمدی میں حافظ محمد لکھوی (وہابی نے بایں الفاظ تفسیر کی ہے)

ابن عباس تے کعب احباروں وچ معالم آیا
جو نور اللہ دا نبی محمد (ﷺ) سینہ طاق ٹھہرایا

شفا شریف میں قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وقد سماه الله تعالی فی القرآن نورًا وسراجًا منیرًا

بے شک قرآن حمید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کا نام نور اور سراجِ منیر (چمکتا ہوا آفتاب) رکھا۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اپنے کلام رفیع الشان میں فرماتے ہیں:

فامسی سراجًا منیرًا وهادیًا
یلوح کما لاح الصیقل المهند

وہ تشریف لائے چمکتے ہوئے آفتاب اور رہنما بن کر اور اس طرح چمکے جس طرح صیقل کی ہوئی تلوار چمکتی ہے۔

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کا عشق

شمع دل، مشکوٰۃ تن، سینہ زجاجہ نور کا
تیری صورت کے لئے آیا ہے سورہ نور کا

مولانا محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی کا عشق

سراپا نور ہیں وہ نور حق نور علیٰ نور
کہ مشکوٰۃ ہے شان ان کی انہیں کیا واسطہ ظل ہے
بفضل اللہ نابینا نہیں ہوں کسے دوں نسبت
کف پائے حبیب حق کو روئے ماہِ کامل سے

قرآن مجید میں ہے:

یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ○ (پ10 سورۃ التوبہ آیت 32)

ترجمہ: کافر ارادہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نور کو مونہوں سے بجھا دیں مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کو پورا کرنا ہے اگرچہ کافر برا منائیں۔

حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے قول: "یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ" میں فرمایا:

"یقول یریدون ان یهلکو محمداً صلی الله علیه وسلم"

یہ کفار چاہتے ہیں کہ اپنے مونہوں سے اللہ تعالیٰ کے نور کو بجھا دیں یعنی محمد صلی

اللہ علیہ وسلم کو ہلاک کر دیں، حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ (بہجۃ الاسرار، ص 12) پر ایک حدیث قدسی نقل فرماتے ہیں۔

"قال الله عز وجل خلقت روح محمد صلى الله عليه وسلم من نور وجهي كما قال النبي صلى الله عليه وسلم اول ما خلق الله نوري"

اللہ تعالیٰ فرمایا ہے کہ میں نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کو اپنے چہرے کے نور سے پیدا کیا جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا۔

حضرت شیخ سرہندی المعروف مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ (کنز الہدایات، ص 93) پر ارشاد فرماتے ہیں۔

"حقیقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو ظہور اول ہے وہ تمام حقیقتوں کی حقیقت ہے اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ دوسری حقیقتیں خواہ انبیا کرام کی حقیقتیں ہوں یا ملائکہ عظام کی، اس کے برعکس کی مانند ہیں اور وہ حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ان حقیقتوں کی اصل ہے۔"

مکتوباتِ شریف دفتر سوم حصہ نہم صفحہ 75 پر یوں تحریر فرماتے ہیں:

"جاننا چاہیے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش تمام انسانی افراد کی پیدائش کے رنگ میں نہیں ہے بلکہ کسی مخلوق کے تمام عالم کے افراد سے کسی فرد کی پیدائش میں مناسبت رکھتے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم باوجود عنصری پیدائش کے نور حق جل وعلا سے پیدا ہوئے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا کیا گیا ہوں۔"

حضرت مولانا جامی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وصلی اللہ علیہ نور کز و شد نور ہا پیدا
زمین از حب او ساکن فلک در عشق او شید

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق کتاب (مدارج النبوہ ج 2، ص 2) میں تحریر فرماتے ہیں ("جان لو کہ مخلوقات وواسطۂ صدور کائنات و پیدائش عالم و آدم کا واسطہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہے چنانچہ صحیح حدیث میں آیا ہے "اول وہ جو پیدا کیا اللہ نے، میرا نور ہے" اور باقی مکنونات مخلوقات علوی وسفلی اس نور سے پیدا ہوئیں اور اس جوہر مبارک سے روح اور شکلیں، عرش وکرسی، لوح وقلم، بہشت ودوزخ، انسان وجنات، آسمان وزمین، سمندر وپہاڑ، درخت اور باقی مخلوقات پیدا ہوئیں اور وحدت (نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیدائش کی کیفیت میں اس جوہر سے مخلوقات کے ظہور کی کیفیت میں عبارات وتعبیرات عجیب لائے ہیں۔")

حضرت امام لائمہ امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے حضور ﷺ کے نور کو ثابت کیا

انت الذی من نورك البدر اكتسى
والشمس مشرقة بنوار بهاك

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہ ہیں کہ چودھویں رات کے چاند نے روشنی کا لباس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کا پہنا ہے اور سورج بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ حسن سے روشن ہے۔"

جناب ظفر علی خان نے یوں عقیدہ بیان کیا:

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی (نشر الطیب صفحہ 6 پر یوں غیرت کی گولی کھائی)

"سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پیدا فرمایا

پھر وہ نور اللہ تعالیٰ کی قدرت سے جہاں اللہ تعالیٰ نے چاہا سیر کرتا رہا اور اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم تھا نہ بہشت تھی نہ دوزخ، نہ فرشتہ تھا نہ زمین تھی نہ آسمان نہ سورج تھا نہ چاند تھا نہ جن تھا نہ انسان۔''

حضرت خواجہ شمس الدین محمد حافظ شیرازی کا بیان

یا صاحب الجمال ویا سید البشر

من وجهك المنير لقد نور القمر

لایمکن الثناء کما کان حقه

بعد از خدا بزرگ توئی قصه مختصر

ثابت ہوا کہ سرورِ دوعالم، نورِ مجسم، رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم بلاریب سبب کائنات اور اصل تخلیق مخلوقات ہیں اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''امام قسطلانی مواہب اللدنیہ و منح محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں رسالہ میلاد و امام علامہ سے ناقل مروی ہوا کہ آدم علیہ السلام نے عرض کی کہ الٰہی! تو نے میری کنیت ابومحمد کس لیے رکھی؟ حکم ہوا اے آدم! اپنا سر اٹھا۔ آدم علیہ السلام نے سر اٹھایا، سراپردۂ عرش میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور نظر آیا، عرض کی الٰہی! یہ کیسا نور ہے؟ فرمایا:

هذا نور نبی من ذریتك اسمه فی اسماء احمد وفی الارض محمد لولا ما خلقت سماء ولا ارضا

یہ نور ایک نبی کا ہے تیری اولاد سے، اس کا نام آسمانوں میں احمد ہے اور زمین میں محمد ہے، اگر وہ نہ ہوتا تو میں نہ تجھے بناتا اور نہ زمین و آسمان کو بناتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہونا قرآن سے ثابت

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ

ترجمہ: اس کے نور کی مثال ایسی جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے وہ چراغ ایک فانوس میں ہے۔

مشکوٰۃ کا لفظ کس کے لئے استعمال ہوا

اس آیت میں مشکاۃ کا لفظ یا اس لفظ سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ ہے اور زجاجہ سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب ہے اور مصباح سے مراد دین کے اصول اور فروع کی وہ معرفت ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں ہے اور شجرۂ مبارک سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اولاد سے ہیں اور ان کی ملت کی اتباع کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صفت میں فرمایا: نہ وہ شرقی ہیں اور نہ غربی ہیں کیونکہ آپ عیسائیوں کی طرح مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اور نہ یہود کی طرح مغرب کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے بلکہ آپ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔

چراغ کے تیل کی صفتِ حقیقی

اللہ تعالیٰ نے اس چراغ کے تیل کی صفت میں فرمایا: وہ عنقریب بھڑک اٹھے گا اور روشن ہو جائے گا خواہ اس کو آگ نے نہ چھوا ہو۔ کعب احبار نے کہا: ''اس تیل سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صفاء جوہر اور اپنی مقدس ذات میں اس قدر کامل تھے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل نہ ہوتی تب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں یہی کمالات ہوتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح نیکی کی ہدایت دیتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی پاکیزہ صفات ہوتیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن پاک بھی نازل نہ ہوتا تب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت

لوگوں پر آشکارا ہو جاتی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید کا نازل ہونا نور علیٰ نور ہے اور نور بالائے نور ہے۔'') (تفسیر کبیر ج8،ص390)

حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں

اللہ کے نور سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ کی مثال نہیں ہو سکتی۔ خود اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ" (شوریٰ:11)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نور یا یہ کہو کہ اللہ کا جمال نور اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی چمنی، اگر لیمپ پر سبز چمنی ہو تو گھر کے ہر گوشے میں جہاں لیمپ کا نور پہنچے گا وہاں چمنی کا رنگ بھی پہنچے گا اسی طرح تمام جہان میں نور اللہ کا ہے اور رنگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا، اس سے مسئلہ حاضر وناظر بھی معلوم ہوا کہ جہاں اللہ تعالیٰ کا نور ہے وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ ہے۔

یعنی جیسے وہ محفوظ شمع جو طاق فانوس وغیرہ سے محفوظ ہو، ہوا سے نہیں بجھ سکتی، ایسے ہی نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کسی طاقت سے بجھ نہیں سکتا اور جیسے زیتون کے تیل کا چراغ بالکل دھواں نہیں ایسے ہی دین اسلام میں کوئی دھواں اور غبار نہیں۔''

ثعلبی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ نے مجھے نور سے پیدا کیا اور ابوبکر کو میرے نور سے پیدا کیا اور عمر اور عائشہ کو ابوبکر کے نور سے پیدا کیا اور میری امت کے مومن مردوں کو عمر کے نور سے پیدا کیا اور میری امت کی عورتوں کو عائشہ کے نور سے پیدا کیا پس جو شخص مجھ سے محبت نہ کرے اور ابوبکر، عمر، عائشہ سے محبت نہ کرے اس کے لئے کوئی نور نہیں۔

(الجامع الاحکام القرآن، خبر12 ص265)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ

ترجمہ: اور وہ جو لوگ ہمارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ان کا نور ان کے آگے اور داہنی جانب دوڑتا ہوگا۔ اور دوسری جگہ فرمایا:

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ ...... يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ

ترجمہ: یاد کر اس دن کو جب کہ مومنین کا نور ان کے آگے اور داہنی جانب دوڑتا ہوگا اور منافقین کہیں گے ذرا ٹھہر جاؤ تا کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ اخذ کریں۔

ان دونوں آیتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ومتابعت سے ایمان اور نور دونوں حاصل ہوتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے نور سے پیدا فرمایا اور مومنین کو میرے نور سے پیدا فرمایا، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح دعا کی ہے: اے اللہ! میرے سمع اور بصر کو نور بنا دے۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یوں عرض کی تھی: خود مجھ کو نور بنا دے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت ابوالحسن کا نور

حضرت ابوالحسن رحمتہ اللہ علیہ کو نوری اس لیے کہتے ہیں کہ بارہا ان سے نور دیکھا گیا تھا اور بہتیرے خواص وعوام، صلحاء وشہداء کے قبرستانوں سے نور اٹھتا ہوا دیکھتے ہیں اور یہ نور ان کے نفس زکیہ کا ہی نور ہے۔ جب نفس کا کام عالی ہو جاتا ہے تو اس کا نور بدن میں سرایت کر جاتا ہے اور بدن کا مزاج اور طبیعت بن جاتا ہے۔ اس کے بعد اگر نفس بدن سے جدا بھی ہو جاتا ہے تب بھی وہ بدن نور کی آمد ورفت کا ایسا ہی منبع ومنفذ بنا رہتا ہے جس طرح زندگی اور نفس کے باقی رہنے کے وقت بنا ہوا تھا۔

(امداد السلوک، ص157)

اس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام کا نور ہے تو میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا نور کتنا نورانی ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کتنے فدا ہوتے ہوں گے اور بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان ایسے دیوانے ہوتے کہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی رہتے تا کہ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار نصیب ہوتا رہے۔

تمام آیات سے حاصل ہونے والے فوائد

1- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت سے ایمان اور نور دونوں حاصل ہوتے ہیں، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے اثرات میں سے نورانیت نفس اور نورانیت بدن ایک اثر ہے تو خود مخدوم وآقا کی نورانیت میں شک وتردد کی کیا گنجائش اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت سے ایمان اور نور دونوں حاصل ہوتے ہیں تو معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مثل آفتاب نور تقسیم کرنے والے ہیں جس طرح ایمان نیز یہ بھی واضح ہوگیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور یا منیر ہونے کا صرف یہ مطلب نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت ایمان حاصل ہوتا ہے بلکہ بقول گنگوہی صاحب ''ایمان کے ساتھ نور بھی حاصل ہوتا ہے'' لہٰذا یہاں اصل معنیٰ سے عدول کی ضرورت نہیں۔

2- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور خالص بن گئے تھے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن کا سایہ بھی نہ رہا حالانکہ بجز نور ہر جسم کا سایہ ہوتا ہے گویا یہ صرف حقیقت ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نور نہیں تھی بلکہ جسد اطہر بھی نور ہوگیا تھا۔

3- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنویر وتزکیہ سے امتی بھی نورانی بن گئے مثلاً

جس طرح ابوالحسن نوری رحمتہ اللہ علیہ۔

4- نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم محض نورِ صفاتی کے مالک نہیں جو اتباع شرع سے حاصل ہوتا ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں نورِ ذاتی ہے جس طرح کہ گنگوہی صاحب نے حدیث شریف نقل کر کے واضح کر دیا ''یعنی میں اللہ تعالیٰ کے نور سے ہوں اور مومنین میرے نور سے ہیں''

مولوی گنگوہی صاحب کے بعد علماء دیوبند کی دوسری بڑی شخصیت جس کو حکیم الامت اور مجدد کہا جاتا ہے آیت کریمہ کے متعلق ان کی تفسیر وتشریح بھی ملاحظہ کرتے چلیں اور ضمناً

قد جاء کم برھان من ربکم وانزلنا الیکم نورًا مبینًا کی تفسیر وتشریح بھی اور اس آیت کریمہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کا برہان رب تعالیٰ ہونا اور نور مبین ہونا بھی واضح ہو جائے گا اور داعیا الی اللہ باذنہ وسراجًا منیرًا کی تفسیر بھی معلوم ہو جائے گی (رسالہ کا نام، النور)

خود یہ شعر لکھتے ہیں:

نبی خود نور اور قرآن ملا نور
نہ ہو کیوں مل کے پھر نور علیٰ نور

نور سے مراد

2-قد جاء کم من اللہ نور وکتاب مبین

تحقیق تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور ایک روشن کتاب۔

یہ ایک مختصر سی آیت ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی دو نعمتوں کا عطا فرمانا بیان فرمایا ہے۔ ان دونوں نعمتوں میں سے ایک تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود باجود ہے

اور دوسری نعمت قرآن مجید کا نزول ہے۔ ایک کو لفظ نور سے تعبیر کیا گیا ہے اور دوسرے کو کتاب کے عنوان سے ارشاد فرمایا ہے۔ یہ توجیہہ اس آیت کریمہ کی ایک تفسیر کی بناء پر ہے یعنی جب کہ نور سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود باجود مراد لیا جائے اور نور سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اس تفسیر کی ترجیح کی وجہ یہ ہے کہ اس سے مراد اوپر بھی قد جاءکم رسولنا تمہارے پاس ہمارے یہ رسول تشریف لائے ہیں فرمایا ہے تو یہ قرینہ ہے اس پر کہ دونوں جگہ جاءکم کا فاعل ایک دوسرے اوپر قد جاءکم رسولنا کے ساتھ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ

یبین لکم کثیرا مما کنتم تخفون من الکتاب

یعنی کتاب میں سے جن باتوں کو تم چھپاتے ہو ان میں سے بہت سی باتوں کو صاف صاف کھول دیتے ہیں یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبین اور مظہر فرمایا۔ اب سمجھیے نور کی حقیقت ہے ظاہر بنفسہٖ مظہر لغیرہٖ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ مظہر کے بہت مناسب ہے کہ مراد نور سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور اس کے آگے قرآن کی شان میں فرماتے ہیں: کتاب مبین یہدی بہ اللہ، تو کتاب کو تو آلہ اظہار فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبین میں خود ظہور فرمایا پس یہ قرینہ ہے تفسیر بالا کا (تا) تو نور کی شان میں تو اظہار غالب ہے اور کتاب میں ظہور غالب ہے تو یہدی بہ اللہ کتاب کے زیادہ مناسب ہے اور نور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ مناسب ہے مگر اس میں ایک اشکال ہوسکتا ہے کہ دوسری جگہ ارشاد ہے:

قد جاءکم برھان من ربکم وانزلنا الیکم نورًا مبینًا

ترجمہ: تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک دلیل آچکی ہے اور ہم نے تمہارے پاس ایک صاف نور بھیجا ہے۔

تو یہاں برہان سے تو مراد غالبًا بقرینہ انزلنا قرآن ہے اور یہی نور

وہاں بھی آیا ہے اور القرآن یفسر بعضه بعضًا، قرآن کا ایک حصہ دوسرے حصہ کی تفسیر کرتا ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ ہم کب دعویٰ کرتے ہیں کہ جہاں بھی لفظ جآء ہے وہاں اس کے فاعل حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوں گے ممکن ہے کہ یہاں "جآءکم" کی اسناد "کتاب" کی طرف مجازاً ہو مگر جہاں اسناد حقیقی بن سکے وہاں اس کو کیوں نہ اختیار کیا جائے اور یہاں قد جآءکم نور میں ہوسکتا ہے پس یہاں یہ ہی مناسب ہوگا دوسرے ہم "انزلنا" سے بھی رسول ہی مراد لے سکتے ہیں۔

کنز الہدایات میں ص 93 پر ہے۔

حقیقت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام جو ظہور اول ہے وہ تمام حقیقتوں کی حقیقت ہے اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ دوسری حقیقتیں خواہ انبیاء کرام کی حقیقتیں ہوں یا ملائکہ عظام کی، اس کے برعکس کی مانند ہیں اور وہ حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ان حقیقتوں کی اصل ہے۔"

جناب ظفر علی خان نے کیا خوب کہا:

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

احادیث کی روشنی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ اقدس کا ثبوت

آج کل کے گستاخانِ رسول جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور ہونے کا انکار کرتے ہیں اور نور کے ختم ہونے یا قرآن کریم کی آیت کو دوسرے معنوں پر محمول کرتے ہیں تا کہ اس کا اصل معنیٰ ختم کر کے کوئی مجازی معنیٰ مراد لیں ان کو عبرت پکڑنی چاہیے کہ جتنا میں نے قرآن کریم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو ثابت کیا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اسکو کوئی تبدیل نہیں کرسکتا۔ اگر گستاخانِ رسول خود کو اللہ تعالیٰ

سے بڑا سمجھتے ہیں تو ان کے نزدیک قرآن میں تبدیلی کرنا کوئی مضائقہ وممانعت نہیں ہے کیونکہ یہودیوں نے بھی تورات وانجیل کے اندر تبدیلیاں کی تھیں تا کہ ہم اس سے اپنا سکہ بٹھا سکیں اور لوگوں کو گمراہ کرسکیں۔ اگر گستاخانِ رسول یہودیوں کی پیروی کرنا پسند کرتے ہیں تو اسکو مضبوطی سے پکڑیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا بشر کہنے میں کوئی کسر باقی نہ رکھیں تا کہ ان کا حشر بھی قیامت میں ان کے بھائیوں کے ساتھ ہو جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا کہا تھا۔ قرآن کریم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو ثابت کرنے کے بعد اب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ مقدس کو احادیث مبارکہ سے ثابت کرتا ہوں۔

حدیث نمبر 1:

علامہ علی القاری نے مرقات جلد اول ص 167 پر نقل فرمایا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اول ما خلق اللہ نوری"

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور وسب سے پہلے پیدا فرمایا گیا۔

حدیث نمبر 2:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے ایک چاندنی رات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور آپ سرخ دھاری دار جبہ زیب تن کیے ہوئے تھے۔

فجعلت انظر اليه والى القمر فهو كان احسن فى عينى من القمر۔ اخرجه الدارمى والبيهقى (خصائص کبریٰ جلد اول، ص 71)

میں بار بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اور چاند کی طرف دیکھنے لگا اور

حسن ونورانیت میں آسمان کے چاند اور اس بدر منیر کا موازنہ کرنے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری نگاہ میں چاند سے زیادہ نورانی تھے اور حسن میں فائق۔

حدیث نمبر 3:

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا سر استنار وجهه كانه قطعته قمر وكنا نعرف ذالك منه (بخاری خصائص، ص 72)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب مسرور ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ اقدس اس طرح چمکتا گویا کہ وہ چاند کا حصہ ہے اور ہم ہمیشہ یہ کیفیت سرور چہرۂ اقدس کو دیکھ کر پہچان لیا کرتے تھے۔

حدیث نمبر 4: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس چیز کو ہاتھ مبارک لگایا وہ بھی روشن ہوگئی

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبادہ بن بشیر اور حضرت اسید بن خضیر رضی اللہ عنہما کسی مقصد کے لئے رات گئے تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، رات سخت تاریک تھی، جب باہر نکلے تو ان میں سے ایک کے ہاتھ میں چھڑی تھی۔

فاضاء ت لهما عصا احدهما فمشيا فى ضوء ها حتى اذا فترقت بهما الطريق اضا ء ت بلآخر عصاه فمشى كل واحد منهما فى ضوء عصاه حتى بلغ اهله

(رواۃ البخاری فی الصحیح حجۃ اللہ، ص 17)

پہلے ایک چھڑی روشن ہوگئی اور وہ اس کی روشنی میں چلنے لگے جب دونوں کا راستہ الگ الگ ہونے لگا تو دوسرے کی چھڑی بھی روشن ہوگئی اور ہر ایک اپنی اپنی چھڑی کی روشنی میں چلتا ہوا اپنے گھر میں داخل ہوا۔

(خصائص کبریٰ، جلد 2، ص 80)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس کا نور

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں کپڑا سی رہی تھی کہ سوئی میرے ہاتھ سے گر پڑی، تلاش کی مگر نہ مل سکی۔

فدخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبنت الابرۃ بشعاع نور وجھہ

اسی دوران رسول خدا عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس کے نور کی شعاع میں سوئی کو دیکھ لیا، میں نے صورتحال کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"یا حمیر! الویل ثم الویل ثلاثاً عن حرم النظر الی وجھی"

اے حمیر! ہلاکت ہے پھر ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جو میرے چہرے کی زیارت اور دیدار سے محروم رہا (یعنی باوجود زیارت کر سکنے کے نہ کی)

(خصائص کبریٰ، ص 63)

• آپ ﷺ کو نہ دیکھا تو کس کام کی آنکھیں
جلوہ ہوا ے میرے سرکار مجھ پر تو ٹھنڈی ہوں گی آنکھیں

حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما کا قول

حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک کے متعلق دریافت کیا اور

وہ بیان حلیہ میں سب صحابہ کرام سے امتیازی حیثیت رکھتے تھے تو انہوں نے فرمایا:

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی عظمت و وجاہت کے مالک تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور رات کو یوں چمکتا تھا جیسے چودھویں کا چاند، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کی نوک بلند تھی اور اس پر نور جھلکتا تھا جو اچھی طرح غور سے نہ دیکھتا وہ سمجھتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک بلند ہے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول

"عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افلج الثنیقین اذا تکلم رأی کا النور یخرج من بین ثنایاہ اخرجہ. الترمذی فی اشمائل والبیھقی والطبرانی وابن العساکر۔ حجۃ اللہ علی العٰلمین ص 681)"

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے والے دونوں دندانِ مبارک میں کشادگی اور تھوڑا سا خلا تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کلام فرماتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دانتوں سے نور نکلتا ہوا محسوس ہوتا تھا۔''

ابو قرصافہ کا قول

ابو قرصافہ سے مروی ہے کہ میں نے، میری والدہ اور خالہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیعت کی جب ہم واپس لوٹے تو میری والدہ اور خالہ نے کہا: اے بیٹے! ہم نے اس ہستی کی مانند کوئی شخص خوبصورت چہرے والا اور پاکیزہ لباس والا، نرم گفتگو والا نہیں دیکھا اور ہم نے دیکھا گویا نور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ مبارک سے نکل رہا تھا۔ (خصائص کبریٰ، ص 62)

حضرت حمزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کا قول

حضرت حمزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ایک سفر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں تھے اور تاریک رات میں ہم اِدھر اُدھر بکھر گئے اور منتشر ہو گئے۔ میری انگلیاں روشن ہو گئیں حتیٰ کہ ان کی روشنی میں سب نے اپنی سواریوں کو یکجا کیا اور گرا ہوا سامان جمع کیا اور میری انگلیاں اسی طرح روشنی پھیلا رہی تھیں۔

ولادت باسعادت کے وقت نور کی تجلیات

اس دنیا کے اندر روزانہ ہزاروں کی تعداد میں بچے پیدا ہوتے ہیں اور ہر زچہ بچہ نو وارد اطفال سے بھرا ہوتا ہے۔ بے شمار پیدا ہونے والے انسانوں میں کچھ افراد اپنے زمانے کے منفرد شخص کی حیثیت سے شہرت یافتہ بھی ہوئے۔ الغرض ہر پیدا ہونے والا عام انسان حسب معمول طریقہ پر ہی پیدا ہوتا ہے لیکن اس کائنات میں ایک ذاتِ گرامی ایسی ہے جنکی ولادتِ اقدس ایسی باسعادت، نفیس، پاکیزہ، صاف، ستھری، مقدس اور پُرنور ہوئی ہے کہ جس کی کوئی مثال نہیں ہے اور نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا بے مثل مثال بنایا ہے کہ اس محبوب کی زندگی کا ہر پہلو اور جسم اقدس کا ہر عضوِ مقدس بھی بے مثل و بے مثال ہے حتیٰ کہ ان کی ولادت باسعادت بھی ایسی ہی بے مثل و مثال ہوئی ہے کہ ایسی ولادت نہ کبھی کسی کی ہوئی ہے اور نہ کبھی ہوگی۔

حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پاک کے وقت میں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر تھی، میں نے دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نور چراغ کی روشنی کو مات کر رہا ہے، اس رات میں نے چند علامات کا مشاہدہ کیا۔

1- جب حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فوراً سجدہ کیا

فائدہ: اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو بچہ پیدا ہوتا ہے وہ گندگی سے بھرا ہوا ہوتا ہے. لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ایسی ہے کہ فوراً سجدے میں چلے گئے اور یہ نور ہونے کی نشانی ہے کیونکہ نور ہمیشہ پاک ہوتا ہے اس کے اندر عیب نہیں پایا جاتا اور نہ اس نور کا کوئی فائدہ نہیں جو اپنا ظہور اور روشنی بھی نہ دکھا سکے لہٰذا اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں۔

2- جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ سے سر اٹھایا تو بزبان فصیح فرمایا کہ

لا الٰہ الا اللّٰہ انی رسول اللّٰہ

فائدہ: ''کوئی بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو عموماً روتا ہوا آتا ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نور ہونے کی وجہ سے فرمایا کہ ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں بے شک میں اللہ کا رسول ہوں''

3- گھر کا گھر منور

فرماتی ہیں پورے گھر کو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور سے روشن اور منور پایا۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں کیونکہ پیدائش کے وقت اگر کسی کا بچہ پیدا ہوتا ہے تو گھر کے اندر لائٹ یا چراغ نہ ہو تو اندھیرا ہوتا ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب دنیا میں تشریف لائے تو گھر کے اندر نور ہی نور تھا۔

4- ہاتف غیبی سے آواز

فرماتی ہیں کہ میں نے چاہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہلاؤں لیکن ہاتف غیبی سے آواز دی کہ اے صفیہ! اپنے آپ کو زحمت مت دے کیونکہ ہم نے اپنے محبوب کو پاک وصاف پیدا کیا۔

فائدہ: جب کسی کا بچہ پیدا ہوتا ہے تو غلاظت میں بھرا ہوا ہوتا ہے تو اسے غسل دیا جاتا ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور ہونے کی وجہ سے پہلے ہی سے نہلائے ہوئے تھے۔اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں۔

5- ختنہ شدہ

فرماتی ہیں کہ میں نے یہ معلوم کرنا چاہا کہ مولود لڑکی ہے یا لڑکا؟ میں نے دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ختنہ کیے ہوئے اور ناف بریدہ پیدا ہوئے ہیں۔

(شواہد النبوہ اردو ترجمہ ص68)

ابن عدی اور ابن عساکر نے بہ روایت حضرت عطا بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کیا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ناف بریدہ اور مختون (ختنہ) کیے ہوئے پیدا ہوئے۔(حوالہ خصائص کبریٰ:136)

جسم اطہر آلودگی سے پاک

حضرت عبداللہ بن عمر نے عمر بن عاصم کلابی سے روایت کیا کہ ہم سے ہمام بن یحیٰ نے اسحاق بن عبداللہ سے بیان کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم پاک وصاف پیدا ہوئے یعنی آپ کے جسم اقدس کے ساتھ کسی بھی قسم کی کوئی آلودگی نہ تھی اور جب آپ کو زمین پر رکھا تو آپ اپنے دست مبارک کے سہارے سے بیٹھ گئے۔"

(خصائص کبریٰ جلد 1 ص120)

ولادت کے وقت پوری دنیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضے میں

امام احمد وابویعلیٰ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ"جب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے شکم سے پیدا ہوئے میں نے دیکھا کہ سجدے میں سرِ اقدس ہے پھر ایک سفید بادل نے آسمان سے آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھانپ لیا کہ حضور میرے سامنے سے غائب ہو گئے۔ پھر وہ بادل ہٹا تو کیا دیکھتی ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک اونی سفید کپڑے میں لپٹے ہوئے ہیں اور سبز ریشمی بچھونا بچھا ہے اور گوہر شاداب کی تین کنجیاں، نفع کی کنجیاں، نبوت کی کنجیاں سب پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے قبضہ جمالیا ہے پھر ایک اور بادل نے آکر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھانپ لیا کہ میری نگاہ سے چھپ گئے پھر جب روشن ہوئے تو میں نے دیکھا کہ سبز ریشم کا کپڑا لپٹا ہوا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مٹھی میں ہے اور کوئی منادی پکار رہا ہے کہ واہ، واہ ساری دنیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مٹھی میں آئی، زمین وآسمان کی کوئی مخلوق ایسی نہ رہی جوان کے قبضے میں نہ آئی ہو۔" (الامن والعلیٰ ص58)

اور یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی روایت کی گئی ہے اور یہ حدیث خاتم الحفاظ، صاحب تفسیر جلالین، امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ عنہ کی مشہور کتاب (الخصائص الکبریٰ فی المعجزات خیر الوریٰ، جلد 1 ص123) میں ہے۔

ولادت کے وقت نور ہی نور

بیہقی، طبرانی، ابونعیم اور ابن عساکر نے حضرت عثمان ابن ابی العاص، رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ میری والدہ نے بتایا کہ میں اس رات حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی جس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی۔ میں گھر میں ہر طرف روشنی اور نور پاتی اور محسوس کرتی تھی گویا کہ ستارے قریب سے قریب تر ہو رہے ہیں حتیٰ کہ مجھے گمان ہوا کہ ستارے میرے اوپر گر پڑیں گے۔ پھر جب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے وضع حمل کیا تو ایک نور برآمد ہوا جس کی وجہ سے ہر شے روشن ہوگئی یہاں تک کہ نور کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا۔ (خصائص کبریٰ، جلد 1 ص118)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدائشی ہی نور تھے کیونکہ اگر نور نہ ہوتے تو گھر کبھی بھی روشن نہ ہوتا۔ روشن ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نور تھے۔

''ابونعیم نے بہ روایت عطا بن یسار ام سلمہ سے اور انہوں نے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی وہ فرماتی ہیں کہ شبِ ولادت جب مجھ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو میں نے دیکھا جس سے محلات شام (یعنی ملک شام کے محل) روشن ہوگئے اور میں نے ان کو دیکھ لیا۔''

خانہ کعبہ سجدہ میں جھکا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حرم کعبہ میں تھا، سحری کے وقت جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی گھڑی آئی تو خانہ کعبہ میں جڑے ہوئے تمام بت اوندھے ہوکر گر پڑے اور کعبہ نے مقام ابراہیم یعنی جس سمت مولد النبی (جس گھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی) تھا اس طرف سجدہ کیا، میں حیران ہوا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ ایک ہی دفعہ دیوار کعبہ سے یہ آواز آئی کہ

ولد المصطفیٰ المختار الذی تهلك بیده الكفار
ویتطهر من عبادة الاصنام ویامر بعبادة الملك العلام

ترجمہ: مصطفیٰ ومختار کی ولادت ہوگئی۔ آپ کے ہاتھوں کفر ہلاک ہوگا اور خانہ کعبہ کو بتوں کی پرستش سے پاک کریں گے اور صرف مالک حقیقی کی عبادت کا حکم فرمائیں گے۔ (حاشیہ سیرۃ الحلبیہ، ص42)

''خانہ کعبہ کا یہ حال تھا کہ بہت دنوں تک لوگوں نے اس سے یہ آواز سنی کہ اب

اللہ تعالیٰ میرے نور کو لوٹا دے گا اور جوق در جوق توحید پرست میری زیارت کو آئیں گے اب اللہ تعالیٰ مجھ کو جاہلیت (شرک کے کاموں) سے پاک فرما دے گا۔ اے عزی؟ تو ہلاک ہوگیا اور تین شب وروز بیت اللہ کا زلزلہ نہ رکا۔

(خصائص کبریٰ، جلد 1، ص122)

اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کی روح تڑپ اٹھی اور فرمایا:

نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا
ساتھ منشی رحمت کا قلمدان گیا
لے خبر جلد کہ غیروں کی طرف دھیان گیا
میرے مولیٰ! میرے آقا تیرے قربان گیا
آہ وہ آنکھ کہ ناکام تمنا ہی رہی
ہائے وہ دل جو ترے در سے پُر ارمان گیا
دل ہے وہ دل جو تیری یاد سے معمور رہا
سر ہے وہ سر جو ترے قدموں پہ قربان گیا
انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا
اور تم پر میرے آقا کی عنایت ہی سہی
نجدیو! کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا
آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے میں اگر مان گیا
اُف یہ منکر یہ بڑھا جوشِ تعصب آخر
بھیڑ میں ہاتھ سے کم بخت کے ایمان گیا

جان ودل ہوش وخرد سب تو مدینے پہنچے
تم نہیں چلتے رضاؔ سارا تو سامان گیا
کیوں پریشان ہے آخر مجاہد
شکر کر دل تیرا ان پہ قربان گیا

سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پیدا فرمایا گیا

حضرت سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

قال قلت یا رسول اللہ بابی انت وامی اخبرنی عن اول شئ خلقه الله تعالٰی قبل الاشیاء قال جابر ان الله تعالٰی قد خلق قبل الاشیاء نور بینك من نورہٖ فجعل ذالك النوریدور بالقدرة حیث شاء الله تعالٰی ولم یکن فی ذالك الوقت لوح ولاقلم ولاجنة ولانار ولاملك ولاسماء ولا الشمس ولا قمر ولا جنی ولاانسی

ترجمہ: یعنی وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ حضور پر قربان، مجھے بتا دیجئے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کیا چیز بنائی؟ فرمایا: اے جابر! بے شک بالیقین اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ اس وقت لوح وقلم، جنت ودوزخ، فرشتگان، آسمان وزمین، سورج، چاند، جن اور آدمی کچھ نہ تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے فرمائے، پہلے سے قلم، دوسرے سے لوح، تیسرے سے عرش، پھر چوتھے کے چار حصے کئے، الخ

(صلاۃ الصفاء، ص 2،3)

وہابی کے مشہور عالم مولوی وحید الزمان کا عقیدہ

’’اللہ تعالیٰ نے خلق کی ابتداء نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمائی۔ پس تمام آسمانوں اور زمین اور اس میں جو کچھ ہے سب کی تخلیق کا مادہ اول نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔‘‘ (شیر طریقت حاشیہ شہباز شریعت، ص 211)

حضرت خواجہ فرید الدین عطار کا عشق

حضرت خواجہ فرید الدین عطار (637ھ) اپنی مثنوی منطق الطیر میں روح پرور انداز میں فرماتے ہیں۔

آفتاب شرع دریائے یقین — نور عالم رحمتہ اللعالمین
خواجہ کونین سلطانِ ہمہ — آفتاب وجان وایمان ہمہ
نورِ او مقصود مخلوقات بود — اصل معدومات وموجودات بود

حجتہ الاسلام حضرت امام محمد غزالی رحمتہ اللہ علیہ (550ھ/1111ء) دقائق الاخبار میں فرماتے ہیں:

ومن عرق وجهه خلق العرش والکرسی واللوح والقلم والشمس والحجاب والکواکب وما کان فی السماء

’’عرش وکرسی، لوح وقلم، سورج، حجاب، ستارے اور جو کچھ آسمانوں میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عرقِ روئے مبارک سے پیدا ہوئے۔‘‘

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رب العزت جل وعلا نے ہم کلامی اور رسالت سے مشرف فرمایا تو ارشاد ہوا:

یا موسٰی خذ ما اعطیتك وکن من الشاکرین ومت علی التوحید وحب محمد

عرض کی: خداوند عالم! محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں جن کی محبت

تیری توحید سے مقرون ہے؟ ارشاد ہوا کہ محمد وہ ہیں جن کا نام نامی دو ہزار برس پہلے آسمان وزمین کے پیدا کرنے سے میں نے لکھا، اگر تو مجھ سے قرب حاصل کرنا چاہے تو ان پر کثرت سے درود بھیجا کر۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کی کہ الٰہی! مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے آگاہ فرما کہ وہ کون ہیں جنکے بغیر تجھ سے تقرب ہو ہی نہیں سکتا۔

خطاب ہوا:

لولا محمد وامته لما خلقت الجنة ولاالنار ولاالشمس ولاالقمر ولاالیل ولاالنهار ولا ملكا مقربا ولا نبيا مرسلًا ولا اياك

یعنی اگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت نہ ہوتی تو میں بہشت و دوزخ، چاند و سورج، دن رات، ملائکہ، انبیاء و رسل کسی کو پیدا نہ فرمایا اور نہ تجھے بناتا۔

مولانا حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کا قول

مولانا حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی (1317ھ/1899ء) اپنی کتاب ''نالۂ امداد غریب'' صفحہ 2 پر یوں فرماتے ہیں۔

سب دیکھو نور محمد ﷺ کا
سب سچ ظہور محمد ﷺ کا
جبریل مقرب خادم ہے
سب جا مشہور محمد ﷺ کا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول

قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے (شفا شریف ص100) میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی

اللہ عنہما سے روایت کی ہے:

''عن ابن عباس رضی الله عنهما قال صلی الله علیه وسلم لما خلق الله آدم اهبطني في صلبه الى الارض وجعلني في صلب نوح في السفينة وقذف بي في النار في صلب ابراهيم ثم لم يزل ينقلني في الاصلاب الكريمة الى الارحام الطاهرة حتیٰ اخرجني من بين ابوی لم يلتقيا على سفاح قط''

(شفا شریف، ص100)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو مجھے ان کی صلب اور پشت میں ودیعت کر کے زمین کی طرف اتارا اور مجھے نوح علیہ السلام کی پشت میں ڈال کر نار نمرود میں ڈالا پھر مجھے عزت وکرامت والی پشتوں اور پاک ارحام میں یکے بعد دیگرے منتقل کرتا رہا حتیٰ کہ مجھے میرے والدین سے نکالا جو کبھی بھی زنا کی صورت میں جمع نہیں ہوئے۔

اسی روایت کے متعلق علامہ شہاب خفاجی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں:

رواه ابن الجوزی فی الوفا وابونعيم فی الدلائل وقال السيوطی رواه ابن عمر ولعدنی فی مسنده

یعنی اس روایت کو علامہ ابن الجوزی نے الوفا میں اور ابونعیم نے دلائل النبوت میں نقل کیا ہے اور بقول امام سیوطی ابن عمر ولعدنی نے اسے اپنی مسند میں کیا ہے۔

اور علی القاری نے کما رواہ ابن ابی عمر والعدنی پر اکتفا کیا ہے اور اھبطنی فی صلبہ کے تحت علامہ خفاجی فرماتے ہیں:

ان اللہ خلق نورہ صلی اللہ علیہ وسلم وعنصرہ الذی عجن با التسنیم وھو الطف شئ فاودعہ فی صلب آدم واھبطہ فیہ کما مر ثم نقلہ منہ بوسائط

ترجمہ:''اللہ تعالیٰ نے آپ کے نورانور اور اس عنصر وجوہر کو جو تسنیم کے پانی کے ساتھ گوندھا گیا تھا اور انتہائی لطیف وجوہر اور سفید ونورانی موتی کی طرح بن گیا تھا آدم علیہ السلام کی پشت اقدس میں ودیعت کیا اور ان کے زمین پر اترنے پر آپ کا یہ جوہر نورانی بھی زمین کی طرف منتقل ہوا)۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عباس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نور مانتے تھے اور اول الخلق مانتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وجودِ اقدس کو نور سے تعبیر کیا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس وجود کو نور سے تعبیر کیا کہیں:

نور نبیك من نورہ فرمایا، کہیں اول ما خلق اللہ نوری فرمایا وغیرہ وغیرہ۔ آخر ارواح سبھی کے نورانی ہیں وہ اربعہ عناصر سے نہیں بلکہ امر رب سے پیدا ہونے والے ہیں۔ ''قل الروح من امر ربی'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اقدس کے نور ہونے کی تخصیص کیوں؟

جس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر نور سے مراد روحِ اقدس ہی ہو تو بہرحال اس کی نورانیت دوسرے ارواحِ طیبہ پر اس قدر زائد اور فراواں ہے جیسے سورج کا نور اور روشنی چاند اور ستاروں کے نور پر۔ جس طرح سورج کی ضیا میں چاند اور ستارے گم ہو جاتے ہیں اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آفتابِ حقیقت کے سامنے انوارِ انبیاء واولیاء روپوش ہو جاتے ہیں اور اس نور وضیاء میں گم، جس طرح مواھب لدنیہ

میں علامہ قسطلانی مفسر ابن کثیر کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں:

قیل ان اللہ لما خلق نور نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم (ای اکمل خلقہ بافاضۃ الکمالات والنبوۃ علی نورہٖ) امرہ ان ینظر الی انوار الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام فغشیھم من نورہٖ ما الطعھم اللہ بہ وقالوا یا ربنا من غشینا نورہٖ فقال اللہ ھذا نور محمد بن عبداللہ ان آمنتم بہ جعلتکم انبیاء قالوا آمنا بہ وبنبوتہ۔ (مواھب مع الزرقانی، جلد اول، ص40)

کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ اقدس کو پیدا کیا اور اسکو اضافۂ کمالات اور خلعت نبوت سے مشرف کرنے کے بعد جب دیگر انبیاء علیہم السلام کے انوار کو پیدا کیا تو نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ ان کے سامنے تشریف لائے اور ان پر نظر ڈالے جونہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نوران نوروں کے سامنے ہوا تو اس نے ان انوار کو اپنی ضیاء نورانیت میں گم کر دیا تو وہ بول اٹھے، اے ہمارے پروردگار! یہ کون ہے جس کے نور نے ہمیں ڈھانپ دیا ہے اور ہم پر غالب آگیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ نورِ محمد بن عبداللہ ہے اگر تم اس کے ساتھ ایمان لاؤ تو میں تمہیں نبی بناؤں گا تو انہوں نے کہا: ہم ان پر اور ان کی نبوت پر ایمان لائے۔

لہٰذا اس طرح روح اقدس کے تقدم کے ساتھ ساتھ نور اقدس کا تقدم بھی واضح ہو جائے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور ہونے کا دعویٰ بھی بالکل درست اور بجا ہو جائے گا۔

سب سے پہلے قلم اول الخلق ہے یا نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

دیوبندیوں کے مولوی رحمانی صاحب نے دعویٰ کیا کہ **اول ما خلق اللہ القلم**

یہ حدیث صحیح ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور اقدس کے اول المخلوقات ہونے کی روایت ضعیف ہے اور صحیح کے مقابلے میں ضعیف کو قبول نہیں کیا جا سکتا ہے۔

مولوی رحمانی صاحب کہتے ہیں کہ **اول ما خلق القلم** میں اولیت حقیقی مراد ہے۔

جبکہ ہم کہتے ہیں کہ اولیت حقیقی مراد ہو سکتی ہی نہیں کیونکہ مسلم شریف میں یہ روایت اس طرح منقول ہے: **قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتب اللہ مقادیر الخلائق قبل ان یخلق السمٰوٰت والارض بخمسین الف سنة قال وکان عرشه علی الماء** (رواہ مسلم، مشکوٰۃ، باب الایمان بالقدر)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے مخلوقات کی مقادیر پر لکھوا دی تھیں جب کہ اس کا عرش پانی پر تھا جس سے صاف ظاہر ہے کہ عرش پہلے موجود تھا۔ علاوہ ازیں قلم کو پیدا کر کے یہ حکم دیا گیا تھا (کتب، لکھ) اس نے عرض کی، کیا لکھوں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **اکتب القدر** تقدیر خداوندی کو لکھ، **فکتب ما کان وما هو کائن الی الابد** (تو اس نے جو کچھ ہو چکا تھا وہ بھی لکھ دیا اور جو قیامت تک ہونے والا تھا وہ بھی لکھ دیا) جس سے صاف ظاہر ہے کہ قلم سے پہلے مخلوقات تھیں جس کو ما کان سے تعبیر کیا گیا۔ جب یہاں اولیت ہی اضافی ہے تو اس حدیث کی آڑ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ اقدس کی اولیت سے انکار کیوں ہے۔

اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ پہلے کوئی کام کیا جاتا ہے بعد میں حساب و کتاب ہوتا

ہے اور حساب و کتاب کرنے والا بعد میں آ کر اس چیز کے بارے میں لکھتا ہے کہ یہ کتنی تھی اور کون سی چیز تھی لہٰذا معلوم ہوا کہ پہلے نورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا گیا ہے۔

علامہ علی القاری کا قول نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں

علامہ علی القاری نے فرمایا: **فالاولیة اضافیة والاول الحقیقی فهو النور المحمدی علی بینته فی المورد للمولد**

نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اول حقیقی ہے جس طرح کہ رسالہ میلاد ''المورد للمولد'' میں اس کی تحقیق ہے اور قلم میں اولیت اضافی ہے اور یہی علامہ علی القاری (مرقات جلد اول، ص 146) پر علامہ حجر ہیتمی مکی کے حوالے سے فرماتے ہیں۔

قال ابن حجر اختلفت الروایات فی اول المخلوقات وحاصلها کما بینتها فی شرح اشمائل الترمذی ان اول النور الذی خلق منه علیه الصلوٰۃ والسلام ثم الماء العرش اول المخلوقات۔

ابن حجر نے فرمایا: اول المخلوقات کون سی شے ہے اس میں روایات مختلف ہیں مگر ان میں تطبیق کی صورت وہ ہے جو میں نے شمائل الترمذی کی شرح میں ذکر کی ہے کہ سب سے اول وہ نور ہے جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا گیا اس کے بعد پانی اور بعد ازاں عرش۔

علامہ قسطلانی کا قول

علامہ قسطلانی نے قلم کے اول مخلوق ہونے کی بحث کرتے ہوئے فرمایا:

"قد اختلف هل القلم اول المخلوقات بعد النور المحمدی فقال الحافظ ابو یعلیٰ الهمد ان لاصح ان العرش قبل القلم

لما ثبت فی الصحیح (الی وروی احمد والترمذی من روایة ابی زرین مرفوعًا ان الماء خلق قبل العرش وروی السدی باسانید متعددة ان الله لم یخلق شیأ مما خلق قبل الماء فیجمع بینه وبین ماقبلهٗ بان اولیة القلم بالنسبة الیٰ ما عدالنور المحمدی والماء والعرش وقیل الاولیة فی کل بالاضافة الیٰ جنسه ای اول ما خلق الله من الانوار نوری وکذا فی باقیها (مواھب لدنیہ مع زرقانی جلداول،ص47)

اس سوال کے جواب میں آیا قلم نور محمدی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد اول المخلوقات ہے۔علماء کا اختلاف ہے۔حافظ ابویعلیٰ ہمدانی فرماتے ہیں کہ اصح یہ ہے کہ عرش قلم سے پہلے پیدا کیا گیا ہے اور علامہ زرقانی نے اس کو جمہور مذہب مختار قرار دیا ہے کیونکہ حدیث صحیح سے ثابت یہی ہوتا ہے اور وہ حدیث ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں اور احمد وترمذی نے حضرت ابوزرین رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت نقل کی ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ پانی عرش سے پہلے پیدا کیا گیا ہے اور سدی نے متعدد اسانید سے ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے پانی سے پہلے کوئی شے پیدا نہیں فرمائی تو ان مختلف روایات میں تطبیق اور موافقت اس طرح پیدا کی جائے گی کہ قلم کا اول الخلق ہونا نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پانی، عرش کے ماسواء کے اعتبار سے اور یہ توجیہہ بھی کی گئی ہے کہ ہر شے کی اولیت اپنی اپنی جنس کے لحاظ سے ہے یعنی انوار میں سے سب سے پہلے نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا گیا اور اقلام میں سے اس قلم کو اور جن اشیاء پر عرش کا لفظ بولا جاتا ہے ان میں سے اسی عرش اعظم کو سب سے پہلے پیدا کیا گیا۔

دیوبندیوں کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کا انکار کرنا

دیوبندی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور نہیں ہیں وہ یہ آیت پیش کر کے نور

ہونے کی نفی کرتے ہیں۔

قل لو کان فی الارض ملائکة یمشون مطمئنین لنزلنا علیهم من السماء ملکا رسولًا

فرما دیجئے اگر زمین میں فرشتے موجود ہوتے جو اطمینان کے ساتھ یہاں بستے اور رہائش پذیر ہوتے تو ہم ان کی طرف آسمان سے فرشتے رسول بنا کر بھیجتے اور چونکہ زمین میں تو انسان آباد ہیں لہٰذا اب رسول فرشتہ نہیں ہو گا بلکہ انسان۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''لو جعلناه ملکا لجعلناه رجلًا'' اگر ہم فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجیں گے تو بھی انسان اور مرد کی حالت میں بھیجیں گے اور 'لو' کا کلمہ نفی پر دلالت کرتا ہے لہٰذا ثابت ہو گیا کہ نہ ہم نے رسول فرشتہ بنایا اور نہ فرشتہ کو انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نور نہیں ہیں۔

مسلمانو! دیکھو کیسے گندے ذہن ہیں اور قرآن کی آیت غلط استدلال سے پیش کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی نفی کر رہے ہیں، کیسے گستاخان رسول ہیں۔

ان لوگوں کو یہ بھی پتہ نہیں کہ نور ہونا اور چیز ہے اور فرشتہ ہونا اور چیز ہے اور کسی کے فرشتہ ہونے کی نفی کر دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ نور نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

هو الذی جعل الشمس ضیاءً والقمر نورًا

اللہ ہی وہ ذات والا ہے جس نے سورج کو ضوفگن بنایا اور چاند کو نور بنایا۔

یہاں پر نہ سورج فرشتہ اور نہ چاند فرشتہ ہے جس کو جوہر مضئی اور ضیاء نور کا سرچشمہ کہا گیا ہے جب ان کا نور ہونا ان کے ملک ہونے کو مستلزم نہیں اور ملک وفرشتہ

ہونے کی نفی ان کے نور ہونے کی نفی کو مستلزم نہیں ہے تو یہ قیاس واستدلال لغو وباطل ٹھہرا جس میں نہ رفع مقدم تالی کو مستلزم اور نہ ہی رفع تالی رفع مقدم کو مستلزم ہے اور نہ ان میں تلازم عقلی اور نہ عادی اور عرفی۔

دیوبندی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ارواح نورانی ہیں مگر وہ فرشتے نہیں۔ ہماری آنکھ میں نور موجود ہے مگر وہ فرشتہ نہیں۔ جگنو میں نور موجود ہے مگر وہ فرشتہ نہیں۔ ہر نار میں نور موجود ہے مگر نہ نار فرشتہ ہے نہ اس کی نورانیت اور روشنی۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں۔

دیوبندیوں کا یہ کہنا کہ نور ہونا اور فرشتہ ہونا ایک چیز ہے

دیوبندی اللہ تعالیٰ کے اس قول "**لو جعلناہ ملکاً لجعلناہ رجلاً**" سے یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں کہ نور ہونا اور فرشتہ ہونا ایک چیز ہے اور کلمہ "لو" کا نفی کے لئے ہوتا ہے لہٰذا جب فرشتہ ہونے کی ذات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نفی ہوگئی تو نور ہونے کی بھی نفی ہوگئی۔ اس توہم فاسد کی قلعی تو کھل چکی کہ نور ہونا اور فرشتہ ہونے میں عینیت واتحاد نہیں ہے اور نہ فرشتہ ہونے کی نفی سے نور ہونے کی نفی لازم آتی ہے لہٰذا نہ اس آیت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار نورانیت میں پیش کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس قول باری تعالیٰ کو "**ولا اقول لکم انی ملک**"

"یعنی میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میں فرشتہ ہوں" کیونکہ اس میں بھی فرشتہ ہونے کی نفی ہے نہ کہ نور ہونے کی۔

اب میں یہ پوچھتا ہوں کہ اے گستاخانِ رسول، لو کا لفظ تو دلالت کرتا ہے شرط اور جزا کی نفی پر جس میں نفی اول علت ہو نفی ثانی کی نفی علامت اور دلیل ہو نفی اول کی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں (لولا) کا لفظ بھی وارد ہوا ہے جو وجود اول (شرط) پر دلالت کرتا ہے اور نفی ثانی یعنی جزاء کی نفی پر تو پھر ان احادیث کو رکھ کر کیوں

نہ عقیدہ رکھا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب اس وقت موجود تھے جب آدم علیہ السلام نہیں تھے تو لامحالہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل وجود نوری ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت نوری اور اس وجود وحقیقت کے لحاظ سے اول الخلق علی الاطلاق ہیں تو لیجئے اس اجمال کی تفصیل ملاحظہ کیجئے اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اس دعویٰ پر استدلال کا مشاہدہ کیجئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سابق ہونا

حضرت آدم علیہ السلام نے نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک عرش پر دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا کہ اگر محمد نہ ہوتے تو میں تم کو پیدا نہ کرتا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی

امام سیوطی نے خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ 7 پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے جس کو حاکم نے روایت کیا ہے اور اس کی تصحیح فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی نازل فرمائی: **آمن وبمحمد ومرمن ادرکہ من امتك ان یومنوا به فلولا محمد ما خلقت آدم ولا الجنة ولا النار** (الحدیث)

خود بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایئے اور اپنی امت کو بھی حکم دیجئے کہ ان میں سے جتنے لوگ ان کا زمانۂ ظہور پائیں ان پر ایمان لائیں کیونکہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم موجود نہ ہوتے تو میں نہ آدم کو پیدا کرتا اور نہ ہی جنت کو اور دوزخ کو۔

اللہ تعالیٰ کا حضرت آدم علیہ السلام کی کنیت ابو محمد رکھنا

علاقہ قسطلانی نے مواہب میں الدار النظیم فی مولد النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

سے یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کو الہام فرمایا کہ میں نے تمہاری کنیت ابو محمد رکھی، تو انہوں نے عرض کی، اے اللہ! تو نے کیوں مجھے ابو محمد کی کنیت عطا فرمائی ہے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"یا آدم! ارفع رأسك فرفع رأسه فرای نور محمد صلی الله علیه وسلم فی سرادق العرش فقال یا رب ماهذا النور قال هذا نور نبی من ذریتك اسمه فی اسماء احمد وفی الارض محمد لولاه ما خلقتك ولا خلقت سماء ولا ارضا."

ترجمہ: اے آدم علیہ السلام! اپنے سر کو اٹھائیے، جب انہوں نے اپنا سر بلند کیا تو سراپردۂ عرش میں نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر دریافت کیا اے پروردگارِ عالم! یہ نور کیا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ تیری ذریت اور اولاد میں سے ایک عظیم نبی کا نور ہے جسکا نام آسمان میں احمد ہے اور زمین میں محمد اگر ان کا وجود نہ ہوتا تو تجھے پیدا نہ کرتا اور نہ کسی آسمان کو پیدا کرتا اور نہ زمین کو۔

تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام نور ہیں کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام نے نور کے متعلق سوال کیا ہے نہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے بارے میں تو گستاخِ رسول مان جاؤ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں، تم کیوں نہیں مانتے۔ اٹکل پچکو چھوڑ دو ورنہ یاد رکھو

حشر میں کیسے دکھاؤ گے اپنا چہرہ
خودی کو افسوس کرو گے ہو گا منہ پے پھیرہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو افلاک بھی نہ ہوتا

علامہ خرپوتی نے عقیدۃ الشہداء شرح قصیدہ بردہ میں امام بوصیری کے اس قول

کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا:

لولاہ کم یخرج الدنیا من العدم

تلمیح الی مانقل فی الحدیث القدسی...... لو لاك لما خلقت الافلاك

اس بیت میں حدیث قدسی کی طرف تلمیح اور اشارہ ہے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم موجود نہ ہوتے تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا اور فرماتے ہیں کہ حدیث قدسی میں ذکر اگرچہ افلاک کا ہے لیکن مراد اس سے تمام مخلوقات ہیں، اطلاق لا سم الجزء علی الکل

اور یہاں خبر سے کل کو تعبیر کیا گیا ہے اور اس طرح اس حدیث قدسی کی طرف اشارہ ہے کہ جو شب اسراء بارگاہ خداوندی میں سر بسجود ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا: انا و انت وما سوی ذالك خلقته لا جلك

میرا مقصود آپ اور آپ کا مقصود میں اور باقی سب کچھ تمہاری وجہ سے اور تمہارے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ جس کے جواب میں امام المتواضعین صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کی:

انا وانت وما سوی ذالك تر كته لا جلك

میں تیرا ہوں اور تو میرا ہے باقی سب تیرے نام پر قربان کرتا ہوں۔

مجھ کو وہ بخشتے تھے دو عالم کی نعمتیں
میرے غرورِ عشق نے انکار کر دیا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو زمین و آسمان نہ ہوتے

علامہ حلبی نے اپنی سیرت میں صاحب شفاء الصدور کے حوالہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ

سے یہ حدیث قدسی نقل فرمائی ہے۔

یا محمد وعزتی وجلالی لولاك ما خلقت ارضی ولا سمائی ولا رفعت ھذہٖ الخضراء ولا بسطت ھذہ الغبراء وفی روایة عنه ولا خلقت سماءً ولا ارضا ولا لولاً ولا عرضاً

(جلد اول، ص 357)

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی عزت وجلالت کی قسم اگر آپ موجود نہ ہوتے تو میں نہ اپنی زمین کو پیدا کرتا اور نہ اپنے آسمان کو نہ اس نیلگوں خیمہ کو ایستادہ کرتا اور نہ اس مٹیالے فرش کو بچھاتا اور دوسری روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح منقول ہے کہ میں نہ کسی آسمان کو پیدا کرتا اور نہ کسی زمین کو اور نہ ہی طول وعرض کو۔

اعلیٰ حضرت کی روح تڑپ اٹھتی ہے فرماتے ہیں کہ

زمین وزمان تمہارے لیے، مکین ومکان تمہارے لیے
چنین وچناں تمہارے لیے، بنے دو جہاں تمہارے لیے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور علیٰ نور ہیں

حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز کی مدارج النبوت سے نورانیتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق منقول عبارت ہے۔

نور علیٰ نور یهدی الله لنورهٖ من یشاء

اور قاضی بیضاوی کی تفسیر سے انی جاعل فی الارض خلیفه میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے۔

الاتری ان الانبیاء لما فاقت قوتهم واشتعلت قریحتهم بحیث یکاد زیتها یضیئ ء ولو لم تمسه النار ارسل الله

الیهم الملائکة

ان دونوں عبارتوں میں تلویح بلکہ تصریح موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی کا مصداق حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یعنی مثل نورهٖ کمشکٰوة فیها مصباح المصباح فی زجاجة اور جس نور کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں اور زمینوں کو منور اور روشن فرمایا ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور مثل نورہٖ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی تمثیل ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی نورٌ علیٰ نور کہا گیا ہے اور دوسرے مقام پر فرماتے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نور کے ساتھ موسوم کرنے میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرف تلمیح اور اشارہ ہے۔ الله نور السمٰوٰت والارض ۔

لہٰذا آسمان وزمین میں صرف نورِ الٰہی ہی کی جلوہ گری ہے اور جملہ موجودات میں وہی جاری وساری ہے اور وہی نیر وجود وحیات ہے اور نیر جمال وکمال اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مظہر اتم ہیں اور اس کے ظہور کا واسطہ اکمل۔ (مدارج النبوت جلد اول ص 63)

طبرانی، ابن عدی، ابن مردویہ اور ابن عسا کر نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ: مثل نورهٖ کمشکٰوة فیها مصباح المصباح فی زجاجة الزجاجة کانها کوکباً

دری الآیہ میں مشکوٰۃ (طاق) سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دلِ اقدس ہے اور مصباح سے مراد وہ نور ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دلِ اقدس میں ہے۔

والمصباح النور الذی فی قلبه اورتو قد من شجرة مبارکة

یعنی اس چراغ کو جس مبارک درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا ہے وہ درخت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور لاشرقیه ولاغربیه سے مراد یہ ہے کہ وہ نور یہودی ہیں اور نہ نصرانی بلکہ خالص مسلم ہیں۔

عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے شمر بن عطیہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت کعب احبار کے پاس تشریف لائے اور فرمایا:

مجھے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے متعلق خبر دیجئے،

اللّٰہ نور السمٰوٰت والارض مثل نورہٖ

تو انہوں نے فرمایا:

مثل نور محمد کمشکوٰۃ المشکوٰۃ ضربها مثلًا لغه فيها مصباح والمصباح قلبه فی زجاجة الزجاجة صدرهٗ كانها كوكب دری شبه صدر محمد بالكو كب الدرى (الى) يكاد زيتها يضیئ قال يكاد محمد يبين للناس ولو يتكلم انه نبی كما يكاد ذالك الزيت انه يضیئ ولو لم تمسه النار"

(درمنثور جلد 5 ص49)

اس تمثیل سے نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تمثیل مقصود ہے اور مشکوٰۃ طاق کو کہتے ہیں جو یہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ مبارک کی تمثیل ہے، مصباح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دلِ اقدس ہے اور زجاجہ سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینۂ انور ہے جو کہ کوکب دری اور چمکتے ستارے کی مانند ہے اور زیتون سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی علاماتِ نبوت اور شواہد رسالت ہیں جو ہر ایک پر نمایاں ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت سے پہلے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کو آشکارہ کرنے والی ہیں جیسے کہ زیتون کو جلانے سے پہلے ہی قریب ہے کہ وہ خود جل اٹھے۔

لولم تكن فيه ايات مبينة كانت بد اهته تنبيك عن خبره (روح المعانی جلد18 ص156)

اللہ تعالیٰ کا نور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں چراغ کی مانند جو طاق میں ہے

ابن مردویہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے:

"مثل نوره يا محمد فی قلبك كمثل هذا المصباح فی هذهٖ المشكوٰة"

اللہ تعالیٰ کا نور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل اقدس میں ہے وہ اس چراغ کی مانند ہے جو اس طاق میں ہے۔

(الى) يكاد محمد ينطق بالحكمة قبل ان يوحٰى اليه با النور الذى جعل الله فی قلبه

قریب ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حکمت کیساتھ ناطق اور گویا ہوں قبل اس کے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی نازل کی جائے بسبب اس نور کے جو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل اقدس میں ودیعت فرمایا ہے۔

• وكذا نقل القاضی عياض فی الشفا عن ابن عباس وكعب الاحبار وسعيد بن جبير

(شفا مع نسیم الریاض وشرح شفاء) (لعلی القاری، ص109، 110)

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر رحمتہ اللہ علیہ سے نقل فرمایا:

مثل نورهٖ قال محمد صلى الله عليه وسلم يكاد زيتها يضیئ قال يكاد من رأى محمد ايعلم انه رسول الله وان

لم یتکلم

نور سے مرادذاتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو اللہ تعالیٰ کے نور ہیں اور یکاد زیتھا یضیئ سے مراد یہ ہے کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک نظر دیکھ لے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بولنے اور دعویٰ نبوت کرنے سے پہلے جان لیتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

(درمنثور جلد 5، ص 49)

حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمتہ اللہ علیہ سے منقول ہے:

مثل نورہ کمشکوۃ فیھا مصباح سے مراد ہے: مثل نور محمد اذا کان مستودعا فی الاصلاب۔

یعنی مصباح سے مراد نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور مشکوٰۃ سے مراد ہر وہ پشت ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ اقدس منتقل ہوا۔

(شرح شفا، جلد اول، ص 111)

الحاصل ان تفسیری اقوال سے ظاہر ہوگیا کہ یہاں پر نور سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ قلب ہے۔ بعض تفسیری اقوال میں یہاں پر نورِ مومن کی تمثیل مراد ہے اور ظاہر ہے کہ مومن کے دل میں جو نور ہے وہ عکس نہیں ہے تو ہے اس سراجِ منیر کے انوار وتجلیات کا۔ لہٰذا اگر قلب مومن کے نور والی تفسیر درست اور قابل قبول ہے تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ قلب والی بطریق اولیٰ بلکہ سراج منیر اور اس مصباح میں جو مناسبت ہے اس کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ اس مصباح سے مراد ہی فقط نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہو کیونکہ اس مصباح اور چراغ کے لیے جو شرائط ذکر کئے گئے ہیں یعنی طاق میں ہونا اور شیشہ کا انتہائی صاف وشفاف ہونا اور جس زیتون سے روشن ہے اس کا اس قدر جلنے کی استعداد رکھنا کہ خود بخود جل اٹھے، یہ سب امور اس مصباح

کی روشنی میں اضافہ کے لئے اعتبار کیے گئے ہیں۔ اگر ان کا فقدان ہوگا تو اس کی روشنی مدہم ہوگی اور بے سود اور یہ شرائط اور قیود وصفات موجود ہوں گے تو پھر وہاں روشنی ہی روشنی ہوگی لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سراجِ منیر ہونا بھی اسی تفسیر کا مؤید ہے کہ یہاں تمثیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ اقدس کی ہو۔

اس کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف اہل ارض کے لئے رسول و نبی نہیں ہیں بلکہ ساری مخلوق ارضی وسماوی اور روحانی ومادی کے لئے رسول ہیں اور اللّٰہ نور السمٰوٰت والارض کی مناسبت سے مراد ایسا نور ہونا چاہیے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو روشن فرمایا لہٰذا وہ نور بھی صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہی ہے۔

نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی سے جھلکتا تھا

ثم کان نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم یری فی جبهة آدم

ترجمہ: یعنی نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں سے جھلکتا تھا۔ (الوفاء، ص 34)

تو معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پہلے ہی سے موجود تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جبینِ منور

حضرت ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک دن چرخہ کات رہی تھیں جبکہ قریب ہی سید عالم، حبیبِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نعلین شریف مرمت فرما رہے تھے۔ گرمی کے باعث جبین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر پسینے کے قطرے ستاروں کی طرح چمک رہے تھے، ایسے محسوس ہوتا تھا کہ جمالِ حبیب پر انوار کی بارش ہو رہی ہے۔ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

فجعل جبینه یعرق وجعل عرقه یتولد نوراً فبهت

یہ منظر دیکھ کر میں مبہوت ہوگئی۔

فقال ملك بهت ؟ قلت جعل جبينك يعرق وجعل عرقك يتولد نوراً.

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: عائشہ تم مبہوت کیوں ہو رہی ہو، میں نے عرض کی، آپ کی جبین اقدس پر پسینہ اس انداز میں پیدا ہو رہا ہے گویا اس سے نور کے فوارے پھوٹ رہے ہیں۔

ولو رأك ابوالكبير هذلي يعلم انك احق بشعره حيث يقول:

اگر آپ کی اس کیفیت کو ابو کبیر ہذلی (شاعر) دیکھ لیتا تو یقیناً پکار اٹھتا کہ حقیقتاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذاتِ اقدس اس کے ان اشعار کے مصداق ہے۔

ومبرا من كل غير حيضة
وفساد مرضعة وداء مفيل
واذا انظرت الى اسرة وجهه
برقت بروق العارض المتهلل

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات حیض کی ہر آلودگی اور دودھ پلانے والی کی اس خرابی سے بَری ہے جو زمانہ شیرنوشی میں مرض صحبت سے ہوتی ہے۔

اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی کے شکن دیکھتا ہوں تو وہ ایسے چمکتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں جیسے باریک سے بادل میں چاند چمکتا دکھائی دیتا ہے۔

فوضع رسول الله صلى الله عليه وسلم ما كان في يده وقام اتى فقبل بين عين وقال جزاك الله يا عائشه خيراً فما انكرانى سررت كسرورى بكلامك.

ترجمہ: یہ اشعار سنتے ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ میں جو کچھ بھی تھا رکھ دیا اور دعا سے نوازا، فرمایا: اے عائشہ! اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر عطا فرمائے مجھے جہاں تک یاد پڑتا ہے اتنا کبھی بھی خوش نہیں ہوا جتنا آج تیرے اشعار پڑھنے سے مجھے سرور حاصل ہوا۔ (الدر المنظم)

تو ثابت ہوا کہ نور کہنا اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کی سنت ہے اور سنی اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نور مانتے ہیں کہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جبین سے جو نور پھوٹ رہا تھا اس کی تعریف کی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ذکر سے سرور حاصل کرتے ہیں اسی لیے سنی محفل میلاد وغیرہ کرواتے ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مسرور ہوتے ہیں۔

فرشتوں کا حضرت آدم علیہ السلام کی پشت کے پیچھے کھڑے ہو کر درود وسلام پڑھنا

اللہ تعالیٰ نے جب سیدنا آدم علیہ السلام کی پشت مبارک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو ودیعت فرمایا تو ان کی پشت مبارک کے پیچھے کھڑے ہو کر فرشتے درود وسلام پڑھنے لگے۔ سیدنا آدم علیہ السلام نے عرض کیا، الٰہی؟ فرشتے میرے پیچھے کھڑے کیا دیکھ کر درود وسلام پڑھ رہے ہیں؟ آواز آئی:

ينظرون الى نور محمد ويصلون عليه

یہ نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے محظوظ ہو کر ان پر درود شریف پڑھ رہے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ اطہر میں نورانیتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ عرض کیا یا اللہ! مجھے بھی اس نورِ مقدس کی زیارت سے مشرف فرما

تو اللہ تعالیٰ نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو ان کی انگلیوں کے ناخنوں میں ظاہر فرمایا۔

حضرت آدم علیہ السلام نے فرطِ محبت سے انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگا لیے، پھر کیا ہوا،

مولوی عبدالستار صاحب اکرام محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں تحریر فرماتے ہیں:

حضرت نے اوہ انگلی چُم کے اکھاں اوپر لائی
پڑھ صلوٰۃ نبی دے اتے عزت خوب بڑھائی
بانگ وچالے سنت آدم اوتھوں مومن کردے
نام نبی دا سن انگوٹھے چُم اکھیاں تے دھردے

سنی انگوٹھے کیوں چومتے ہیں

سنی انگوٹھے کیوں چومتے ہیں، سنی انگوٹھے اس لیے چومتے ہیں کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام میں سے ہیں کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام نے فرطِ محبت میں آ کر انگوٹھے چومے تھے اور سنی حضرات بھی فرطِ محبت میں آ کر انگوٹھے چومتے ہیں لہٰذا معلوم ہوا کہ سنی حضرات آدم علیہ السلام میں سے ہیں اور گستاخانِ رسول شیطان میں سے ہیں کیونکہ اس نے سجدے سے انکار کر دیا تھا کیونکہ سجدہ تو حضور ﷺ کے نور کو ہو رہا تھا اس لئے شیطان نے انکار کر دیا اور یہ اپنے باپ شیطان کی پیروی کر رہے ہیں کہ انہوں نے انگوٹھے چومنے سے انکار کر دیا ہے کہ یہ بدعت ہے اور ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ انگوٹھے چومنا اس وقت جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک آ جائے یہ سنیوں کی جان ہے اسی لیے تو ہمارا ایمان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ہمارا دل قربان ہے باقی سب ویران ہے۔

ولادتِ باسعادت کے وقت مشرق ومغرب روشن ہوگئے

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث نقل کی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا نور تھا جس نے مشرق ومغرب کو روشن کر دیا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نورانیت کی بدولت حجرہ مبارک میں ہوتے ہوئے اور آفتاب آسمانی طلوع ہونے سے قبل شام کے محلات کو اپنی آنکھوں سے ملاحظہ ومشاہدہ فرمایا۔ ان میں چند الفاظ یہ ذکر کیے گئے ہیں: عن ابن عباس رضی اللہ عنھما (لی) حتی وضعتہ فلما فصل منی خرج معہ نور اضاء لہ مابین المشرق والمغرب (خصائص کبریٰ، ص46)

و ان ام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات حین وضعتہ نوراً اضاء ت لہ قصور الشام

اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

فاضاء لی مابین المشرق والمغرب حتیٰ نظرت الی بعض قصور الروم

اور بعض روایات میں ہے:

فلما ولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم امتلات الدنیا کلھا نوراً

اور بعض میں اس طرح ہے:

سطح منھا نور اضاء ت لہ قصور بصریٰ

الحاصل ان روایات سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ نورانیت بھی واضح ہے اور منیر ہونا بھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مدینہ شریف میں قدمِ اقدس رکھا تو مدینہ کی ہر چیز منور ہوگئی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں قدمِ اقدس رکھا تو صحابہ کرام علیہم الرضوان مدینہ منورہ کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

لما کان الیوم الذی دخل فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ اضاء منھا کل شئ

اور ایک روایت میں ہے:

فلم ار یوماً احسن ولا اضوٴ منہ (حاکم بیہقی وابن سعد)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے مدینہ منورہ کی ہر چیز روشن ہوگئی اور میں نے اس دن سے زیادہ حسین اور نورانی دن نہیں دیکھا تھا اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا سے ظاہری پردہ فرمایا تو اس وقت کی کیفیت بھی صحابہ کرام کی زبانی سماعت فرمائیے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لما کان الیوم الذی مات فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اظلم من المدینۃ کل شئ اخرجہ ابن سعد والحاکم والبیہقی

ترجمہ: جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہری پردہ ہوا اس دنیا سے تو مدینہ کی ہر چیز تاریک نظر آتی تھی۔ (خصائص کبریٰ، جلد ثانی، ص378)

چہرۂ انور سورج کی طرح روشن

حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کی

زیارت کے بعد اپنے تاثرات کا ان الفاظ میں اظہار فرماتی ہیں کہ

رأیت رجلاً ظاھر الوضاءۃ متبلج الوجہ

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس میں سورج کی سی تابانی اور درخشندگی تھی۔ (سبل الہدیٰ جلد 2، ص56)

چہرۂ انور چودھویں رات کی طرح منور

حضرت ابن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مخفاً مفخفاً یتلالا وجھہ وتلا لو القمر لیلۃ البدر۔

ترجمہ: مشاہدہ کرنے والوں کی نظروں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم عظیم، بزرگ، معظم اور مہیب تھے گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور چودھویں رات کے چاند کی مانند روشن اور تاباں تھا۔

(مدارج النبوۃ اردو ترجمہ جلد 1 ص14)

سب سے زیادہ حسین اور جمیل

بخاری شریف اور مسلم شریف میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں میں سب سے زیادہ خوبرو اور خوش خو تھے۔

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ

ما رأیت شیئاً احسن من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین اور بہتر کسی چیز کو نہیں دیکھا۔ (مدارج النبوۃ جلد 1 ص11)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہونے کی وجہ سے سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا

حضرت علامہ امام جلال الدین سیوطی نے نقل فرمایا ہے کہ

قال ابن سبع من خصائصه صلى الله عليه وسلم ان ظله كان لا يقع على الارض لانه كان نوراً مشى فى الشمس او القمر لا ينظرله ظل.

ترجمہ: ابن سبع نے فرمایا کہ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نور تھے۔ سورج اور چاند کی روشنی میں جب چلتے تھے تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نظر نہیں آتا تھا۔ (خصائص کبریٰ، جلد 1، ص 68)

حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ان الله تعالىٰ ما اوقع ظلك على الارض لئلا يضع انسان قدمه على ذالك الظل

ترجمہ: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ زمین پر پڑنے نہیں دیا تاکہ اس پر کسی انسان کا قدم نہ پڑ جائے۔

(تفسیر مدارک التنزیل جلد 2، ص 103)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور سورج اور چراغ پر غالب

حضرت سیدنا عبداللہ بن مبارک اور حافظ ابن جوزی رضی اللہ عنہما نے حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت فرمایا ہے کہ

لم يكن لرسول الله صلى الله عليه وسلم ظل ولم يقم مع شمس الاغلب ضوء ه ضوء ها ولا مع السراج الاغلب ضوء ه

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہیں تھا نہ سورج کی دھوپ میں نہ چراغ کی روشنی میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور سورج اور چراغ کے

نور پر غالب رہتا تھا۔ (خصائص کبریٰ جلد 1، ص 68)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد سے نور کا جھلکنا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد کے چہروں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور جھلکتا تھا اور ابرہہ اس نور کو جناب عبدالمطلب کی پیشانی میں جھلکتے دیکھ کر تعظیم کرتے اور اس کے متکبر اور سرکش ہاتھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سرنگوں ہوتے تھے۔

دیوبندی حضرات جس کو اپنا بڑا پیشوا کہتے ہیں اور اکثر اس کی پیروی کرتے ہیں وہ ابرہہ کے واقعے کو نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

ان کی صورت دیکھتے ہی اس نے بایں جہت کہ عظمت اور مہابت نور شریف کی ان کے چہرے سے نمایاں تھی ان کی نہایت تعظیم کی اور تخت سے اتر بیٹھا...... تا...... بالجملہ ایسی عظمت نورِ مبارک کی تھی کہ بسبب اس کے بادشاہ ہیبت میں آجاتے اور تعظیم وتکریم کرتے۔

(مولوی اشرف علی تھانوی: نشر الطیب، ص 21)

اور اس سے پہلے ایک روایت میں نقل کیا ہے کہ عبدالمطلب کے جسم سے مشک کی خوشبو آتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ان کی پیشانی میں چمکتا تھا اور جب قریش میں قحط ہوتا تو عبدالمطلب کا ہاتھ پکڑ کر ثبیر کی طرف جاتے تھے اور ان کے ذریعے حق تعالیٰ کے ساتھ تقرب ڈھونڈتے اور بارش کی دعا کرتے تو اللہ تعالیٰ بہ برکت نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم بارانِ عظیم مرحمت فرماتے اور ایک روایت یوں ہے کہ فاطمہ خثعمیہ نے حضرت عبداللہ کے چہرے میں نورِ نبوت دیکھا تو اپنی طرف بلایا تو انہوں نے انکار کر دیا۔ (کذا فی المواہب، ص 20)

آج کل کے گستاخانِ رسول کو عبرت پکڑنی چاہیے کہ جو مولوی اشرف علی تھانوی

کی تقلید کرتے ہیں اور اس کو اپنا پیشوا سمجھتے ہیں، وہ تو خود حضور علیہ السلام کو نور سمجھ رہا ہے لیکن اس کے چیلے اپنے پیشوا کو چھوڑ گئے کیونکہ اگر وہ اس کی پیروی کرتے ہیں تو ان کو روٹی نہیں ملے گی جو کہ ان کو صرف اسی وجہ سے دی جاتی ہے کہ تم مکمل طور پر بائیکاٹ کرو اور ہم تمہارے ساتھ ہیں اور تمہیں بھوکا نہیں مرنے دیں گے۔

فائدہ: جب ابرھہ حملہ آور ہوا تھا تو نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ ماجدہ کے بطن اقدس میں پہنچ چکا تھا لیکن پھر بھی اس کے اثرات اور تجلیات جناب عبدالمطلب سے ہلالی شکل میں نمودار ہوتے اور ان کے کوہ ثبیر پر موجود ہونے کے باوجود کعبہ مبارک پر اس نور کی شعاعیں پڑیں جس طرح تھانوی صاحب نے بھی لکھا۔

(ا) اس وقت نورِ مبارک عبدالمطلب کی پیشانی میں گول بطور ہلال کے نمودار ہو کر خوب درخشاں ہوا یہاں تک کہ شعاع اس کی خانہ کعبہ پر پڑی۔ عبدالمطلب نے یہ بات دیکھ کر قریش سے کہا: چلو! یہ نور اس طرح میری پیشانی میں جو چمکا یہ دلیل ہے اس بات کی کہ ہم غالب رہیں گے۔

(مواہب، ص21)

مواہب لدنیہ میں اصل عبارت اس طرح ہے:

فرکب عبدالمطلب فی قریش حتی طلع جبل ثبیر فاستدرات دارة غرة رسول الله صلی الله علیه وسلم علی جبهته کالهلال واشتد شعاعها علی البیت الحرام مثل السراج فلما نظر عبدالمطلب الی ذالك قال یا معشر قریش ارجعوا فقد کفیتم هذا لامر فوالله ما استدار هذا النور منی الا ان یکون الظفر لنا۔ (ص85 جلد اول)

جب عبدالمطلب ابرھہ کے پاس پہنچے اور اس کے ہاتھی محمود کی نظر آپ پر

پڑی تو "خر ساجداً" وقال السلام علی النور الذی فی ظهرك یا عبدالمطلب (ص86)

سجدہ میں گر گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو قوت گویائی عطا کی اور اس نے کہا:

سلام ہو اس نور پر جو تیری پشت میں ہے اے عبدالمطلب۔

تو اس سے واضح ہو گیا کہ جب جوہر نورانی کی تیسری جگہ پر پہنچ جانے کے باوجود جناب عبدالمطلب کی پیشانی اس نور سے منور دکھائی دیتی ہے اور ابرھہ اسے دیکھ کر مرعوب ہوا جاتا ہے تو اس نورِ اقدس کے جوہر میں کس قدر ضیاء اور اثارت ہو گی۔ اسی لیے فرمایا: وسراجاً منیرا۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا نور کے بارے میں قول

امام اہلسنّت مولانا الشاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس مسئلہ پر بڑی مؤثر اور مدلل تصانیف موجود ہیں جن میں بڑی وضاحت سے تحریر کیا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم انور کا سایہ نہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نورِ مبین ہیں اور نور کا سایہ نہیں۔

اسی طرح آپ نے اپنے نعتیہ کلام میں اس مشہور معجزے کو نہایت ایمان پرور الفاظ میں منظوم فرمایا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے آپ کی گراں قدر تصانیف میں سے قمر التمام فی نفی الظل عن سید الانام، نفی الفی عمن استنار بنوره کل شئ صلاة الصفا فی نور المصطفیٰ صلی الله علیه وسلم، هدی الحیران فی نفی الفئ عن سید الاکوان اور حدائق بخشش وغیرہ البتہ یہاں آپ کے والد ماجد امام الاصفیاء حضرت مولانا نقی علی خان رحمۃ اللہ علیہ کی ایک حسین وجمیل تحریر پیش کی جاتی ہے جس میں اسی مسئلہ کو وہ ایسے رنگ میں لائے ہیں کہ سبحان اللہ! ذرا انداز کی خوبی ولطافت دیکھئے اور اپنے عقیدے کو جلا بخشیے۔

"سایہ بلند پایہ اس قدر زیبا کا عنقاء قاف نایابی ہے یا سرمہ چشم عدم" اور ظل ہمایوں اس سایہ خدا کا عین نور یا نورِ عین نیر اعظم، ماہ منور کے قریب اندھیرا کس نے دیکھا ہے اور مہر انور کے پاس سایہ کب آ سکتا ہے۔

فتادہ سایہ ازاں خورشید رخ دور
کہ باہم راست ناید ظلمت ونور

اگر جسم نورانی کے لئے سایہ فرض کیا جائے تو نور کے سوا کیا نظر آئے گا۔ اگر وہ سایہ دیدۂ اصل بصیرت میں نہ سماتا تا نور معرفت انہیں نظر آتا؟ اور جو ظل ہمایوں آئینہ مہر ومہ میں منعکس نہ ہوتا آسمان انہیں آنکھ کا تارا نہ بناتا، مقام اس قامت سراپا عظمت کا اس سے برتر اور اعلیٰ ہے کہ ہمسر اس کا پایا جائے اور مرتبہ اس جسم مبارک کا اس سے بہت بالا ہے کہ پیرو اس کا چاکر افتاد نظر آئے۔

حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سراپا نور ہیں وہ نورِ حق نورِ علیٰ نور
کمشکوٰۃ ہے شان ان کی انہیں کیا واسطہ ظل سے

(دیوان نعیم)

نور کی نورانیت کی وجہ سے اسلام

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اکابر صحابہ میں شمار ہوتے ہیں، عشرہ مبشرہ السابقون الاولون میں شامل ہیں۔ سیدنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء خاص میں آپ ممتاز مقام پر فائز تھے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں وہ خلفاء رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب پر فائز ہونے کی صلاحیتوں سے آراستہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے فیصلہ اور ایثار کے باعث حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفۃ الرسول

اور امیر المؤمنین منتخب ہوئے۔ 32ھ کو پچھتر برس کی عمر شریف میں وصال فرمایا۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے قبل از وصال، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک میں دفن کرنے کی پیشکش کی تو آپ نے فرمایا: مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لیٹنے سے شرم آتی ہے لہٰذا جنت البقیع میں دفن کیا جائے۔ آپ کی وصیت کے مطابق حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شہزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان بن مظعون کے ساتھ ہی قبر میں دفن کیے گئے اور معلم الامتہ حضرت عبداللہ بن مسعود جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوسی اور رفیق خاص تھے بعد از وصال انہیں آپ کے پہلو میں دفن کیا گیا گویا کہ وہ عالم برزخ میں منازل قرب سے شادکام ہوئے۔ ان گنت خوبیوں کے مالک حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اپنے اسلام لانے کا تذکرہ یوں بیان فرماتے ہیں۔

"میں نے یمن کا سفر بارہا کیا اور ہمیشہ مسکان بن عواکن حمیری کے پاس قیام کرتا تھا اور وہ مجھ سے پوچھا کرتا تھا کہ تم میں کوئی شخص پیدا ہوا ہے جس کا چرچا لوگوں میں ہو، اس کا لوگ تذکرہ کرتے ہوں، کوئی ایسا شخص ہوا ہے جو تمہارے آبائی دین کی مخالفت کرتا ہوں، میں اس کا جواب نفی میں دیتا رہا، جس سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے، آپ کا بیان ہے کہ اس سال میں پھر یمن گیا اور اسی کے پاس ٹھہرا اور مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا علم بالکل نہ تھا۔ اس زمانہ میں وہ بوڑھا ہو چکا تھا اور اونچا سننے لگا تھا۔ میری اطلاع ہونے پر وہ باہر آیا۔ پٹی باندھی اور تکیہ لگا کر بیٹھا۔ اس کے اردگرد اس کے لڑکے پوتے سب جمع ہو گئے۔ مجھ سے میرا نسب نامہ پوچھا۔ میں بیان کرتا کرتا جب زہرہ پر پہنچا تو اس نے کہا ٹھہر جا۔ کیا میں تم کو ایسی بات کی اطلاع نہ دوں جو تجارت سے بہتر ہو۔ آپ نے جواباً کہا: ضرور ایسا کیجئے۔

اس نے کہا کہ میں تم کو بشارت دیتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے پہلے مہینہ میں تمہاری

قوم (قریش) میں ایک رسول مبعوث کیا ہے اور اسکو برگزیدہ اور مقبول بنایا ہے اور اس پر کتاب اتاری ہے اور کتاب پر عمل کرنے والوں کے لیے ثواب مقرر کیا ہے۔ اس کی تعلیم کا یہ خاصہ ہے کہ وہ بتوں (یعنی اللہ کے سوا سب کی پرستش سے منع کرتا ہے) اور دعوتِ اسلام دیتا ہے، اچھے کام کا حکم دیتا ہے اور خود بھی اچھے کام کرتا ہے اور بیہودہ باتوں سے منع کرتا ہے اور ان کو مٹاتا ہے۔ آپ نے دریافت کیا کہ وہ کس قبیلہ سے ہے تو اس نے جواب دیا کہ وہ نہ قبیلہ ازد سے ہے اور نہ شمالہ سے وہ بنی ہاشم سے ہیں اور تم اس کے ننھالی رشتہ دار ہو، آپ کو مخاطب کر کے کہا اے عبدالرحمٰن اس بات کو پوشیدہ رکھو اور جلد واپس جاؤ اور ان سے جا کر ملو اور ان کی دلدہی کرو اور میری طرف سے یہ التماس نامہ پیش کر دینا۔

اشهد بالله ذی المعالی

خالق اللیل والصباح

گواہ بناتا ہوں، اللہ بڑائی اور بزرگی والے کو جو رات دن کا ظاہر کرنے والا ہے۔

انك ذوایسر من قریش

یا ابن الغدی من الذباح

ترجمہ: بے شک آپ قریش میں رازدار ہیں، اے اس شخص کے بیٹے! جس کی قربانی کا فدیہ دیا گیا ہے۔

ارسلت تدعو الی یقین

وبرشد تلحق والفلاح

رسول بنا کر بھیجے گئے، یقینی باتوں کی طرح آپ دعوت دیتے ہیں اور حق دار اور بھلی باتوں کی ہدایت کرتے ہیں۔

اشهد با الله رب موسیٰ

ان ارسلت بالبطاح

قسم ہے موسیٰ کے رب کی میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ بے شک بطحا میں رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

فکن لی شفیعاً الی ملیك

یدعو البرا یا الی الفلاح

ہو جائیے شفیع اس کے مالک کے دربار میں جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلاتا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ اشعار مجھ کو یاد ہو گئے اور میں سفر سے بعجلت تمام واپس آیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جن کے ساتھ میرے مراسم محبت پہلے سے تھے، واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے اسلام لانے کی تحریک کی اور مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے گھر لے آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پر خوشی کے آثار نمایاں تھے۔ مجھے دیکھ کر فرمایا: ایسا چہرہ دیکھتا ہوں جسے دیکھ کر نیکی کی امید بندھتی ہے۔ دیکھئے اب اللہ تعالیٰ کیا کرتا ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن نے عرض کی، ایک امانت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں ایک مرسل نے پیغام بھیجا ہے وہ مجھے پہنچا دو۔ میں نے یہ اشعار یاد کر لیے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیئے۔

(سیرت نبویہ، ص1، ج1)

نورِ عظیم

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے والد ماجد حضرت وہب بن عبد مناف جب بچشم خود حضرت سیدنا عبداللہ ابن عبدالمطلب کی جلالت شان کا معائنہ کر چکے تھے تو

ان کے دل میں ایسے درنایاب کو اپنانے کی خواہش کا پیدا ہونا فطری تقاضہ تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنی نہایت پاکباز، عفت مآب صاحبزادی حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے عقد کے لئے حضرت عبدالمطلب سے بات کی تو انہوں نے آمادگی کا اظہار فرمایا اور پھر چند ہی دن بعد حضرت سیدنا عبداللہ کا نکاح سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا سے وقوع میں آیا۔

وہ نورلم یزل جس کی جھلک تھی روئے انور میں
نظر آنے لگی اس کی جھلک تقدیر مادر میں

اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِاقدس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد سے منتقل ہو کر آیا ہے اور نور پہلے ہی سے موجود تھا۔

شیطان کا نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر ختم کرنے کے منصوبے بنانا

جوں جوں نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت قریب آتا جا رہا تھا توں توں شیطان اپنی ذریت کے ذریعے نئے جال بن کر انہیں ختم کرنے کے منصوبے مرتب کرتا رہتا تھا۔ ادھر عبدالمطلب کی پشت مبارک سے حضرت عبداللہ کے صلب اطہر میں نورِ نبوت جاگزیں ہوا تو ادھر شیطان نے حضرت عبداللہ پر طرح طرح کے وار چلانے شروع کر دیئے۔

حضرت عبداللہ نہ صرف حضرت عبدالمطلب کی آنکھ کے تارے تھے بلکہ اس قریشی، ہاشمی شہزادے پر مکہ مکرمہ کا ہر بچہ بوڑھا، نوجوان، مرد وزن شیدا تھے۔ اس جواں کا حسن وجمال دیدنی تھا۔ شرافت کا یہ پتلا ایک روز طوافِ خانہ کعبہ سے فارغ ہو کر گھر کی طرف پلٹا ہی تھا کہ بنت مر الخثعمیہ حسینہ نے نور کو دیکھ کر اپنی طرف رغبت دلائی اور اپنی خواہش کی تکمیل پر ایک سو اونٹوں کے عطیہ کی پیشکش بھی کی تو حضرت عبداللہ نے ایک غیرت مند انسان کی طرح نہ صرف اس کی تمنا کا جنازہ نکال دیا بلکہ

اس کی پیشکش کو پائے حقارت سے ٹھکراتے ہوئے گویا ہوئے: فعل حرام کے ارتکاب سے تو مر جانا ہی اچھا، حلال کو بے شک میں پسند کرتا ہوں مگر اس کے لئے اعلان ضروری ہے کہ تم مجھے بہکاتی اور پھسلاتی ہو مگر شریف انسان کو لازم ہے کہ اپنی عزت اور دین کی حفاظت کرے۔

دکھائی مرد نے جب اس طرح سے شوکتِ ایماں
ہوئی شرمندہ عورت پست ہو کر رہ گیا شیطان

اس کے بعد جب گھر تشریف لائے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی طبیعت پر بے حد بوجھ تھا کہ میرے جیسے عفت مآب کی طرف اسے دیکھنے کی جرأت تک کیوں ہوئی۔ والد ماجد نے آپ کی اندرونی کیفیت کو جاننے کی کوشش کی مگر ایک غیرت مند انسان کی طرح آپ نے شرم وحیا سے کام لیتے ہوئے عرض کیا: ابا جان! اجازت فرمایئے تاکہ میں ہرن کا شکار کھیل آؤں؟ حضرت عبدالمطلب نے اجازت فرمائی۔ شکار کے لئے باہر تشریف لائے، انہی دنوں خیبر سے آئے ہوئے پانچ یہودی تاجر مکہ مکرمہ سے واپسی کا سامان باندھے باتیں کرتے جا رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا: میں نے تورات میں دیکھا کہ وادی عرب میں ایک نبی کا ظہور ہوگا۔ دوسرا بولا بے شک وہ ہماری قوم سے ہوگا۔ تیسرے نے تائید کی کہ بے شک ہماری قوم اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پیاری ہے لہٰذا حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد کے علاوہ نبی ہو ہی نہیں سکتا۔ چوتھے نے کہا وہ نبی مدینہ پاک سے اٹھے گا اور ہماری قوم سے ہوگا۔ پانچواں بھی انہیں کی تائید کر رہا تھا کہ اچانک شیطان ایک شیخ (بزرگ) کی شکل میں نمودار ہوا۔ نہایت عیاری اور مکاری سے اپنی طرف اس نے متوجہ کیا اور کہا میں نے تمہاری تمام باتیں بیت المقدس میں بیٹھے ہوئے سنی ہیں مگر میں تمہاری خیر خواہی کے لئے وہاں سے آیا ہوں اور واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اگر تم یہودی قوم کا بھلا چاہتے ہو

تو سنو آج کل پروردگار کی توجہ عرب کے مشہور خاندان قریش کی طرف مبذول ہے، مکہ مکرمہ کے سردار عبدالمطلب کے صاحبزادے عبداللہ کی پشت میں اس نبی کا نور منتقل ہو چکا ہے، عنقریب اس کی ولادت اس شہر مقدس میں ہوا چاہتی ہے۔ اگر میری بات مانو تو عبداللہ ابن عبدالمطلب کو قتل کر دو، وہ بہت جلد اس وادی میں ہرنوں کے شکار کے لئے آنے والا ہے۔

سحر کے وقت نکلو، غار سے میدان میں جاؤ وہیں اس نوجوان کو قتل کر ڈالو جہاں پاؤ۔ اسی اثناء میں حضرت عبداللہ شکار کھیلتے ہوئے ان یہودیوں کے قریب پہنچ گئے۔

ادھر پانچوں یہودی بھی اندھیرے غار سے نکلے
یہ بزدل گھڑ چڑھے اس دامن کوہسار سے نکلے
جوان ہاشمی کی جستجو تھی ان کمینوں کو
کہ شیطان نے حسد سے بھر دیا تھا ان کے سینوں کو
یہودی گھڑ چڑھوں نے دفعتہً پیدل کو آ گھیرا
نظر تلوار آئی دیدہ حیران جدھر پھیرا
مگر یہ شیر تلواروں کے سایہ سے نہ گھبرایا
مثال برق کوندا، پشت توسن پر چلا آیا
پکارا پہلے بتلا دو کہ حملے کا سبب کیا ہے
وہ بولے ایک ہی مقصد تجھے قتل کرنا ہے

آناً فاناً انہوں نے آپ پر حملہ کر دیا، آپ نے وار روکے اور بہادری کے ایسے جوہر دکھائے کہ پہلے ہی ہلے میں ان کا ایک ساتھی ڈھیر ہو گیا۔ وہ تجربہ کار جنگجو اور پختہ عمر رکھتے تھے جبکہ آپ عالم شباب میں قدم رکھ رہے تھے تاہم خاصی دیر تک مقابلہ جاری رہا۔ اس دوران حضرت وہب بن عبد مناف، حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا

کے والد ماجد کا اونٹ گم ہو گیا، اس کی تلاش میں ادھر نکلے اور حضرت عبداللہ کو چار آدمیوں سے برسر پیکار دیکھا۔ ان کے دل میں معاونت کا خیال آیا اور اٹھے تھے کہ اچانک پاؤں میں کپڑا الجھ گیا اور گر پڑے، دوبارہ قصد کیا تو پھسل گئے، سر پر چوٹ آ گئی، تیسری مرتبہ پھر خون نے جوش مارا تو اچانک اژدہا راہ میں حائل ہو گیا، تقدیر پر شاکر دل میں سوچا کہ اب آنکھیں بند کرلوں کیونکہ میں ہاشمی شہزادہ قتل ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔ اس بات کے دل میں آتے ہی کیا دیکھتا ہوں کہ چار فرشتے آسمان سے اترے اور ان یہودیوں کو ختم کر ڈالا۔ حضرت وہب وہاں پہنچے، دیکھا کہ ان کے سر قلم ہو چکے ہیں۔

پڑے تھے اب یہ لاشے ایک سے دو سب تنہا
کھڑا تھا ایک جگہ فرزند عبدالمطلب تنہا
غرض زخمی جواں کو ساتھ لے کر وہب گھر گیا
یہ سارا ماجرا اس کے پدر کو جا کے بتلایا

حضرت عبدالمطلب نے حضرت عبداللہ کے بچ جانے پر اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا اور حضرت وہب بن مناف کے دل میں اس عظیم الشان اور عدم النظیر واقعہ دیکھنے کے بعد حضرت عبداللہ کی محبت نے گھر کر لیا اور انہیں اپنی دامادی کے شرف سے ممتاز کرنے کا عزم بالجزم کرلیا۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ شیطان نے یہودیوں کو بھڑکایا کہ اس شخص کے اندر نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اس لیے اسے قتل کر ڈالو لیکن وہ خود قتل ہو گئے اور لاشوں کا انبار ہو گئے لیکن آج کل کے گستاخانِ رسول نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے سے تو رہے لیکن مومنوں کے دلوں سے نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ختم کرنے میں لگے ہوئے ہیں تاکہ یہ نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض کریں اور وہ اپنے اجداد کے

طریقے پر مضبوط رہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ بھی شیطان کی ذریت میں سے ہیں کیونکہ شیطان نے بھی یہودیوں کو کہا تھا کہ قتل کر ڈالو اس کو اور یہ لوگ دوسروں کو کہتے ہیں کہ نور کہنا بدعت ہے لہٰذا اس نور سے بغض کرو اور ختم کردو۔

نورانی انگلیوں سے چشمے جاری ہونا

بخاری شریف باب، علاماتِ نبوت میں حضرت ساعر بن الجعد حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حدیبیہ کے دن لوگوں کو پیاس لگی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چھاگل تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے وضو فرمایا تو لوگ پانی کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دوڑے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں کیا ہوا؟ عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو پانی ہے اس کے سوا پورے لشکر میں نہ وضو اور نہ پینے کے لیے پانی ہے۔ یہ سنتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک چھاگل پر رکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے پانی کے چشمے اُبل پڑے۔ ہم نے پانی لیا اور وضو کیا، خوب سیر ہو کر پیا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا آپ اس دن کتنے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: ہم ڈیڑھ ہزار تھے، اگر ایک لاکھ بھی ہوتے تب بھی وہ پانی کفایت کرتا۔ انگلیوں سے پانی جاری کرنے کا معجزہ متعدد بار ظہور پذیر ہوا۔ مختلف اوقات میں مختلف تعداد نے پیاس بجھائی۔ اپنے جانوروں کو سیراب کیا اور پھر دفاعی طور پر محفوظ بھی کیا۔ کئی صحابہ کرام نے وضو وغیرہ بھی کیا۔ حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت انس بن مالک، حضرت عبداللہ ابن مسعود، حضرت ابوایوب انصاری، حضرت زید بن حارث صدائی، حضرت ابوعمر انصاری رضی اللہ علیہم ایسے جلیل القدر صحابہ ان روایات کو بیان کرنے والوں میں شامل ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستِ اقدس بھی نور ہے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ اقدس نور سے پُرنور تھا، جس کسی چیز کو دستِ اقدس

لگاتے وہ روشن ہو جاتی یا کسی مریض کو نورانی دستِ اقدس لگاتے تو وہ بھی ٹھیک ہو جاتا۔

چنانچہ مدینہ منورہ میں ایک نہایت متعصب یہودی ابورافع ابوحقیق نامی رہتا تھا۔ وہ انتہائی امیر ترین تھا، وہ شانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں گستاخیاں بکتا رہتا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بدترین دشمنوں میں شمار ہوتا تھا۔ اس کی زبان درازی اس حد تک بڑھ چکی تھی چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دن کون ہے جو ابی حقیق کا کام تمام کردے۔ عملاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت جن کی تعداد دس سے کم تھی اس کے قتل کے لیے روانہ فرمائی۔ اس کا ایک وسیع وعظیم قلعہ نما محل تھا جہاں وہ بالاخانہ پر رہا کرتا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عتیک اپنے رفقاء کو قلعہ سے باہر چھوڑ کر اکیلے ہی اس کے بالاخانہ پر پہنچ گئے، اندر جاتے ہوئے تمام دروازے بند کرتے گئے تاکہ اسے باہر سے کوئی مدد کو نہ پہنچ سکے۔ آپ نے کسی طریقہ سے اسے معلوم کرلیا کیونکہ اس کے قریب بہت سے لوگ سو رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عتیک نے اس کے پیٹ میں تلوا گھونپ دی اور آپ جس راستہ سے بالاخانہ پر گئے تھے اسی راستے پر سیڑھیاں طے کرتے آرہے تھے کہ آپ نے محسوس کیا کہ آخری سیڑھی آگئی ہے۔ آپ نے پاؤں زمین سمجھ کر رکھا تو گر گئے اور پنڈلی ٹوٹ گئی تو فرمانے لگے:

فانکرت ساقی فعصبتها بعمامة فانطلقت الی اصحابی

میری پنڈلی ٹوٹ گئی، میں نے اسے دستار سے خوب باندھ لیا اور اپنے ساتھیوں سے جاملا۔

فانتهیت الی النبی صلی الله علیه وسلم فعدته، فقال البسط رجلك فبسطت رجلی فسجها فكا نما لم اشتكها قط

پھر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں پہنچا اور کہانی سنائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنا پاؤں پھیلاؤ۔ میں نے پاؤں پھیلایا۔ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے اس پر دستِ شفا پھیرا تو یوں محسوس ہوا گویا مجھے کوئی شکایت ہی نہ تھی۔

اس حدیث کی تشریح وتوضیح میں علماء کرام فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عتیک فرمایا کرتے تھے کہ اس پنڈلی میں جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دستِ انور پھیرا تھا اس میں دوسری پنڈلی کی نسبت زیادہ طاقت محسوس ہوتی تھی۔ اسی طرح دستِ شفا اور لعاب دہن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف اوقات میں مختلف امراض کا فوری طور پر معجزانہ انداز میں علاج فرمایا چنانچہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے کٹے ہوئے بازو پر لگایا تو وہ فوری درست ہو گیا گویا کٹا ہی نہ تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دُکھتی ہوئی آنکھ میں ڈالا تو میرے کا کام دیا۔ حضرت طلحہ وجابر رضی اللہ عنہما کے گھر ہانڈی اور آٹا میں ڈالا تو چار سیر سے سینکڑوں صحابہ سیر ہوئے۔ حدیبیہ کے کنویں میں ڈالا تو کنواں جوش مارنے لگا۔ کھاری کنویں شیریں ہو گئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو سانپ نے کاٹا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب دہن تریاق بن گیا۔ چاہ زمزم میں پڑا تو قیامت تک شفا بن گیا۔ جب ایک عیسائی قوم مسلمان ہوئی تو تھوڑے سے پانی میں لعاب دہن ڈال کر فرمایا: اسے گرجے میں چھڑکاؤ، طیب وطاہر، صاف اور پاک ہو جائے گا۔ (مراۃ المناجیح ص175)

آپ ﷺ کے انور سے روشن ہیں رشید وقمر
آپ ﷺ کے جلوؤں سے قائم ہے بہارِ گلستان

نورانی انگلی سے چاند کا شق ہونا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تو ویسے بہت سارے معجزات ہیں نورانی طور پر کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا جسمِ اطہر نور تھا اور نور سے جھلکتا رہتا تھا۔ ان معجزات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نورانی انگلی کے اشارہ سے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا۔

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے: اقتربت الساعة وانشق القمر (القمر:ع)

شق قمر کے معجزہ کا ذکر خیر دنیائے اسلام جملہ آئمہ محدثین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم نے بالتفصیل اپنی اپنی کتب احادیث میں درج کیا ہے خصوصاً صحیح بخاری، صحیح مسلم، ترمذی، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابوداؤد طیاسی، مستدرک، حاکم دلائل، بیہقی، دلائل ابونعیم میں بتصریح مذکور ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم میں سے حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ ابن عمر، حضرت انس بن مالک، حضرت جبیر بن مطعم، حضرت علی ابن ابی طالب، حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہم، اکابر صحابہ کے علاوہ بھی اسماء گرامی آتے ہیں جنہوں نے شق القمر کے واقعات کی روایت کی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی جو روایت صحیح بخاری، صحیح مسلم اور ترمذی وغیرہ میں پائی جاتی ہے اس میں واقعہ کے چشم دید گواہ ہونے کی شہادت دیتے ہیں کہ میں شق القمر کے وقت موقعہ پر موجود تھا اور اس معجزہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

چنانچہ انہیں کے الفاظ ملاحظہ فرمالیں۔

انشق القمر ونحن مع النبی بمنی فقال اشهدوا وفرر رهبت فرفة نحو الجعل (مسلم بخاری تفسیر سورۃ القمر)

آفتاب شرع دریائے یقین
نور عالم رحمتہ للعالمین
خواجۂ کونین سلطان ہمہ
آفتاب وجان وایمان ہمہ
نور او مقصود کائنات بود
اصل معدومات وموجودات بود

جسکو حضور ﷺ کے نورانی ہاتھ اقدس مس ہوتے تو ان میں خوشبو پیدا ہو جاتی

حضرت عتبہ بن فرقد سلمی رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت ام عاصم بیان کرتی ہیں کہ ہم چار عورتیں عتبہ کی زوجیت میں تھیں اور ہم میں سے ہر ایک یہی کوشش کرتی کہ زیادہ سے زیادہ خوشبو میں بس کر عتبہ کے قریب جائیں۔ ہم سب اس کوشش میں بہت زیادہ خوشبو کا استعمال کرتیں لیکن ہم میں سے کسی کی خوشبو ہمارے شوہر عتبہ کی خوشبو تک نہ پہنچتی تھی حالانکہ حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ صرف روغن (تیل) کو اپنے ہاتھوں سے چھوتے اور اسے اپنی داڑھی پر مل لیتے تھے مگر اس کی خوشبو ہم سب پر غالب رہتی تھی اور حضرت عتبہ جب باہر جاتے تو لوگ بھی یہی کہتے تھے کہ ہم اچھی سے اچھی خوشبو استعمال کرتے ہیں لیکن کوئی خوشبو عتبہ کی خوشبو سے تیز نہیں۔

ام عاصم فرماتی ہیں کہ میں نے ایک دن حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہم سب خوشبو کے استعمال میں خوب کوشش کرتے ہیں لیکن تمہاری خوشبو تک ہماری خوشبو نہیں پہنچ سکتی اس کی وجہ کیا ہے؟ حضرت عتبہ نے جواب میں فرمایا کہ ایک مرتبہ مجھے ''شری''، یعنی گرمی کے دانے نکل آئے تھے (اس مرض میں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے سارے بدن میں چنگاریاں لگی ہوئی ہیں) تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر اپنے مرض کی شکایت کی تاکہ علاج فرما دیں۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے اوپر کے بدن کے کپڑے اتار دو۔ میں اپنے بدن کے اوپر کے حصے کے کپڑے اتار کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری پشت اور شکم پر اپنا نورانی دستِ اقدس ملا، اس وقت سے یہ خوشبو مجھ میں پیدا ہو گئی ہے۔ اس روایت کو امام ابو القاسم سلیمان بن احمد ایوب طبرانی قدس سرہ نے اپنی کتاب معجم صغیر میں نقل فرمایا ہے۔

(حوالہ مدارج النبوۃ جلد 1 ص 47)

مشک وعنبر سے جسمِ اقدس کی خوشبو بہتر اور عمدہ ہے

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے یہ خوشبو خواہ مشک ہو یا عنبر ہو، سونگھی ہے لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبوئے اطہر سے عمدہ اور بہتر کوئی بھی خوشبو نہیں تھی۔ (مدارج النبوۃ جلد 1 ص 47)

دستِ اقدس جہاں پھیرتے ٹھنڈک پیدا ہو جاتی

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے رخسار پر اپنا دستِ اقدس پھیرا تو میں نے ایسی ٹھنڈک محسوس کی اور خوشبو پائی کہ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابھی عطر کی ڈبیہ سے اپنا دستِ اقدس نکالا ہے اور جو کوئی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کرتا وہ تمام دن اپنے ہاتھوں میں خوشبو پاتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس بچے کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھتے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو کی وجہ سے تمام بچوں میں ممتاز اور معروف ہو جاتا۔

(مدارج النبوۃ جلد 1 ص 48)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جہاں نورانی ہاتھ پھیرتے اور دعا کرتے تو جوانی ہی رہتی

حضرت عمر بن سعد رضی اللہ عنہ کے سر پر ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک پھیرا اور برکت کی دعا کی تو ان کی اسی (80) سال کی عمر ہوئی۔ وہاں تک وہ جوان تھے اور 'اسی' (80) سال کی عمر میں ہنوز جوانی کی حالت میں انتقال فرمایا۔

''حضرت قیس بن جذامی رضی اللہ عنہ کے سر پر ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ پھیرا اور دعا فرمائی چنانچہ جب حضرت قیس کی عمر ایک سو

(100) سال کی ہوئی تب ان کے سر کے تمام بال سفید ہو گئے مگر وہ حصہ جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ اقدس پھیرا تھا اس حصے کے بال سیاہ تھے۔

حضرت عابد بن عمر رضی اللہ عنہ ''جنگ حنین'' کے دن زخمی ہو گئے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ اقدس کو ان کے چہرے پر پھیر کر چہرے کو پاک اور صاف فرما کر دعا فرمائی، اس دن کے بعد حضرت عابد کا چہرہ ہمیشہ چمکتا رہتا تھا اور ان کا لقب ''غر'' یعنی ''چمکنے والا'' مشہور ہو گیا۔

حضرت حنظلہ بن حذیم رضی اللہ عنہ کے سر پر ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ اقدس رکھا اور برکت کی دعا فرمائی تو ان کا یہ حال تھا کہ جن لوگوں کے چہرے پر ورم (سوجن) آجاتا تھا یا جن بکریوں کے تھن، پستان میں ورم آجاتا ان کو حضرت حنظلہ کے پاس لے آتے تھے اور حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ اپنے سر کا وہ حصہ جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ اقدس پھیرا تھا اس حصے کو ورم والے مقام سے مس کرتے تھے تو فوراً ان بیماریوں کا ورم جاتا رہتا تھا۔

ایک گنجا لڑکا خدمتِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں لایا گیا۔ اس لڑکے کے سر میں گنج تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے کے سر پر اپنا دستِ کرم پھیرا تو وہ اسی وقت ٹھیک اور صحت یاب ہو گیا اور اس کے سر کے بال برابر نکل آئے۔ اسی طرح جو بیمار اور دیوانے بچے خدمتِ اقدس میں لائے جاتے اور اگر ان میں سے کوئی بچہ جسے دیوانگی یا آسیب ہوتا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سینہ پر دستِ مبارک مارتے تو اس کی دیوانگی اور آسیب جاتا رہتا اور بچہ تندرست ہو جاتا تھا۔

(مدارج النبوۃ جلد 1 ص 367)

ٹوٹا پاؤں نورانی دستِ اقدس سے درست فرما دیا

صحیح بخاری شریف میں مروی ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ

نے گستاخِ رسول اور دشمن اسلام ابورافع یہودی کو اس کے گھر جا کر قتل کیا تب چاندنی رات تھی، ابورافع یہودی کو قتل کرنے کے بعد حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ اس کے مکان سے جلدی جلدی نکلنے کے لئے تیز رفتاری سے زینہ اتر رہے تھے تو ان کا پاؤں پھسل گیا اور زمین پر گر پڑے اور ان کے پاؤں کی پنڈلی ٹوٹ گئی لیکن اس کے باوجود بھی حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ وہاں سے بھاگ نکلے اور اسی حالت میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ کرم حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کی ٹوٹی ہوئی پنڈلی پر پھیرا تو وہ اسی وقت شفایاب ہو گئے۔

(مدارج النبوۃ جلد 1، ص 358) (خصائص الکبریٰ جلد 1 ص 445)

زخمی آنکھ کا رخسار پر لٹک جانا اور دستِ اقدس سے درست فرمانا

ابن سعد نے زید بن اسلم سے روایت کی کہ جنگِ بدر میں حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی آنکھ کو ایسا شدید صدمہ پہنچا کہ ان کی آنکھ کا پورا ڈھیلا نکل کر رخسار پر لٹک پڑا، حضرت قتادہ اس لٹکی ہوئی آنکھ کی حالت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت قتادہ کی اس لٹکی ہوئی آنکھ کو اس کے حلقے میں رکھ دیا اور اپنا دست اقدس اس پر پھیر دیا تو ان کی آنکھ اسی وقت ایسی درست ہو گئی کہ گویا آنکھ کو کوئی صدمہ پہنچا ہی نہ تھا۔

(خصائص کبریٰ جلد 1 ص 386)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس راستے سے گزرتے تھے وہ راستہ مہک اٹھتا تھا

دارمی، بیہقی اور ابونعیم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں چند مخصوص علامتیں تھیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی راستہ طے فرماتے تو وہ راستہ جسم اطہر کی خوشبو سے مہک جاتا اور لوگ جان لیتے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس راستے سے گزرے ہیں۔

ابن سعد اور ابو نعیم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمارے سامنے تشریف لانے سے پہلے ہی ہم جسم اقدس کی خوشبو پہچان لیتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں۔

بزاز اور ابو یعلیٰ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاں سے گزرتے تھے تو مدینہ کے راہگیر راستوں کی خوشبو سے جان لیتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ادھر سے گزرے ہیں۔

دارمی نے حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کی تاریکی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کی خوشبو سے ہم پہچان لیتے تھے۔

ابو نعیم نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کا پسینہ موتی کی طرح تھا اور خوشبو میں مثل مشک ختن تھا۔ (خصائص کبریٰ، اردو ترجمہ، جلد 1، ص 167)

دلہن کا پسینہ اطہر لگانا اور پورا شہر مہک جانا

ابو یعلیٰ اور طبرانی نے اوسط میں اور ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اپنی بیٹی کی شادی کر رہا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم براہ کرم تھوڑی سی خوشبو عطا کر کے میری مدد فرمائیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس وقت تو کچھ نہیں موجود لیکن تم کھلے منہ کی شیشی اور درخت کی ٹہنی لے آؤ۔ چنانچہ وہ شخص دونوں چیزیں لایا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کلائیوں سے مبارک پسینہ پونچھ کر شیشی کو بھر دیا اور اس شخص کو شیشی عطا کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ شیشی اپنی بیٹی کو دے دو اور اس سے کہو کہ یہ ٹہنی (لکڑی) کو شیشی میں

ڈبو کر خوشبو لگائے۔ اس لڑکی نے جب پسینہ اطہر کی خوشبو لگائی تو پورا مدینہ منورہ شہر اس خوشبو سے مہک اٹھا اور اس شخص کے گھر کو ایسی شہرت حاصل ہوئی کہ اس کے گھر کو ''بیت المطیبین''، یعنی ''خوشبو کا گھر'' کے نام سے شہرت حاصل ہوگئی اور اس کے گھر کا یہی نام رکھ دیا گیا۔ (خصائص کبریٰ، جلد 1، ص 168)

فائدہ: ان گستاخانِ رسول کو سمجھ لینا چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سراپائے نور ہیں کیونکہ نور کے سوا کوئی بھی ایسی چیزیں اور نعمتیں عطا نہیں کرسکتا۔

یہاں پر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی روح پکار اٹھتی ہے:

لا ورب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ ﷺ کی

چاند دو ٹکڑے ہوگیا

حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں چاند کے دو ٹکڑے ہوئے، ایک ٹکڑا پہاڑ کی اس طرف اور دوسرا ٹکڑا اس طرف تھا، اس روایت کو صحابہ کرام کی جماعت کثیر نے نقل فرمایا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ کفار قریش نے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزہ طلب کرتے ہوئے کہنے لگے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہو تو چاند کے دو ٹکڑے کر دو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کی طرف اشارہ فرمایا تو چاند دو ٹکڑے ہوگیا۔ لوگوں نے چاند کو اس حالت میں دیکھا کہ کوہ حرا (حرا نام کا پہاڑ) چاند کے دونوں ٹکڑوں کے درمیان آگیا ہے یعنی چاند کا ایک ٹکڑا کوہ حرا کی دائیں طرف اور دوسرا ٹکڑا بائیں طرف نظر آتا تھا۔ (مدارج النبوۃ جلد 1 ص 338)

اے گستاخانِ رسول تمہیں عبرت پکڑنی چاہیے کہ نور کے سوا ایسا کوئی شخص معجزہ نہیں دکھا سکتا۔

اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سورج الٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ ﷺ کی

جانوروں کا رسالت کی گواہی دینا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انصار کے سبھی خاندان اونٹوں کو پالتے تھے۔ ان میں سے ایک قبیلہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارا ایک اونٹ ہے جس پر ہم پانی لاد کر لاتے ہیں لیکن وہ اونٹ سرکشی اور سختی کرنے لگا ہے اور اپنی پیٹھ پر بوجھ لادنے نہیں دیتا لہٰذا اس وجہ سے ہمارے نخلستان اور باغات سب پیاسے ہیں، انصار کی اس گزارش پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے ساتھ اٹھے اور اونٹ کی جانب تشریف لے چلے، جب باغ میں پہنچے تو اونٹ باغ کے ایک گوشے میں بیٹھا ہوا تھا۔ انصار عرض کرنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ وہ اونٹ ہے جو کتوں کی طرح کاٹتا ہے، ہمیں ڈر ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے نزدیک گئے تو کہیں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا نہ دے پہنچائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا کوئی خوف نہ کرو۔ پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ کے سامنے آئے تو اس نے اپنا سر اٹھایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی سجدے میں سر رکھ دیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کی پیشانی کے بال پکڑ کر اسے کام میں لگا دیا۔

(شواہد النبوۃ، ص220)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پتھر، درخت، چٹان سلام کرتے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جمادات نباتات بھی پہچانتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیٰ میں ہدیہ سلام پیش کرتے تھے۔ یہاں ان تمام ذکر ممکن نہیں لیکن

کچھ عرض گزار کر دیتا ہوں۔

طبرانی، ابو نعیم اور بیہقی نے حضرت سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت کی، انہوں نے فرمایا:

''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ معظمہ میں تھے، ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ کے نواحی (ارد گرد) علاقے میں تشریف لے گئے، راہ میں جو بھی چٹان، پتھر اور درخت ہم کو قریب راہ ملتا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ''السلام علیک یا رسول اللہ'' کہتا۔ (خصائص کبریٰ، جلد 1، ص 231)

طیالسی، ترمذی اور بیہقی نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مکہ مکرمہ میں ایک پتھر ہے، جس رات میں مبعوث ہوا، جب میں اس کے پاس سے گزرتا تھا وہ پتھر مجھ کو سلام کرتا تھا اور بے شک میں اس پتھر کو پہچانتا ہوں۔'' (خصائص کبریٰ، جلد 1، ص230)

بزاز اور ابو نعیم نے ام المؤمنین سیدنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی نازل کی تو میں جس پتھر یا درخت کے قریب سے گزرتا اس سے یہ آواز آتی، ''السلام علیک یا رسول اللہ'' (حوالہ خصائص کبریٰ، جلد 1، ص 231)

بیہقی نے ابن اسحاق کی سند سے روایت کی کہ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرامت و نبوت سے سرفراز فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس شجر و حجر کے پاس سے گزرتے وہ سلام کرتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ اعلیٰ کلماتِ سلامتی سماعت فرما کر ہر طرف دیکھتے مگر وہاں کوئی بھی نہ ہوتا۔ وہ پتھر اور درخت منصبِ نبوت کو خطاب کے ساتھ اس طرح تحیت پیش کرتے ''السلام علیک یا رسول اللہ''

(حوالہ خصائص کبریٰ، ص 231)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے دو بیٹوں کو زندہ فرمانا

ایک مرتبہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی اور ایک بکری کا بچہ ذبح کیا۔

بکری کا بچہ صاف کر کے اسے پکانے کے لئے گھر میں دے دیا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی بیوی بکری کے بچے کا گوشت پکانے میں مصروف ہوگئیں۔ پھر حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر بلا لائے اور باہر والے کمرے میں بٹھایا، باہر والے کمرے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان فیض ترجمان سے علم وعرفان کی باتیں سماعت کرنے میں حضرت جابر ہمہ تن گوش مشغول ہوگئے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جب بکری کا بچہ ذبح کیا تھا تب حضرت جابر کے دونوں بیٹے بھی وہاں موجود تھے اور انہوں نے اپنے والد کو بکری کا بچہ ذبح کرتے دیکھا تھا، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جابر کے مکان پر تشریف لے آئے اور حضرت جابر خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر ہم کلامی کی سعادت میں اور حضرت جابر کی بیوی باورچی خانہ میں گوشت پکانے میں مصروف تھیں تب حضرت جابر کے بڑے بیٹے نے اپنے چھوٹے بھائی سے کہا کہ آؤ میں تمہیں بتاؤں کے ہمارے والد نے بکری کا بچہ کس طرح ذبح کیا اور اس نے اپنے چھوٹے بھائی کو زمین پر لٹا کر گلے پر چھری چلا دی اور نادانی میں اپنے چھوٹے بھائی کو ذبح کر ڈالا۔ اچانک حضرت جابر کی بیوی کی نظر اپنے بڑے بیٹے کی حرکت پر پڑی تو وہ دوڑ کر اس طرف آئیں۔ بڑے بیٹے نے اپنی والدہ کو اپنی طرف دوڑتی آتی دیکھا تو وہ خوف کے مارے مکان کی چھت پر چڑھ گیا۔ حضرت جابر کی بیوی اس کے تعاقب میں مکان کی چھت پر گئیں لیکن اس نے خوف سے کہ والدہ مار پیٹ کریں گی، چھت پر سے زمین پر چھلانگ لگا دی اور چھت سے زمین پر گرتے ہی وہ بھی فوت ہوگیا۔

ایک ساتھ دو دو بیٹوں کی موت کے حادثہ نے حضرت جابر کی بیوی کا کلیجہ شق کر دیا لیکن اس صابرہ عورت نے صرف اس خیال سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت پر شاق نہ گزرے قطعاً رونا اور چیخنا نہ کیا بلکہ صبر سے کام لیتے ہوئے دونوں صاحبزادوں کی لاشوں پر کپڑا ڈال دیا اور کسی کو بھی اس حادثے کی اطلاع نہ دی یہاں تک کہ حضرت جابر کو بھی مطلع نہ کیا۔ وہ معزز وصابرہ خاتون اپنے سینے پر پتھر رکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مہمان نوازی میں مصروف ہوگئیں۔

جب دسترخوان پر کھانا آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر کو حکم دیا کہ اپنے دونوں بیٹوں کو بھی شریکِ طعام کریں، جب حضرت جابر گھر میں گئے اور اپنی زوجہ محترمہ سے پوچھا کہ بچے کہاں ہیں؟ انہوں نے بات ٹالنے کے لئے بہانہ بنا دیا کہ اِدھر اُدھر کہیں ہوں گے لیکن حضرت جابر نے جب اپنی بیوی کو بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ ان کو بھی ساتھ میں کھانا کھلانے کے لئے لے آؤ تب ان کی بیوی نے روتے ہوئے پورا ماجرہ بیان کیا اور قریب والے کمرہ میں جا کر بچوں کی لاشوں سے کپڑا ہٹایا۔

دونوں میاں بیوی روتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر گر پڑے اور روتے ہوئے سارا واقعہ عرض خدمت کیا۔ حضرت جابر کے گھر میں کہرام مچ گیا۔ عین اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ''یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)، آپ ان بچوں کے پاس کھڑے ہو کر دعا فرمائیں تو اللہ تعالیٰ ان کو زندگی عطا فرمائے گا'' چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مکان کے اندر تشریف لے گئے اور بچوں کی لاشوں کے پاس کھڑے ہو کر دعا فرمائی، فوراً وہ دونوں بچے زندہ ہوگئے۔ (شواہد النبوۃ، ص156)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ ایک بکری ذبح کر کے اسے سالم دم

پختہ طریقہ سے پکایا اور اسے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے، اس وقت خدمتِ اقدس میں جو حضرات تھے ان تمام نے اسے کھایا، کھانے والوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا شروع کرنے سے پہلے حکم ارشاد فرمایا:
''تم سب اسے کھاؤ لیکن اس کی ہڈیاں مت توڑنا چنانچہ حاضرین نے اسی طریقہ سے کھایا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام ہڈیاں جمع کرنے کا حکم فرمایا اور جمع شدہ ہڈیوں پر اپنا دستِ مبارک رکھ کر کچھ پڑھا، تو کیا دیکھتے ہیں کہ بکری زندہ ہو کر کھڑی ہوئی اور اپنے کان ہلانے لگی۔ (مدارج النبوۃ، جلد ۱، ص 361)

مردہ لڑکی کو قبر میں زندہ فرمادیا

امام بیہقی نے ''دلائل النبوۃ'' میں اور امام اجل علامہ احمد بن محمد خطیب مصری قسطلانی نے اپنی کتاب ''المواھب اللدنیہ علی الشمائل المحمدیہ'' میں یہ روایت فرمائی کہ

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اسلام کی دعوت دی، اس شخص نے کہا کہ جب تک آپ میری انتقال شدہ لڑکی کو دوبارہ زندہ نہیں فرمائیں گے تب تک میں ایمان نہیں لاؤں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا کہ مجھے تیری بیٹی کی قبر دکھا۔ وہ شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بیٹی کی قبر کے پاس لے آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر اس کو پکارا، اس مردہ لڑکی نے جواب دیا:
''لبیک و سعدیك''

''یعنی میں حاضر ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبردار ہوں۔''

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکی سے دریافت فرمایا کہ کیا تو دوبارہ دنیا میں واپس آنا چاہتی ہے؟ اس نے جواب دیا: ''نہیں، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے آخرت کو دنیا سے بہتر پایا ہے۔'' (مدارج النبوۃ، جلد ۱، ص 359)

قارئین کرام!

ان تمام احادیث مبارکہ اور قرآن پاک کی آیتوں سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں کیونکہ یہ تمام فعل بشر نہیں کر سکتا، ہاں جہاں تک بشر کا معاملہ ہے اگر ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم تمام نور کی حالت میں آتے تو کوئی پہچان نہ سکتا اور میں بشر کی بحث آگے جا کر کرتا ہوں کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کس وجہ سے بشری لباس میں تشریف لائے تھے اور اس کی وجہ کیا تھی لیکن فی الحال یہ جان لینا ضروری ہے کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں کیونکہ قرآن واحادیث صراحتاً دلالت کر رہے ہیں اور اس میں کسی قسم کی شک کی گنجائش نہیں ہے۔

نورِ اقدس کا انبیاء کرام علیہ السلام کی صلب اقدس میں ودیعت کرنا

قارئین کرام آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں۔ اب میں تھوڑی سی وضاحت اس حوالے سے کروں گا کہ کیا نور جو تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ڈائریکٹ آیا یا پشتوں سے ہوتا آیا۔

احادیث صحیحہ سے اس نورِ اقدس کا حضرت آدم علیہ السلام کی صلب اقدس میں ودیعت کیا جانا اور یکے بعد دیگرے اصلاب آباء اور ارحام امہات میں منتقل ہونا ثابت ہے۔ اگر اس نور سے مراد روحِ اقدس ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روحِ اقدس کا حضرت آدم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام ودیگر آباؤ اجداد کی اصلاب میں موجود ہونا لازم آئے گا جس کا بطلان واضح ہے اور پھر اس روح کا امہات کے ارحام میں منتقل ہونا لازم آئے گا۔ حالانکہ آباء سے امہات کے ارحام میں جو چیز منتقل ہوتی ہے وہ مادہ ہوتا ہے۔ جس پر ایک سو بیس دن گزرنے کے بعد روح کا اس سے تعلق ہوتا ہے تو لامحالہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ روحِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی مادہ اور جوہر تھا جس کا پشتِ

آدم علیہ السلام میں ودیعت کیا گیا اور سلسلہ وار اس کو اصلاب وارحام میں منتقل کرنے کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے ظاہر کیا گیا۔

علامہ خفاجی حنفی کا قول

علامہ خفاجی حنفی شرح شفا جلد اول ص 111 پر فرماتے ہیں:

کان نورہ فی جبھتہ آباءٗ من آدم الی ابیہ عبداللہ وھو نور حسی کالقمر فی اللیلۃ الظلماء والمستودع فی الاصلاب مادہ جسمہ اللطیف والنور ثابع لتلک المادۃ وکان یظھر فی امھاتہ ایضا کما ورد فی صحیح الاخبار واستیداعہ فی الاصلاب وجودہٗ فیھا کما قیل

انوارہٗ کانت بجبھتہ آدم
لا تختفی عمن لہ عینان
وبصلب آدم کان وقت ھبوطہ
وبصلب نوح وھو فی الطوفان

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ اقدس آباؤ اجداد کی پیشانیوں سے نمایاں ہوتا تھا۔

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ تک اور وہ نور حسی تھا جس طرح تاریک رات میں چاند اور اصلاب میں ودیعت ہونے والی چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم لطیف کا مادہ تھا اور نور اس مادہ کے تابع تھا اور وہ نور جس طرح آباء سے نمایاں تھا امہات کے اندر بھی اسی طرح ضوء فگن تھا جیسے کہ صحیح حدیث میں وارد ہے اور اصلاب میں ودیعت کئے جانے کا معنیٰ یہی ہے کہ وہ اصلاب میں موجود تھا جیسے کہ کہا گیا ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ جبیں آدم علیہ السلام سے نمایاں تھے اور کسی بھی چشم بینا سے مخفی نہیں تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ اقدس حضرت آدم علیہ السلام

کے ہبوط ونزول کے وقت ان کی صلب میں تھا اور طوفان کے موقعہ پر حضرت نوح علیہ السلام کی پشت میں۔

فاطمہ بنت خثعمیہ کا حضرت عبداللہ کو نکاح پر آمادہ کرنا

فاطمہ بنت خثعمیہ نے حضرت عبداللہ کے ساتھ عقد زوجیت کی خواہش کی اور سو اونٹ بھی دینے کی پیشکش کی جو آپ کے بدلے میں بطور فدیہ دیئے گئے تھے لیکن آپ نے اس وقت معذرت ظاہر کی جب حضرت آمنہ سے مباشرت کے بعد اس عورت کے پاس تشریف لے گئے اور اسے اپنی آمادگی سے مطلع کیا تو اس نے کہا:

قد کان ذالک مرۃ فالیوم لا

ہاں، کبھی یہ خیال تھا مگر آج تو نہیں کیونکہ میں نے تیرے چہرے میں نورانیت اور نبوت دیکھی اس لیے ارادہ کیا کہ وہ نور میرے ذریعے سے عالم میں نمودار ہو لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔

ولکنی رء یت نور النبوۃ فی وجھک فاردت ان یکون ذالک فی وابی اللہ ان یجعلہ الاحیث جعلہ (الوفاء ص 82)

ام قتال بنت نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ کا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو نکاح پر آمادہ کرنا

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو جب ام قتال بنت نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ نے نکاح کی دعوت دی اور سو اونٹ بھی پیش کرنے کا وعدہ کیا لیکن آپ نے فوری طور پر اس کی پیشکش کو قبول نہ کیا۔ جب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہ سے مباشرت ہوئی اور نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آمنہ رضی اللہ عنہ کی طرف منتقل ہو گیا تو پھر ام قتال سے نکاح کے متعلق رضا مندی کا اظہار کیا مگر اس نے بے رغبتی کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

فارقک النور الذی کان معک بالاس فلیس لی بک الیوم

حاجۃ الوفاء لا بن الجوزی (جلد اول،ص82)

''وہ نور آج تم سے جدا ہو چکا ہے جو کل تمہارے اندر موجود تھا لہٰذا آج مجھے آپ سے کوئی غرض نہیں۔''

الغرض اس قسم کی بے شمار روایات ہیں جن سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں نور کا اطلاق روح پر نہیں بلکہ اس نورانی جوہر پر ہے جو اصلاب آباء اور ارحام امہات میں منتقل ہوتا رہا ہے۔جس طرح کہ حضرت شیخ محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم سرِ اقدس سے پاؤں مبارک تک سراسر نور تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال با کمال کو دیکھتے وقت دیدۂ حیرت اور چشم بینا خیرہ اور حیران ہو جاتی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم چودھویں کے چاند اور آفتابِ تاباں کی طرح روشن اور تابناک تھے۔اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بشریت کا نقاب نہ اوڑھا ہوا ہوتا تو کسی آدمی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے کی ہمت نہ ہوتی اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسنِ حقیقت کا ادراک ممکن ہوتا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جوہر حقیقت نوری تھا جو آباؤ اجداد کی اصلاب اور امہات کے ارحام سے حضرت آدم علیہ السلام کے زمانۂ اقدس سے لے کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے رحم تک منتقل ہوتا رہا۔

اس حقیقت کی صراحت کرتے ہوئے علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں:

"وقیل انه صلی اللّٰه علیه وسلم سابق علی سائر الانبیاء روحًا کما مرو جسدًا لان مادۃ جسده صلی اللّٰه علیه وسلم خلقت قبل سائر المواد لما روی ابن الجوزی فی الوفاء عن

کعب الاحبار انه تعالیٰ لما اراد ان یخلق محمداً صلی اللّٰه علیه وسلم امر جبرائیل علیه السلام ان یاتیه بالطینة ابیضاء فهبط فی ملاء من ملائکة الفردوس وقبض قبضة من موضع قبره بیضاء نیرة فعجنت بماء التسنیم فی معین الجنة حتیٰ صارت کا الدرۃ البضاء لها شعاع عظیم ثم طافت بها الملائکة حول العرش والکرسی والسمٰوٰت والارض حتیٰ عرفته الملائکة قبل ان تعرف آدم علیه السلام ای عرفت روحه وعنصره

(نسیم الریاض جلد ثانی ص 201)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہ السلام پر روحِ اقدس کے اعتبار سے بھی سابق اور مقدم ہیں اور جسدِ اطہر کے لحاظ سے بھی، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسدِ اطہر اور جسم منور کا مادہ تمام مواد سے پہلے پیدا کیا گیا جیسے کہ ابن الجوزی نے الوفا میں حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق کا ارادہ فرمایا تو جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ میرے پاس سفید اور روشن مٹی لاؤ چنانچہ وہ ملائکہ فردوس کی ایک جماعت کے ہمراہ زمین پر اترے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک والے مقام سے سفید اور نورانی مٹی کی مٹھی اٹھا کر بارگاہِ خداوندی میں لے گئے جس کو جنت کے صاف ستھرے پاکیزہ پانیوں اور تسنیم کے ساتھ گوندھا گیا حتیٰ کہ وہ چمکتے موتی کی طرح ہوگئی اور اس کے لئے عظیم شعاع تھی پھر ملائکہ اس کو عرش و کرسی، آسمانوں اور زمین کی سیر کراتے رہے حتیٰ کہ ملائکہ نے اس وقت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جان لیا جب آدم علیہ السلام کی معرفت اور جان پہچان نہ تھی یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر اور عنصر جسدانی اور روحِ اقدس کو

پہچان لیا۔

اورالوفاء میں اس قدر زائد ہے:

"ثم کان نور محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم یری فی جبھة آدم"

یعنی نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی سے جھلکتا تھا۔ (ص34)

بالیقین نورِ مجسم ہیں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
اصل تخلیق دو عالم ہیں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
کیوں تو نہیں مانتا اے گستاخِ رسول
سراپا معجزہ ہیں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں کے بارے میں چند نکات

1- اللہ تعالیٰ کی تخلیقی قدرت کی پہلی جامع تجلی نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی تمام کائنات کے لئے سرچشمہ حیات ہے۔

2- تمام انوارِ تجلیات کا ثانوی جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے جو تمام صفاتِ حسنہ کا حامل ہے۔

3- نور کیا چیز ہے؟ نور کی کوئی جامع اور واضح تعریف کرنا مشکل کام ہے بلکہ نور کی کسی تعریف کا ادراک بھی عام عقل وفکر کی حدود سے باہر، یہاں اجمالی طور پر صرف اتنا سمجھ لینا کافی ہوگا کہ نور روح عظیم کی قوت تجلی کا نام ہے اور نور ہی زمین وآسمان میں ہر چیز کی طاقت کا مصدر وماخذ ہے۔

4- رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام صفاتِ الٰہیہ کے مظہرِ اتم ہیں جو خالق سے مخلوق میں امکانی طور پر منتقل ہوسکتی ہیں۔ باقی انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی جگہ

جزوی طور پر صفاتِ الٰہیہ کے مظاہر ہیں لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جامع الصفات ہیں اور ظاہر وباطن مجسم نور ہیں۔

5- تمام انوار وتجلیات کا ابتدائی مرکز خود اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اس کی ذات نور، اس کی صفات نور، اس کا علم نور، اس کا کلام نور، ارادہ نور، عزم نور، خیال نور، اس کا ہر اسم اور ہر حکم نور، اس کی ہر صفت نور، ہر نعمت نور، ظاہر نور، باطن نور، اول نور، آخر نور، اللّٰہ نور السمٰوٰت والارض ط

6- نور تمام قوت وحیات کا مصدر ضرور ہے لیکن نور کوئی مجہول طاقت نہیں، ان سے غیر شعوری طور پر مختلف قسم کے تغیرات خود بخود ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ نور کی ہر تجلی اپنے مرکز کی صفاتِ خصوصی کی حامل ہوتی ہے یعنی اس کی حکمت ودانش، شعور وفہم، تنظیم وترکیب وغیرہ کی وہ تمام صلاحیتیں موجود رہتی ہیں جو اس تجلی کی غرض وغائیب کی تکمیل کے لئے ضروری ہوتی یں۔

7- چونکہ نور ذات کی پہلی تجلی نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی تمام خلقت پیدا ہوئی ہے اور اس لیے خالق اور مخلوق کے درمیان نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک لازمی ازلی اور ابدی واسطہ ہے، اس نور کی وساطت کے بغیر کوئی نعمت وبرکت وراحت خالق کی طرف سے مخلوق تک رسائی حاصل نہیں کرسکتی۔

8- حیاتِ کائنات کی ابتدا نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی ہے اور بہ ہئیت مجموعی نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس کا مقصود منتہا ہے۔

9- نور قدم نور کی اس مخفی قوت یا غیر فعالی حالت کا نام ہے جس میں اس کے اجزائے ترکیبی جمال وجلال ابھی اپنی اپنی جداگانہ شان میں جلوہ گر نہیں ہوئے تھے، نور کی اسی مخفی قوت کو اللہ تعالیٰ نے کنز مخفی سے تعبیر کیا ہے۔

10- نورازل کی پہلی تجلی جو غیر معین فضائے میں پورے زور کے ساتھ ہر سمت اور ہر جانب ظہور پذیر ہوئی اور ذات وصفات کی خصوصیات سے بھرپور اور مرکز نور کو محیط تھی، وہ تجلی نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیولا قرار پائی جیسے محض سہولت بیان کے لئے اور تفہیم مدعا کے لئے مخلوق نور کہا گیا ورنہ حقیقت میں یہ نور خود نور ذات کا ظہور تھا نہ کہ اس کی تخلیق۔

11- نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر روشنی کے وجود تک عالم امر کہلاتا ہے جس میں امر ربی سے ہر شے کا نوری ڈیزائن تیار ہوتا ہے اور ہر آنے والے تغیر وتبدل کا بنیادی اہتمام ہوتا ہے۔ اس کے بعد روشنی سے مادے کی آخری ہیئت پذیری تک عالم شہود کہلاتا ہے جو حواسِ خمسہ پر اثر انداز ہوتا ہے۔

12- قلب یا ذہن کی دولت صرف انسان کو ملی ہے جو نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے نورِ خدا کی تجلیات کا مورد ہے۔

اب میں چند دلائل کے ساتھ ثابت کرتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیسے نور تھے، کیا شروع سے نور تھے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈائریکٹ نور ملا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو حضرت عبدالمطلب کا خواب میں دیکھنا

اخرج ابونعیم من طریق ابی بکر بن عبداللہ بن الجھم عن ابیه عن جده یحدث عن عبدالمطلب قال انی رایت اللیلة کان شجرة بنت قدنال راسها السماء وضرب باعضانها المشرق والمغرب ومارایت نوراً اظهر منها اعظم من نور الشمس سبعین ضعفا ورایت العرب والعجم ساجدین وهی تزداد کل ساعة عظماً ونوراً وارتفاعا.

(خصائص کبریٰ، 1، ص39)

ترجمہ: عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ میں نے خواب دیکھا، ایک پودا اُگا ہوا ہے، اس کا سر آسمان تک اور ٹہنیاں مشرق ومغرب تک پھیلی ہوئی ہیں اور ایسا اظہر نور میں نے کبھی نہیں دیکھا جو ستر سورجوں یا اس سے بھی دُگنا بڑا اور عرب وعجم اس کے سامنے جھکے ہوئے ہیں اور بڑائی اور نورانیت اور بلندی میں وہ ہر وقت بڑھ رہا ہے۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا خواب دیکھنا کہ نور شام کے محلات کو روشن کر رہا ہے

اخبرنا ابوالحسن احمد بن محمد العنزی ثنا عثمان بن سعید الدارمی قال قلت لابی الیمان حدثك ابوبکر بن ابی العنانی عن سعید بن سوید عن العرباض بن ساریه السلمی قال سمعت النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یقول انی عنداللّٰه فی اول الکتاب لخاتم النبیین وان آدم لمنجدل فی طینة وسأنبئکم بتاویل ذالك دعوة ابی ابراهیم وبشارة عیسیٰ قومه ورؤیا امی اللتی ر ء ت انهٔ خرج منها نورٌ اضا ء ت لهٔ قصور الشام قال نعم هذا حدیث صحیح الاسناد شاهد لحدیث اول عرباض بن ساریه (مستدرک، جلد2، ص600)

ترجمہ: سلمیٰ سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، انہوں نے فرمایا کہ بے شک میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک لوح محفوظ میں تمام نبیوں کا ختم کرنے والا لکھا گیا ہوں، اس وقت حضرت آدم علیہ السلام اپنی مٹی میں گندھ رہے تھے اور اس کی حقیقت کی میں تمہیں خبر دیتا ہوں کہ میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے آیا ہوں اور جن کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو

بشارت دی اور اپنی ماں کی خواب کے موافق آیا ہوں، میری ماں نے خواب دیکھا کہ اس سے ایک نور نکلا ہے، آپ ہی کے سبب شام کے محلات روشن ہوئے۔ فرمایا ہاں یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ اس کی شاہد حدیث اول ہے اور یہی حدیث ابن کثیر نے مستند دیگر بیان کی ہے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عرض کرنا کہ اپنی ذات کے بارے میں کچھ خبر دیجئے

حدثنا ابوالعباس محمد بن یعقوب ثنا احمد بن عبدالجبار ثنا یونس بن بکیر عن ابن اسحاق قال حدثنی ثور ابن یزید عن خالد بن معدان عن اصحاب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم انھم قالوا یا رسول اللہ اخبرنا عن نفسك قال دعوۃ ابی ابراھیم وبشرٰی عیسٰی ورات امی حین ارض شام قال الحاکم خالد بن معدان من خیار التابعین صحب معاذ بن جبل ضمن بعدہ من الصحابۃ فاذا اسند حدیثا الی الصحابۃ فانہ صحیح الاسناد وان لم یخرجاۃ وقال الذھبی فی ذیل تلخیص المستدرك ھذا صحیح

(مستدرک الحاکم، جلد 2، ص600)

ترجمہ: خالد بن معدان اصحاب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات کے بارے میں آپ ہمیں خبر دیجئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری ذات وہ ہے جس کے لئے میرے باپ ابراہیم نے دعا فرمائی اور میری ذات وہ ہے جس کی بشارت دینے والے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور جب میری ماں کو حمل ہوا تو میری ماں نے

خواب دیکھا کہ اس سے نور نکلا ہے جس سے بصریٰ روشن ہوگیا اور بصریٰ شام کا علاقہ ہے، حاکم نے کہا کہ خالد بن معدان پسندیدہ تابعین سے ہیں۔ انہوں نے معاذ بن جبل کی صحبت کی ہے، تو جب یہ خالد صحابہ کی طرف اپنی مسند کو منسوب کریں تو وہ صحیح الاسناد ہوتی ہے، اگرچہ صاحبین اسکو نہ بیان کریں۔ تو یہ بھی ایسے حدیث صحیح ہے اور ذہبی نے تلخیص المستدرک میں اسی حدیث کو صحیح لکھا ہے۔

اور سنیے جو آج کل وہابی انکار کرتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور ہونے کا انہیں کے وہابی کی تفسیر سے بتاتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر جلد نمبر 4، ص360)

وقال احمد ایضًا حدثنا ابوالنضر حدثنا فرج بن فضالہ حدثنا لقمان بن عامر قال سمعت ابا امامۃ قال قلت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما کان بدء امرك: قال دعوۃ ابی ابراھیم وبشری عیسٰی ورأیت امی انہ یخرج منھا نورٌ اضآء ت لہ قصور الشام۔

ترجمہ: ابوامامہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی رسالت کی ابتدا کب سے ہوئی؟ فرمایا: اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت سے اور میری والدہ نے خواب میں دیکھا کہ اس سے نور نکلتا ہے جس سے شام کے محلات روشن ہوگئے ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر: جلد 4، ص360)

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا خواب میں نور نکلتے دیکھنا

قال ابن اسحاق حدثنی ثور ابن یزید عن خالد بن

معدان عن اصحاب یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
انھم قالوا اخبرنا عن نفسک قال نعم انا دعوۃ ابی ابراھیم
وبشریٰ عیسیٰ علیھم السلام ورأت امی حین حملت بی انہ
خرج منھا نورٌ آضآء ت لہ قصور الشام

ترجمہ: خالد بن معدان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے عرض کیا کہ حضور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نفس کے متعلق خبر دیجئے۔ فرمایا: ہاں میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا نتیجہ ہوں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں اور میری والدہ جب مجھ سے حاملہ ہوئیں تو انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ان سے ایک نور نکلا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔

(البدایہ والنھایہ جلد 2 ص 275)

اسی طرح ایک اور حدیث میں فرمایا گیا:

ان نفرا من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالوا لہ یا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخبرنا عن نفسک قال
نعم انا دعوۃ ابی ابراھیم وبشریٰ اخی عیسیٰ ورأت امی
حین حملت بی انہ خرج منھا نور آضآء ھا قصور الشام

(ابن ہشام: 1 ص 177)

ورقہ بن نوفل کا قول نور کے بارے میں

ویظھر فی البلاد ضیآء نور یقوم بہ البریۃ ان تموجا

ترجمہ: شہروں میں نور کی روشنی ظاہر ہو گئی جس کے سبب مخلوق قائم ہے کیونکہ وہ روشنی ٹھاٹھیں مار رہی ہے۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا قول کہ میری آنکھ نور دیکھتی تھی

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان امی رأت فی المنام ان
الذی فی بطنھا نور

نبی کریم صلیٰ اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری ماں نے خواب دیکھا کہ جو بچہ میرے پیٹ میں ہے نور ہے۔

قالت فجعلت اتبع بصری النور فجعل النور یسبق بصری
حتیٰ اضآء لی مشارق الارض ومغاربھا

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ نے فرمایا کہ میری آنکھ نور دیکھتی تھی، نور میری آنکھوں کے آگے نور سبقت کرتا تھا حتیٰ کہ میرے لیے زمین کے تمام مشارق ومغارب روشن ہو گئے۔

(ابن عساکر: 1 ص 372)

اسی طرح:

قالت انی رأیت خرج منی نور اضآء منہ قصور الشام

(ابن عساکر: 1 ص 371)

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ نے فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا کہ مجھ سے نور نکلا اس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔

اسی طرح:

وفی روایۃ واریت فی النوم حسین حملت بدکانہ خرج
منی نورٌ اضاء ت لہ قصور الشام ثم وضعتہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حاملہ ہوئی گویا کہ مجھ سے نور نکلا، اس سے شام کے محلات روشن ہو گئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی

ولادت ہوئی۔

اسی طرح:

فقال ان ابی لما بنی بامی حملت رأت ان نوراً خرج من جوفها

ترجمہ: تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے والد نے جب میری والدہ سے نکاح کیا اور میری والدہ جب حاملہ ہوئیں تو دیکھا ان کے پیٹ سے نور نکلا ہے۔ (ابن عساکر: 1 ص375)

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا قول کہ نور سے بصریٰ کے اونٹوں کی گردنیں روشن ہوگئیں

انی حملت به فلم اجد حملًا قط ماكان اخف ولا اعظم بركة منه ثم رأيت نوراً كانه شهاب خرج مني حين وضعته اضاء ت لي منه اعناق الابل ببصرىٰ

(ابن عساکر: 1 ص286)

ترجمہ: حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حاملہ ہوئی تو مجھے حمل بالکل معلوم نہیں ہوا، آپ بہت ہلکے تھے اور نہ ہی ایسی بڑی برکت کہیں سے پائی، پھر میں نے نور دیکھا گویا کہ وہ ستارہ ہے جو مجھ سے نکلا جب میں نے آپ کو جنا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بصریٰ کے اونٹوں کی گردنیں روشن ہوگئیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رُخِ انور کا نورِ مبارک

حدثنا ابوبكر بن اسحاق ابنا عبيد بن عبدالواحد ثنا يحيىٰ بن بكير ثنا الليث عن عقيل عن ابن شهاب عن

عبدالرحمٰن بن كعب بن مالك قال سمعت كعب بن مالك يقول لما سلمت على رسول الله صلى الله عليه وسلم قال وهو يبرق وجهه وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذ اسر استنار وجهه كانه قطعة قمر وكان يعرف ذالك منه هذا حديث صحيح على شرط الشيخين

ترجمہ: عبدالرحمٰن بن کعب فرماتے ہیں کہ میں نے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، فرماتے تھے، جب میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر السلام علیکم عرض کیا، آپ ارشاد فرماتے ہیں اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رخِ انور چمکتا تھا اور جب خوش ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک نور ہوتا گویا کہ چاند کا ٹکڑا ہے اور یہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے خصوصیت تھی۔ حدیث صحیح ہے شیخین کی صحت کے اصولوں پر۔ (المستدرک: 2 ص605)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بغل شریف سے نور کا ظاہر ہونا

وقال الاويسي حدثني محمد بن جعفر عن يحيىٰ بن سعيد وشريك سمعا انسأ عن النبي صلى الله عليه وسلم رفع يديه حتى رأيت بياض ابطيه (البخاری: 2 ص938)

ترجمہ: یحییٰ بن سعید اور شریک نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا، ان دونوں نے روایت کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں دستِ مبارک اٹھائے حتیٰ کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں بغلوں کی سفیدی دیکھی۔

اسی طرح:

قال ابوموسیٰ الاشعری دعا النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ثم رفع یدیہ ورأیت بیاض ابطیہ (البخاری:2،ص938)

ترجمہ: ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اور اپنے دستِ مبارک اٹھائے اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں بغلوں کی سفیدی دیکھی۔

فائدہ: ان احادیث سے ان گستاخانِ رسول کو عبرت پکڑنی چاہیے کہ جو کہتے ہیں ہماری طرح بشر ہیں۔ ان کی بغلوں سے ایسی بدبو (Smell) آتی ہے کہ اگر ان کے پاس کوئی سنی بیٹھا ہو تو اٹھ کر بھاگ جاتا ہے حتیٰ کہ ان سے دوبارہ ملاقات کو جی ہی نہیں کرتا۔ پتہ نہیں کہ گٹروں سے نہا کر آتے ہیں کیا۔

تو اس سے معلوم ہوا کہ بغل سے نور کا نکلنا یہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاصیت ہے اور یہ دلیل نور ہونے کے لئے کافی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول کہ یا اللہ عزوجل مجھے نور بنادے

عن ابن عباس قال سلمة فلقیت کریباً فقال قال ابن عباس کنت عند خالتی میمونه فجآء رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ثم ذکر بمثل حدیث غندر وقال واجعلنی نوراً ولم یشك (المسلم:1،ص261)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سلمہ رضی اللہ عنہانے کہ میں نے قریب سے ملاقات کی تو اس نے کہا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ میں اپنی خالہ میمونہ کے پاس تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو اس نے غندر کی حدیث مثل ذکر کیا اور فرمایا اور مجھے نور بنادے اور اس نے شک نہیں کیا۔

اسی طرح

عن ابن عباس قال بت فی بیت خالتی میمونة فبقیت کیف یصلی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فصلّٰی فجعل یقول فی صلٰوۃ اوفی سجودۃ. اللّٰھم اجعل بی فی قلبی نوراً وفی سمعی نوراً وفی بصری نوراً وعن یمنی نوراً وعن شمالی نوراً وفوقی نورًا وتحتی نورًا واجعل لی نورًا وقال واجعلنی نوراً (المسلم:1،ص261)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس رات گزار دی اور دیکھتا رہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کیسے پڑھتے ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز میں فرماتے تھے یا سجدے میں فرماتے تھے اے اللہ میرے دل میں نور کر دے اور میرے کانوں میں نور کر دے اور میری آنکھوں میں نور کر دے اور میری دائیں نور کر دے اور میری بائیں نور کر دے اور میرے آگے نور کر دے اور میرے پیچھے نور کر دے اور میرے اوپر نور کر دے، میرے نیچے نور کر دے اور میرے لیے نور کر دے اور فرمایا مجھے نور بنادے۔

اسی طرح

حدثنی عبداللّٰہ بن ھاشم بن حیان العبدی قال فا عبدالرحمٰن لقبی ابن المھدی قال تا سفیان عن سلمة بن کھیل لمن کریب عن ابن عباس قام النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان فی دعآء ۃ. اللّٰھم اجعل لی فی قلبی نوراً وفی

بصری نوراً وفی سمعی نوراً وعن یمینی نوراً وعن یساری نوراً وفوقی نوراً وتحتی نوراً وامامی نوراً وخلفی نوراً واعظم لی نوراً۔(المسلم:1ص260)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اٹھے، نوافل ادا کیے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا میں یہ الفاظ تھے: اے اللہ! میرے دل میں نور کر دے اور میری آنکھوں میں نور کر دے اور میرے کانوں میں نور کر دے اور میرے دائیں نور کر دے اور میرے بائیں نور کر دے اور میرے اوپر نور کر دے اور میرے نیچے نور کر دے اور میرے آگے نور کر دے اور میرے پیچھے نور کر دے اور میرے لیے نور زیادہ کر دے۔

اسی طرح

عن ابن عباس انه رقد عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرآة استقیظ فستوك وتوضوء وهو یقول اللهم اجعل لی فی قلبی نوراً واجعل فی لسانی نوراً واجعل لی فی سمعی نوراً واجعل لی فی بصری نوراً واجعل خلفی نوراً وآمامی نوراً واجعل من فوقی نوراً ومن تحتی نوراً اللهم واعظم لی نوراً(ابوداؤد:1ص198تا199)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک کیا اور وضو کیا اور نوافل پڑھ کر دعا فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: اے اللہ! میرے دل میں نور

کر دے اور میری زبان پر نور کر دے اور میرے کانوں میں نور کر دے اور میری آنکھوں میں نور کر دے اور میرے پیچھے نور کر دے اور میرے آگے نور کر دے اور میرے اوپر نور کر دے اور میرے نیچے نور کر دے اے اللہ اور میرے لیے نور زیادہ کر دے۔

فائدہ: قارئین! ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں۔ رہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سوال کرنا تو انبیاء علیہم السلام نے بھی کسی نہ کسی چیز کا سوال کیا تھا اور انبیاء علیہم السلام مستجاب الدعا ہوتا ہے یعنی اگر وہ دعا کرے تو اس کی دعا کو قبول کیا جاتا ہے اور ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ مستجاب الدعا ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا:

لولاك لما اظهرت الربوبیه تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب سے زیادہ پیار ہے اور جہاں زیادہ پیار ہو وہاں اس کا لاڈ محبت کو مانا جاتا ہے یعنی اس کی ہر خواہش کو پورا کیا جاتا ہے۔ تو اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کو بھی قبول کیا گیا ہے یعنی مجھے نور بنا دے لہٰذا گستاخانِ رسول کا اعتراض نہ ہوا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رُخِ انور چاند کی طرح منور

عبداللہ بن معیقیب عن ابیه عن جده قال حججت حجة الوداع فدخلت داراً بمكة فرا ء یت فیها رسول الله صلی الله علیه وسلم وجهه كدارة القمر

(البدایہ والنھایہ، جلد6، ص159)

ترجمہ: عبداللہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں حجۃ الوداع میں حاضر ہوا تو مکہ میں ایک گھر میں داخل ہوا تو میں نے اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رُخِ انور چاند کی ٹکی کی طرح

چمک رہا تھا۔

انگلیں کو منور فرمانا

عن محمد بن حمزه بن عمرو الاسلم عن ابيه قال كنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فتفرقنا فى ليلة ظلماء وحسةٍ فاضآء ت اصابعي حتٰى جمعوا عليها ظهيرهم وما هلك منهم وان اصابعي لتنيروا (البدایہ والنھایہ:6،ص152)

حضرت طفیل رضی اللہ عنہ کی دونوں آنکھوں کے درمیان نور کا چمکنا دعائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے

انما سمى الطفيل بن عمرو بن ظريف بن العاص بن الثعلبة بن سليم بن فهم ذالنور لانه وفد على النبى صلى الله عليه وسلم ان دوساً قد غلب عليهم الزنا فادع الله عليهم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اللهم اهد دوساً ثم قال يا رسول الله يغشى اليهم واجعل لى آية يهتدون بها فقال اللهم نورله فسطع نورٌ بين عينيه فقال يا رب انى اخاف ان يقولوا مثلة فتحولت الى طرف سوطه فكانت تضيئ فى الليلة المظلمة فسمى ذالنور ط (کتاب الاستیعاب:1،ص211)

ترجمہ: حضرت طفیل رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ دوس پر زنا غالب آگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ان کے متعلق دعا فرمائیے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! قبیلہ دوس کو ہدایت دے، تو پھر طفیل نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف مجھے بھیج دیجئے اور مجھے

کوئی نشانی بھی عطا فرمائیے، جس علامت کے سبب ان کو ہدایت ہو جائے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! اس کے لئے روشنی کر دے، تو طفیل کی دونوں آنکھوں کے درمیان نور چمک اٹھا۔ تو فرمایا: اے رب! مجھے خوف ہے کہ مجھ کو مثلہ نہ کہیں تو اس کی چمک اس کے کوڑے میں آگئی جو اندھیری رات میں چمکتا تھا اس لیے ان کو ذالنور کہا جاتا ہے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عقیدہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں؟

صحابہ کرام علیہم الرضوان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نور سمجھتے تھے کیونکہ مقدس ہستیوں نے اپنی آنکھوں سے نور کا مشاہدہ کیا۔

حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کا عقیدہ نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے

ان الرسول لنور يستضآء به
مهند من سيوف الله مسلول

(مستدرک:3،ص581)

ترجمہ: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور نور ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نور حاصل کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہندی تلواروں میں سے ننگی تلوار ہیں۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا عقیدہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں

ورد ناه ونور الله يجلوا
دجى الظلماء عنا والغظاء
رسول الله لقد منا بامر
من امر الله احكم بالقضاء

(البدایہ والنھایہ:3،ص336)

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے ہمارے اندھیروں کی سیاہی روشن ہوگئی اور پردے اٹھ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ رب العزت کا ارشاد ہمارے پاس لائے جو بہت مضبوط فیصلہ ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا عقیدہ نور پر

العباس بن عبدالمطلب يقول يا رسول الله انى اريد ان امتدحتك فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم قل لا يفصص الله فاك فانشاء يقول وانت لما ولدت اشرقت الارض وضاءت نبورك الافق فنحن فى ذالك الضيآء وفى النور وسبل الرشاد نخترق.

(البدایہ والنھایہ: 2،ص258،جلد 5،ص28)

ترجمہ: حضرت عباس رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا ارادہ ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف بیان کروں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تیرے منہ کو نیچے نہ کرے، پڑھ۔ تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے شعر پڑھنا شروع کر دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب پیدا کیے گئے، تمام زمین روشن ہوگئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے تمام آسمان بھی روشن ہوگیا۔ تو ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی سے منور ہیں اور ہدایت کے راستوں پر گامزن ہوتے ہیں۔

فائدہ: اس حدیث کے اندر حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر نور کا مصداق ٹھہرا رہے ہیں تو ان گستاخانِ رسول کو عبرت پکڑنی

چاہیے کہ جو کہتے ہیں کہ ہم صحابہ کرام سے بہت محبت کرتے ہیں، ان کے نقش قدم پر چلتے ہیں جس جس طرح انہوں نے کیا تھا ہم بھی اسی طرح کر رہے ہیں تو اس حدیث سے ثابت ہوا کہ وہ اپنے دعوے میں جھوٹے اور منافق ہیں کیونکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نور کہہ رہے ہیں جبکہ یہ گستاخ حضرات نور کا انکار کر رہے ہیں اور نور والی آیت میں تعلیلات کر رہے ہیں لہٰذا ان گستاخانِ رسول کا پردہ چاک ہو چکا لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ پکے گستاخِ رسول اور منافق ہیں اور ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں اور قیامت میں اپنے نورانی دستِ اقدس کے ساتھ اپنے عشاق کیساتھ ہاتھ ملائیں گے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ عالی شان ہے کہ تم مجھ پر کثرت سے درود پڑھو قیامت کے دن میں تمہارے ساتھ مصافحہ فرماؤں گا۔

ان کا کوئی اور رسول ہوگا ان کے نزدیک جن کی یہ پیروی کرتے ہیں ہمارا رسول حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کی وجہ سے سنی مر مٹنے والے ہیں کسی نے کیا خوب کہا ہے:

یہ اک جان کیا ہے اگر ہوں کروڑوں
تیرے نام پر سب فدارا کروں میں

لہٰذا قارئین!

آپ کو معلوم ہو چکا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں۔ اس پر صحابہ کرام کا اجماع ہے اور جو نور ہونے کا انکار کرے وہ منافقین میں سے ہے کیونکہ منافقین بھی اسی طرح کہتے تھے۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا عقیدہ نور پر

فينا الرسول وفينا الحق نتعبه
حتى الممات ونصر غير محدود

داف وماض شهاب لستضاءً به

بدر انار علی کل الاماجد

(البدایہ والنھایہ:3،ص336)

ترجمہ: ہم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں اور ہم میں حق ہے ہم موت تک اس کی پیروی کریں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد غیر محدود ہے۔

پورا ہونے والا ہے اور پرانا ستارہ ہے، چودھویں کا چاند بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے روشنی حاصل کرتا ہے جس نے تمام بزرگیوں کو منور فرما دیا ہے۔

ابوطفیل عامر کا عقیدہ نور پر

ابوطفیل عامر بن واثلہ کنانی نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے اشعار پڑھے، ان میں سے ایک شعر یہ بھی ہے:

ان النبی هو النور الذی کشطت به

عمایات ما فینا وبا قینا

(استیعاب: جلد 1 ص 374)

ترجمہ: بے شک حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے نور ہیں جن کے سبب ہمارے سابقین اور باقیوں کی گمراہیاں دور ہوگئیں۔

تو اس سے ثابت ہوا کہ ابوطفیل کا عقیدہ بھی یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں اور انہوں نے اپنا عقیدہ بھی بیان کر دیا کہ انہیں کی وجہ سے پہلے والوں اور باقی لوگوں کی گمراہیاں دور ہوگئیں۔

مدینہ منورہ کے بچے اور بوڑھے نور کے قائل

قال البیهقی اخبرنا ابونصر بن قتادة اخبرنا ابوعمرو بن

مطر سمعت ابا خلیفة یقول سمعت ابن عائشه یقول لما قدم رسول الله صلی الله علیه وسلم المدینه جعل النسآء والعبیان ولولائد یقلن ع

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع

وجب الشکر علینا ما دعا لله داع

(البدایہ والنھایہ، جلد 5، ص23)

ترجمہ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے، عورتیں اور لڑکیاں یہ نوری شعر گاتے تھے، چودھویں رات کا چاند وداع کی گھاٹیوں سے ہم پر طلوع ہوا، اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی دعوت کا ہم پر شکر یہ واجب ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ نور پر

جاننا چاہیے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش پیدائشی صفت میں تمام انسانی افراد کی طرح نہیں ہے بلکہ پیدائش میں تمام جہان کے افراد سے کسی ایک فرد سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش مناسبت نہیں رکھتی کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم باوجود عنصری پیدائش کے اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: میں اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا کیا گیا ہوں۔

(مکتوب صدم، ص75، حصہ نہم)

عبدالکریم بن ابراہیم جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ نور پر

اعلم ان الله تعالی لما خلق النفس المحمدیة من ذاته

(انسان کامل: 2، ص39)

ترجمہ: تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ ضرور اللہ تعالیٰ نے جب نفس محمد یہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا اپنی ذات سے۔

اسی طرح

ان اللہ خلق الصورۃ المحمدیۃ من نور اسمہ البدیع القادر

(انسان کامل:2،ص30)

ترجمہ: اور بے شک اللہ تعالیٰ نے صورتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اسم بدیع قادر کے نور سے پیدا فرمایا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا عقیدہ نور پر

انت الذی من نورک البدر اکتسیٰ

والشمس مشرقۃ بنور بھاک

(قصیدہ النعمان:22)

ترجمہ: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ وہ نور ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے چودھویں رات کا چاند منور ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی اعلیٰ نور سے سورج چمکنے والا ہوا۔

عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ نور پر

وان مجموع نورہ صلی اللہ علیہ وسلم لو وضع علی العرش لذاب ولو وضع علی الحجب السبعین التی فوق العرش لتھا فتت ولو جمعت المخلوقات کلھا ووضع علیھا ذالک النور العظیم لتھا فتت وتساقطت

(الابریز:272)

ترجمہ: اور بلاشک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پورے نور کو اگر عرش پر رکھ دیا جائے تو عرش پگھل جاوے اور جو عرش پر ستر پردے ہیں ان پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک اگر رکھ دیا جائے تو وہ گر جائے اور اگر تمام مخلوقات کو جمع کیا جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ نورِ عظیم اس پر رکھ دیا

جائے تو وہ بھی گر جائے۔

علامہ زرقانی اور یوسف نبہانی کا عقیدہ نور پر

لما تعلقت ارادۃ الحق تعالیٰ بایجاد خلقہ وتقدیر رزقہ ابرز الحقیقۃ المحمدیۃ من الانوار الصمدیۃ فی الحضرۃ الاحدیۃ (جواهر البحار: 371، زرقاني:1، ص27)

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوا خلقت پیدا فرمانے کا اور ان کے رزق مقرر کرنے کا اس نے حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انوارِ صمدیہ سے دربارِ احدیت میں ظاہر فرمایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کے منکر کو کہیں سے نور نہ ملے گا

جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور ہونے کا قائل نہیں اللہ تعالیٰ نے اسے نور سے مطلقاً جواب دے دیا۔

جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

ومن لم یجعل اللہ لہ نوراً فمالہ من نور (نور 18/5)

ترجمہ: اور جس شخص کے لئے اللہ تعالیٰ نے نور نہیں بنایا تو اس کے لئے کوئی روشنی نہیں ہے۔

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں اور سب اشیاء سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مقدم تھا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو پیدا فرمایا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

اللھم صل علیٰ سیدنا محمدن السابق للخلق نورہ الرحمۃ للعٰلمین ظھورہ (جذب القلوب:266)

ترجمہ: اے اللہ درود بھیج ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر، ان کا نور سب خلق سے پہلے ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور عالمین کے لئے رحمت ہے۔

مولوی عبدالحیٔ لکھنوی کا عقیدہ نور پر

و نور نبینا صلی الله علیه وسلم انه خلق من نور الله وانه نوز من نور الله لیس معناه ما اشار الیه افهام العوام من ان الله تبارك وتعالٰی اخذ قبضةً من ذاته النبی من نور بهتة وجعل نور نبیه بحیث تکون الذات الالهیة مادة الذات المحمدیة تعالٰی الله عن ذالك انتهی عمدة الرعایة شرح وقایه کتاب الایمان زیر المشی الٰی بیت الله

(حاشیہ 5، ص262، جلد2)

ترجمہ: ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اللہ کے نور سے پیدا کیا گیا۔ یا یہ کہ اللہ کے نور سے نور ہیں۔ اس کے معنیٰ یہ نہیں جس کی طرف عوام کے افہام نے اشارہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذاتی نور سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مٹھی لے لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کے لئے اس کی ذات مادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مادہ سے مبرا ہے اور اس سے مبرا ہے۔

قارئین کرام! اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں اور جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کا منکر ہے وہ قیامت کے دن شفاعت سے محروم رہے گا، جیسا کہ یہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کا منکر قیامت میں شفاعت سے محروم ہوگا

واسند ایضاً الٰی عقبة بن عامر الجهنی مرفوعاً اذا جمع

الله الاولین والاخرین وقضی بینهم وفرغ من القضاة قال المومنون قد قضٰی بیننا ربنا فمن یشفع لنا فیقولون انطلقوا الٰی آدم فانه ابونا خلقه الله بیده وکلمه الله فیاتونه فیکلمونه ان یشفع لهم علٰی موسٰی ثم یاتون موسٰی فیدلهم علی عیسٰی فیقول ادلکم علی النبی الامی فیاتونی فیاذن الله عز وجل لی ان اقوم الیه فیفور مجلسی من اطیب ریحٍ لا یشمها احدٌ قط حتٰی اتی فاشفع ویجعل لی نوراً من شعر رأسی الٰی ظفر قدمی ○ ثم یقول الکافرون هذا قدوجدنا المومنون من یشفع لهم فمن یشفع لنا ماهو الا ابلیس هو الذی اظلتنا فیاتون ابلیس فیقولون له قد وجد المومنون من یشفع لهم فقم انت فاشفع لنا فانك قد اضلنا فیقوم فیفور مجلسه من انتن ریح شمها احدٌ قط ثم یعظم حتٰی یلقّٰی فی جهنم ویقول الشیطان لما قضی الامران الله وعد کم وعدالحق ووعد تکم فاخلفتکم الٰی آخر الایة ط(ابن عساکر :2، ص360)

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ اولین وآخرین کو جمع فرمائے گا تو ان کے درمیان فیصلہ کیا جائے گا اور جب رب کریم فیصلے سے فارغ ہوگا مومنین (گناہگار) کہیں گے رب کریم نے بے شک ہمارے درمیان فیصلہ تو فرما دیا تو اب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری سفارش کون کرے گا، تو بعض ان سے کہیں گے، آدم علیہ السلام کی طرف چلو وہ ہمارا باپ ہے اسکو اللہ تعالیٰ نے اپنے دستِ اقدس سے پیدا فرمایا، اللہ تعالیٰ اس سے ہم کلام

بھی ہو تو وہ (گناہگار) مومنین حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے کہ ابا جی ہماری سفارش اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کیجئے تو ان کو حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ، تو (گناہگار) مومنین حضرت نوح علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے، تو حضرت نوح علیہ السلام ان کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق فرمائیں گے، پھر وہ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف بھیجیں گے۔ پھر یہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ فرمائیں گے، تو وہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف آئیں گے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے کہ میں تمہیں آخرالزماں بے کسوں کی جان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجتا ہوں تو وہ (گناہگار) مومنین میرے پاس آئیں گے تو اللہ تعالیٰ مجھے اجازت دے گا کہ میں دربارِ خداوندی میں کھڑا ہو جاؤں تو میری مجلس بے حد خوشبو سے معطر ہو جائے گی یہاں تک کہ میں رب کریم کی بارگاہ میں آؤں گا، پھر سفارش کروں گا اور مجھے سر کے بالوں سے لے کر قدموں کے ناخنوں تک نور بنا دیا جائے گا پھر کفار کہیں گے مومنین گناہگاروں نے تو یہ سفارش پالی ہے جو ان کی سفارش کرے گا اب ہمارا سفارشی کون ہوگا سوائے ابلیس کے اور کوئی نہیں، وہی ہے جس نے ہمیں گمراہ کیا تو کفار ابلیس کے پاس آئیں گے تو اس کو کہیں گے مومنوں نے تو اپنا سفارشی پالیا، تو اٹھ اور ہماری سفارش کر، تو نے ہی ہمیں گمراہ کیا تو

ابلیس کھڑا ہوگا تو اس کی مجلس سخت بدبودار ہو جائے گی پھر ابلیس اونچا کر کے جہنم میں ڈالا جائے گا اور شیطان کہے گا جب فیصلہ ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تو اس نے اپنے وعدے کو سچا کر دیا اور میں نے وعدہ کیا خلاف کیا۔

قارئین کرام!

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کفار قیامت میں نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش کے لئے نہ بڑھیں گے کیونکہ یہ نور کے انکاری تھے اور اب جو نور کا انکاری ہے وہ کس کے مشابہ ہے یہ آپ خود فیصلہ کرلیں کہ کون حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نور مانتا ہے اور کون نور کا انکار کرتا ہے۔

الحمدللہ مسلک اہلسنّت بریلوی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نور مانتے ہیں اور دل وجان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نور مانتے ہیں صرف ایک وجہ سے نور نہیں مانتے بلکہ تمام جسم اقدس کو نور مانتے ہیں لہٰذا سنی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں قیامت کے دن شفاعت کے مستحق ہوں گے اور باقی سب انکاری اس سے مستثنٰی ہیں۔

یا رب مضبوط رکھ کر ہمیں اس عقیدے پر
کہ ہمارے رسول اللہ ﷺ نور علیٰ نور ہیں
جو بھی کہے آپ ﷺ کو ہم جیسا بشر ہیں
اسی کا ٹھکانہ جہنم میں دور علیٰ دور ہو
کفار بھی مان گئے تھے کہ یہ ہماری طرح نہیں
لیکن امتی کی نسل میں کچھ چوڑ علیٰ چوڑ ہیں

قارئین کرام!

اب میں چند اعتراضات کے جوابات دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ جو ہمارے آقا

مدینے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیے جاتے ہیں کہ وہ نور نہیں ہیں، اگر نور ہوتے تو ہماری طرح کیوں کھاتے، اگر نور ہوتے تو ہماری طرح کیوں سوتے، نور تو سونے سے پاک ہوتا ہے، اگر نور ہوتے تو بیویاں نہ ہوتیں الغرض اس قسم کے سوال کر کے ہمارے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم پر عیب لگانے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ جو نور مانتے ہیں اپنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ نور ماننا چھوڑ دیں اور ہمارا مشن پورا ہو کہ ہم واقعی اپنے بھائی کے نقش قدم پر چلے ہیں۔

قارئین کرام!

چند اعتراضات سے پہلے میں ایک قاعدہ کلیہ بیان کرتا ہوں کہ معترض کا درجہ کون سا ہے۔

قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ

المعترض کالاعم

اعتراض کرنے والا اندھے کی مثل ہے۔

اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جو اعتراض کرنے والا ہوتا ہے اسے کسی چیز کا علم نہیں ہوتا نہ وہ سوچتا ہے اور نہ سمجھتا ہے بلکہ جلدی سے اعتراض کر دیتا ہے جو اس کے ذہن میں ہوتا ہے۔

اعتراض نمبر 1: اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور ہوتے تو غزوۂ احد میں ان کا خون کیسے بہا کیا نور کے اندر خون بھی ہوتا ہے

جواب نمبر 1:

جواب دینے سے پہلے یہ بتادوں کہ جو چیز بھی ہوتی ہے اس کا اپنا خون ہوتا ہے اور اس کا اپنا ایک رنگ ہوتا ہے جیسے کہ سیب ہے اس کا اپنا خون یعنی پانی ہوتا ہے اور اس کا رنگ بھی علیحدہ ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ ہر چیز کا اپنا خون ہوتا ہے اور وہ ہر ایک

سے جدا ہوتا ہے، بشر کا خون بشری ہوتا ہے اور نور کا خون نورانی ہوتا ہے تو کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خون بھی نورانی ہوا۔

جواب نمبر 2:

نور جس ہیئت کذائیہ میں متشکل ہو اس کے عوارض ذاتیہ اسکو لاحق ہوتے ہیں مثلاً ملک الموت فرشتہ نوری ہے، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے انسانی شکل میں متشکل ہو کر آیا تو اس کی آنکھ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مکا مار کر نکال دی۔ کیا نور کی آنکھ بھی یا نہیں بھی تھی۔ (مسلم شریف، جلد 2، ص 267)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ملک الموت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف آیا تو اس نے کہا کہ اپنے رب کے حکم کو قبول فرمائیے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کی آنکھ پر طمانچہ مارا تو اس کی آنکھ نکل آئی تو ملک الموت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا اللہ! تو نے مجھے ایسے بندے کی طرف بھیجا جو موت کا ارادہ نہیں رکھتا اور اس نے میری آنکھ نکال دی، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو دوبارہ آنکھ عطا کر دی۔

تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ ملک الموت نوری تھا اور اسے طمانچہ مارنے سے اس کی آنکھ نکل آئی تو نور بہہ گیا اور جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کا قائل نہیں اس کا یہ اختیار نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے کوئی نور تجویز نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ومن لم يجعل الله له نوراً فماله من نور ط

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے جس کے لئے نور نہیں بنایا اس کو کوئی نور نہیں ملے گا۔

اس حدیث شریف سے یہ ثابت ہوا کہ نبی اللہ کی طاقت ملائکہ سے زیادہ ہے اور ملائکہ کا غلامِ رسول ہونا بھی ثابت ہوا جس نے اپنی آنکھ نکلوا دی لیکن نبی کی گستاخی

گوارا نہ کی۔

اعتراض

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کالے تھے، کیا نور کالا بھی ہوتا ہے، بال اگر کالے ہوں تو نوری نہ ہوئے اور یہ بال کیونکہ جسم کا ایک حصہ ہیں اور ایک حصہ نوری نہ ہوا اور جس کا ایک حصہ نوری نہ ہو تو باقی کیسے نور ہو سکتا ہے؟

جواب: اس اعتراض سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر عیب لگا رہے ہیں اور عیب ڈھونڈ رہے ہیں۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ کو اللہ تعالیٰ نے نوری بنا دیا تھا۔

قرآن کریم فرماتا ہے!

ونزع یدہ فاذاھی بیضاء للنظرین ط (الاعراف 13:9)

اور اپنا ہاتھ باہر نکالا تو اچانک وہ دیکھنے والوں کے لئے چمکیلا ہو گیا۔

اسی طرح

اسئلك یدك فی حبیبك تخرج بیضاء من غیر سوءٍ ط

(القصص 4:20)

تم اپنا ہاتھ گریبان میں ڈالو بغیر بیماری کے روشن والا نکلے گا۔

اسی طرح

وضیمه یدك الی جناحك تخرج بیضآء من غیر سوءٍ آیه اخریٰ لنریك من آیاتنا الکبریٰ (طٰہٰ 10:16)

اور اپنے ہاتھ کو اپنی بغل میں ملاؤ بغیر کسی بیماری کے روشن ہو کر نکلے گا یہ دوسری نشانی ہو گی تا کہ ہم تمہیں دکھا دیں اپنی بڑی نشانیوں سے۔

ان آیاتِ مبارکہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے

دستِ اقدس کو نوری بنا دیا تھا جس میں کسی اور چیز کی مکسنگ نہ تھی۔ انسانی ہاتھ کو اگر نوری بنا سکتا ہے تو انسان سے نور کی ولادت بھی بخشش انسانی بھی اس کی قدرت سے ممکن ثابت ہوئی اور جب ہاتھ کا نوری بننا ممکن ہے تو حقیقی نور کا صورتِ انسانی میں متشکل کرنا قدرتِ الٰہیہ میں ممکن ثابت ہوا بلکہ انسانی ہاتھ فی الخارج حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حقیقتاً نوری بنا اور حقیقت نور بصورت انسانی حضورِ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ یہ وحدہ لاشریک کی قدرتِ کاملہ کا کمال ثابت ہوا اور رہا بالوں کا مسئلہ تو بالوں کی سیاہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور ہونے میں مخل نہیں ہو سکتی۔ بال تو سیاہ بھی ہوتے ہیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بالوں میں خصوصیت یہ تھی کہ باوجود سیاہ ہونے کے روشن اور چمکیلے تھے اور یہ ایسا ممکن ہے۔

ایک اور جواب، قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

وانزلنا الیکم نوراً مبیناً ط

اس آیت کریمہ سے ثابت ہے کہ قرآن مجید سارا نور ہے اس میں کوئی دوسری چیز نہیں اور ابلیس کا ملعون ہونا بھی قرآن مجید میں مذکور ہے۔

وان علیك اللعنة الی یوم الدین

ایسے ابولہب، ابوجہل، فرعون وغیرھم کا کافر ہونا اور ملعون ہونا بھی قرآن کریم سے ثابت ہے لیکن ابلیس کا نام یا ابوجہل کا نام، فرعون اور ابولہب کا نام جب قرآن کریم کی عبارت میں مذکور ہوتا ہے تو وہ تمام اسمائے کفار کے الفاظ منزلہ نوری کہلائیں گے یا نہیں۔ اگر نہیں تو قرآن کریم میں نقص لازم آئے گا اگر ہے تو ثابت ہوا کہ ان اسماء کا جب معنون مراد لیا جائے تو فی الخارج برے ہیں لیکن جب کلامِ الٰہی میں ان کے اسماء پڑھے جائیں تو وہی الفاظ نوری ہو جاتے ہیں تو ایسے ہی بالوں کی حقیقت تو سیاہ ہے لیکن جب نوری وجودِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکلیں گے تو نوری ہی ہوں

گے۔ وہاں صرف معنون کا عنوان نوری بنایا یہاں عنوان اور معنون دونوں ہی نوری ہوئے کیونکہ آپ حقیقتاً نور ہیں اور نور سے نور کا ہی اخراج ہوتا ہے بلکہ جو چیز اس میں داخل ہوگی وہ بھی نوری بن جائے گی جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھانا خاکی تناول فرماتے تھے لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں جاتا تھا تو وہ بجائے اس کے کہ انسانی تقاضے کے مطابق گندگی بنے، خوشبودار نور بن جاتا۔ وہاں تو صرف لفظی عنوان بدلا، معنون میں فرق نہیں آیا لیکن یہاں اللہ تعالیٰ نے حقیقت ہی بدل دی۔ اس کو عقل بھی تسلیم کرتی ہے۔ دلیل عقل مثلاً بادل سیاہ ہوتا ہے جب سورج کی روشنی سفید اس پر غالب ہوتی ہے تو بادل سفید نظر آنے لگ جاتا ہے اور جب سورج بوقت طلوع یا غروب سرخ ہو جائے تو بادلوں پر بھی سرخی غالب آجاتی ہے۔ ایسے ہی نور نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بالوں پر غالب صرف بالوں کی سیاہی کو ہی منور نہیں فرمایا بلکہ نور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاکی لباس پر بھی اتنا غالب تھا کہ وہ تجلیاتِ الٰہیہ کو برداشت کرتا تھا۔

اعتراض: فرشتے تمام نوری ہیں اور انسان تمام بشر ہیں اگر تم کہو کہ انسان بھی نوری ہیں تو فرشتے اور انسانوں کے درمیان تلازم آرہا ہے لہٰذا اس انسان میں بشریت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے تو معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں

جواب

کتنی غضب ناک بات ہے کہ تم لوگوں نے صرف ہٹ دھرمی کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام لوگوں کے ساتھ ملا دیا ہے اور بشر کا لقب دے دیا ہے اگر ایسی بات ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ کیوں ارشاد فرمایا:

وما ارسلنٰك الا رحمته اللعٰلمین

اور تمہارے لیے یہ کیوں نہ فرمایا حالانکہ تم بھی تو بشر ہو۔

اور میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو ارشاد فرمایا:

ایکم مثلی

”تم میں سے کون ہے میری مثل“

تو صحابہ کرام علیہم الرضوان جان گئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری مثل نہیں انہیں کے صدقے ہمیں دولتِ ایمان واسلام نصیب ہوئی ہے اور تم لوگ صرف اپنے باطل عقیدے کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا کہہ دیا۔ تم پر افسوس ہے کہ تم کہتے ہو کہ ہم صحابہ کرام کے چاہنے والے ہیں لیکن ان کی اطاعت تو کرتے نہیں ہو لہٰذا معلوم ہوا کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں۔

اعتراض

قرآن کریم میں ہے کہ سائے بھی ہر شے کے سجدے کرتے ہیں اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ تسلیم نہ کیا جائے تو دوسروں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت میں کمی لازم آئے گی کہ ہر چیز خود بھی سجدہ کرے اور ان کے سائے بھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف خود ہی سجدہ کریں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ سجدہ نہ کرے یہ عبادت اللہ میں کمی لازم آئے گی لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ ضرور تسلیم کرنا پڑے گا۔

جواب:

کتنی دردناک بات ہے کہ تم لوگوں نے میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر کو سمجھا ہی نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے دوسرے لوگوں کے لئے فرمایا:

فاذکر اللہ کثیراً لعلکم تفلحون ط

اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو گے تو تمہاری خلاصی ہو گی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ارشاد ہوتا ہے:

یا ایھا المزمل قم الیل الا قلیلًا نصفہ او انقص منہ قلیلا او زد علیہ ورتل القرآن ترتیلا ط

رات کو آپ زیادہ تمام رات کھڑے نہ رہیں، چوتھا حصہ رات یا آدھی رات یا کم وبیش کھڑے ہو کر ترتیل سے قرآن کریم پڑھیں۔

اب تم بتاؤ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کتنے عظیم اور بلند وبالا درجے کے مالک ہیں۔ معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تمام مخلوق سے ممتاز ہے۔ دوسرے مقام پر فرمایا:

طٰہٰ ما انزلنا علیك القرآن لتشقی

حضور تمام رات کھڑے نہ ہونا کیونکہ ہم نے آپ پر اس لیے قرآن نازل نہیں کیا کہ آپ اتنی مشقت اٹھائیں۔

میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف کو اللہ تعالیٰ گوارا نہیں فرماتا اور تم پر کثرت ذکر کا حکم لگایا جاتا ہے۔ اگر کثرت ذکر نہ کرو تو تمہاری خلاصی نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تم شانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے خبر ہو۔ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم اگر ایک دفعہ اللہ اکبر فرمادیں اور تمام مخلوق بمعہ ملائکہ تمام عمر ذکرِ خداوند کریم کرتے رہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک دفعہ کا ذکر سب مخلوق کی تمام عمر کی عبادت سے فوقیت رکھتا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخلوق کی کوئی شے ذکر میں فوقیت نہیں لے جاسکتی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات وممات ذکرِ خداوندی میں یکساں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قل ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العٰلمین ط

فرما دیجئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے شک میرا نماز پڑھنا اور میرا قربانی کرنا اور میری زندگی اور وصال اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔

اور جن کی حیات وممات اللہ تعالیٰ کے کاموں کے لئے وقف ہوں حالت ممات ابھی نہیں اور تمام وقت ممات اپنی ڈیوٹی میں پہلے ہی درج فرما لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام حیات بھی ڈیوٹی میں ہی لکھی جائے کچھ کریں یا نہ کریں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سائے کی اعانت کی کیا ضرورت ہے۔ جس کی حیات وممات طوعاً میں حتمی منظور ہو چکی ہو اس کو کرہاً معاونت کی کیا ضرورت بلکہ آخرت کو دنیا سے بھی زیادہ بہتر فرما دیا۔

وللآخرۃ خیرلك من الاولیٰ

اور جب اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق میں آپ کا مثل نہیں پیدا فرمایا تو سائے کی مساوات کیسے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ولواء الحمد بیدی

اللہ تعالیٰ کی تعریف کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہے حالانکہ ملائکہ کا ایک سانس بغیر ذکرِ خداوندی نہیں ساری مخلوق خداوند کریم کی خالی ہاتھ ہو گی اور پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کا جھنڈا ہو گا تو وہاں سائے کی اعانت کی کیا ضرورت؟

اس کا اور جواب

اس کا اور جواب یہ ہے کہ نوری شے کا سایہ ہوتا ہی نہیں۔ غور کریں چاند کا سایہ نہیں ہوتا، سورج کا بھی سایہ نہیں، ستاروں کا سایہ نہیں، ملائکہ انسانی شکل میں بھی متشکل ہو کر آتے ہیں تو ان کا بھی سایہ نہیں۔ جنت نوری ہے اس کا سایہ نہیں، لوح وقلم نوری ہیں ان کا سایہ نہیں۔ جب قرآن وحدیث صحیحہ واقوال بزرگان موافق ومخالفین یہ ثابت ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نوری ہیں تو سایہ کیسے رہا؟

اس کا ایک اور جواب

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے عرش پر مدعو فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بمعہ جسم اطہر تشریف لے گئے۔ چاند پہلے آسمان پر قدم بوس ہوا اور سورج چوتھے آسمان پر، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے تجاوز فرما کر عام ملکوت سے گزر کر عالم لاہوت میں تشریف لے گئے وہاں تو تم بھی سایہ کو تسلیم نہیں کر سکتے تو اللہ تعالیٰ کا قرب زیادہ ہونا چاہیے تھا کیونکہ تمہارے نزدیک سائے کی عبادت میں کمی واقع ہو گئی۔ حالانکہ وہاں قرب زیادہ ہوا تو ثابت ہوا کہ میرے پیارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ ہونے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرب زیادہ حاصل ہوتا ہے اور پھر روشنی کا قرب زیادہ ہوگا تو بھی سایہ نہیں رہتا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قرب خداوندی ہر وقت ہے تو سایہ کیسے تسلیم کیا جائے گا؟

آخری جواب

اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ کریمہ میں کافر کو شرم دلائی ہے کہ ہر شے میرے سامنے سرنگوں ہے اور ساجد لیکن تو اے کافر ایسا بے ایمان ہے کہ تو میرے سامنے سر نہیں جھکاتا، میری قدرت دیکھ تو اگر میرے سامنے طوعاً سجدہ نہیں کرتا تو اگلے پچھلے پہر تیرا سایہ کرہاً سجدہ کرتا ہے۔ اب اس کو تو روک کر دکھا اور تیرا سایہ کرہاً ساجد ہے تو تو اے بے ایمان طوعاً ساجد ہو جا اور مومن کا جسم بھی ساجد اور اس کا سایہ بھی ساجد تو اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے کافر کو ڈانٹ کر شرم دلائی ہے لیکن مخالفین نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اصول کو ہر ایک پر چسپاں کر لیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان دوسرے مقام پر مذکور ہے جو اس کی تشریح مبین ہے۔ ملاحظہ ہو:

قرآن پاک میں آتا ہے:

او لم یرو الی ما خلق اللہ من شیءٍ یتفیوء ظللہ عن

الیمین والشمائل سجداً للہ وھم داخرون۔ (النحل 6:14)

کیا اور نہیں دیکھا انہوں نے طرف اس چیز کی جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہے مائل ہوتا ہے اس کا سایہ دائیں اور بائیں اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ کرنے والے ہیں اور وہ ذلیل ہیں۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ جتنی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اس کا سایہ دائیں اور بائیں سجدہ کرنے والا ڈھلتا ہے حالانکہ نوری اور ناری دونوں اس حکم سے ممتاز ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے دو جنسوں کو ممتاز فرمایا ہے اور کلامِ الٰہی میں فرق لازم نہیں آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ممتاز فرمایا تو کلامِ الٰہی کا قانون کیسے ٹوٹ سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا کوئی ایسا قانون نہیں جس کے خلاف اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا نمونہ نہ دکھایا ہو لیکن مومن قدرتِ خداوندی سے قائل ہو جاتا ہے سن کر اور منافق

افتومنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض

سیاپنے مطلب کو مقدم سمجھتا ہے تو اسی وحدہٗ لا شریك نے خاکی چیزوں درختوں، پتھروں وغیرہ کفار کا سجدہ کرہاً ثابت فرمایا اور مومن کا سجدہ طوعاً ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے سب سے ممتاز پیدا فرمایا اور "وھم داخرون" سے اللہ رب العزت نے سائے کے سجدے کو پیش کر کے کفار کو خوف دلایا ہے نہ کہ ہر شے کے لئے سایہ مقرر کیا گیا ہے۔

ایسے ہی تمہاری پیش کردہ آیت میں ہر چیز کے لئے سایہ مقرر نہیں کیا گیا بلکہ سایہ دار چیزوں کے سائے کو کرہاً سجدہ کرنے والے ثابت کر کے کفار کو الوہیت خداوندی تسلیم کرو۔ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اے کافر تیرا سایہ اللہ کو سجدہ کرتا ہے لیکن تو اس کے ساتھ انکار کرتا ہے۔

(مفردات راغب:316)

اور کافر غیر اللہ کو سجدہ کرتا ہے اور اس کا سایہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتا ہے یعنی کافر کے جسم کا سایہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتا ہے۔

(مجمع بحار الانوار:332)

قرآن وحدیث کی لغت سے آیت کے معنیٰ واضح ہو گئے۔ امید ہے کہ انشاء اللہ تمہاری کھوپڑی درست کام کرے گی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اس آیت کو چسپاں کرنا ایمان کے خلاف ہے۔ جب قرآن وحدیث صحیحہ وتفاسیر متقدمین ومتاخرین واقوال اہلسنّت وجماعت واقوال مخالفین سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور ثابت ہوئے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ بھی نہ تھا تو بدلائل ثابت ہو گیا کہ جس کا سایہ نہ ہو وہ نوری ہے اور جو نوری ہو اس کا سایہ نہیں ہو سکتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نوری ثابت ہوئے۔

اعتراض

مسند امام احمد بن حنبل میں ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ دیکھا، اور تم کہتے ہو سایہ نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں ہے تو لہٰذا جس کا سایہ ہو وہ نور نہ ہوا۔

جواب:

بڑے افسوس کی بات یہ ہے کہ تم حدیث کو غلط طریقے سے بیان کر رہے ہو حالانکہ حدیث کے اصل الفاظ اور ہیں اور تم نے غلط بیانی سے کام لیا ہے۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم میں ایک دن نصف نہار میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور میں اس وقت زیر سایہ تھی۔

تو یہ ہے کہ نصف نہار میں سایہ ہوتا ہی نہیں کیونکہ مدینہ طیبہ میں معدل النہار سے سورج اتنی دور ہٹتا ہی نہیں کہ نصف نہار میں آدمی کا اتنا سایہ ہو کہ آدمی کے سائے میں کھڑا ہو سکے لہٰذا حضرت صفیہ والی دلیل کو جو تم نے لیا ہے اسی کو اسی دلیل نے غلط ثابت کر دیا۔

اعتراض

نور کھانے پینے سے مبرا ہوتا ہے، نور کھاتا پیتا نہیں، بیویاں نہیں رکھتا لہٰذا جو کھاتا ہو اور بیویاں رکھتا ہو وہ نور نہیں ہے۔

جواب: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ نوری تھا اور کھاتے پیتے بھی تھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ تھے۔ اگر روح اللہ کے کھانے پینے سے اس کے روح اللہ ہونے میں فرق لازم نہیں آتا تو نور اللہ کے کھانے پینے سے نور اللہ ہونے میں فرق نہیں آ سکتا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام شادی بھی کریں گے اور ان کی اولاد بھی ہوگی۔

اس کا ایک اور جواب

قرآن مجید فرماتا ہے:

وما انزل علی الملکین ببابل ھاروت وماروت ط

اور جو اتارا گیا دو فرشتوں پر بابل میں ہارون اور ماروت کو۔

شہر بابل میں ہاروت وماروت دو فرشتے نوری نازل ہوئے جنہوں نے شراب پی اور زنا بھی کیا تھا تو یہ نوری تھے تو کیوں شراب پی حالانکہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی شراب بھی نہ پی تھی تو معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں۔

تفسیر خازن جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 77 میں ہے کہ

فشربا فلما انتشیا وقعا بالمرء ة فزینا بھا فراھما انسان

فقتلاہ ط

تو دونوں نے شراب پی، پھر جب دونوں بے ہوش نشہ ہوئے تو زہرہ عورت پر چڑھے اور دونوں نے اس سے زناء کیا تو ان دونوں کو ایک آدمی نے دیکھ لیا تو انہوں نے اس آدمی کو قتل کر دیا۔

اب تمہیں معلوم ہو گیا کہ نوری صحبت بھی کر سکتا ہے، کھا پی بھی سکتا ہے، اس سے نور میں فرق نہیں آسکتا۔ ہاروت وماروت نوری ہیں، نور کی پیدائش میں پھر انہوں نے کھا پی کر زنا کر کے قتل کر کے دکھا دیا تا کہ میرے پیارے نوری مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو مبرا ہیں ہر عیب سے کے ازواجِ مطہرات اور حلال کھانے پینے سے نور میں فرق نہ آئے۔

اعتراض

جب تم لوگ کہتے ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں اور حاضر وناظر بھی ہیں تو اندھیری رات یا اندھیری کوٹھڑی میں روشنی کیوں نہیں رہتی۔

جواب

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ان علیکم لحافظین کراماً کاتبین ط

جب تمہارا اس پر ایمان ہے کہ ہر شخص کے ساتھ دو نوری فرشتے ہیں اندھیرے کمرے میں یا اندھیری رات میں تمہارے ساتھ ان کا نور کیوں نہیں چمکتا۔ ثابت ہوا کہ نوریوں کو دیکھنے کے لئے ایمانی آنکھ کی ضرورت ہے اور تمہاری کیونکہ ایمانی آنکھ نہیں لہٰذا تمہیں کیا نظر آئے گا۔

قرآن کریم میں ہے:

اللہ نور السمٰوٰت والارض ط

اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے۔

تو سورج اور چاند کی کیا ضرورت تھی اسی کا نور ہر چیز کو روشن کر دیتا۔ تو ثابت ہوا کہ نورِ خداوندی کو دیکھنے والی آنکھ اور ہے اور ایسے ہی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی نوری ہیں لیکن ان کو بھی دیکھنے والی آنکھ ولایت والی آنکھ ہے۔ ہر ایک آنکھ کی یہ طاقت نہیں کہ نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ سکے۔

اعتراض

تم کہتے ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں، کیا نور کمزوروں کے بوجھ اٹھا کر اس کے گھر چھوڑ آتے تھے کبھی نور بھی بوجھ اٹھاتا ہے۔

جواب

تمہاری عقل لگتا ہے بھیڑیوں نے لے لی ہے یا تم ناقص العقل پیدا ہوئے ہو۔

سنو

قرآن مجید میں اس کا ثبوت موجود ہے۔

ان یاتیکم التابوت فیه سکینة من ربکم وبقیة من ما ترك آل موسیٰ وآل هرون تحمله الملآئکة ط

یہ کہ تمہارے پاس تابوت آئے گا اس میں تسلی ہو گی تمہارے رب کی طرف سے اور بقیہ ہو گا اس چیز سے جو موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام چھوڑ گئے اس کو ملائکہ نے اٹھایا ہو گا۔

اب قرآن پاک سے ثابت ہو گیا کہ انبیاء علیہم السلام کے تبرکات ملائکہ اٹھا کر ولی اللہ کی خدمت میں لائیں گے۔ ملائکہ نوری اور انسانوں کے تبرکات اٹھائے پھرتے رہے کیا کہو گے ملائکہ نوری نہ رہے۔ ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نوری ہیں اور اپنی رحمت سے لوگوں کے بوجھ اٹھاتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور ہونے

میں فرق نہیں آسکتا۔

اعتراض

کیا نوری کا خاکی سے نکاح ہوسکتا ہے؟

جواب:

مومن جنتی جب جنت میں جائے گا تو اللہ رب العزت نے فرمایا:

لھم فیھا ازواج مطھرۃ وھم فیھا خٰلدون ط

جنت میں مومنوں کو بیویاں پاک ملیں گی اور اس میں ہمیشہ رہیں گے اور ان جنتیوں کے ازواجِ مطہرات کی صفت فرمائی۔

حور مقصورات فی الخیام

اور جنتیوں کو حوریں پردہ نشین ملیں گی۔

معلوم ہوا کہ خاکی کا نوری سے نکاح ہوسکتا ہے لیکن اس کے لئے بھی شرط ہے۔ اللہ رب العزت جنتیوں کو بھی قیامت کے دن نوری بنادے گا۔

جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:

یسعٰی نورھم بین ایدیھم وبایمانھم

مومنین کے آگے اور دائیں نور ہوگا۔

اعتراض

تم نبی کو نور کہتے ہو اور خدا کے نور سے نور مانتے ہو تو تم از روئے قرآن مشرک ہوئے کیونکہ قرآن کریم میں ہے۔

وجعلوا لہ من عبادہٖ جزءًا ان الانسان لکفورٌ مبین

انہوں نے اللہ کے لئے اس کے بندوں کو جز بنادیا بے شک انسان ضرور کفر کرنے والا ہے۔

اس آیتِ قرآنی سے ثابت ہوا کہ جو خداوند کریم کی جز کسی بندے کے بنائے وہ کافر ہے تم نبی کو خدا کا جز مانتے ہو لہٰذا تم بھی کافر ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں بھی ہدایت کی توفیق دے۔

جواب:

ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا نور مانتے ہیں یہ بھی اس کے فرمان کے موافق ہے۔

یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہٖ ولو کرہ الکافرون

یہ ارادہ رکھتے ہیں تاکہ اپنے مونہوں سے اللہ تعالیٰ کے نور کو بجھادیں اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے گو کافر برا منائیں۔

اس آیہ کریمہ میں دو جملے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا نور فرمایا ہے۔

1-نور اللّٰہ: اللہ کا نور

2-واللہ متم نورہ: اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے۔

1- پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خداوند کریم کے نور سے برا ماننے والوں پر فتویٰ کفر ثبت فرمایا۔

ولو کرہ الکافرون: اگر کافر برا منائیں۔

تو اس ارشادِ خداوندی کی رو سے ہمارا اہلسنّت وجماعت بریلوی کا عقیدہ صحیح ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خدا کا نور ہیں۔

باقی رہا تمہارا آیتِ خداوندی کو پیش کرنا، اہل کتاب پر جز خداوندی ماننے پر خداوند کریم کا فتویٰ کفر ثبت کرنا تو یہ اہل کتاب پر کفر کا فتویٰ ہے جو حضرت عزیر علیہ

السلام یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے یا کہتے ہیں۔ان پر خداوند کریم کا کفر کا فتویٰ ہے کیونکہ بیٹا باپ کا جزو ہوتا ہے۔جب اہل کتاب نے عزیر علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خداوند کریم کا بیٹا تسلیم کرلیا تو انہوں نے دونوں کو اللہ تعالیٰ کا جزو ثابت کیا اور منقسم ہونے والا قدیم نہیں رہ سکتا بلکہ حادث ہوتا ہے اور ذاتِ خداوند قدیم ہے اس لیے رب العزت نے قرآن کریم میں خداوند کریم کے لئے بیٹا تجویز کرنے والوں پر کفر کا فتویٰ ثبت فرمایا کہ تم بیٹا کہہ کر خدا کا جزو بناتے ہو اس لیے وہ اس عتاب میں ماخوذ ہوئے۔ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

اعتراض

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تو قرآن کریم واحادیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور محدثین واقوال متقدمین مجتہدین سے نور ہونا ثابت ہو گیا لیکن ہمارے عقیدے والے ایسے لوگوں کو غالی اور بدعتی کہتے ہیں۔

جواب:

جناب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حد کا علم تو اللہ تعالیٰ کو ہی ہے مخلوق کو نہیں۔جب جبرائیل علیہ السلام جو مقربین ملائکہ سے ہیں میرے پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حد مکانی معلوم نہ کر سکے اور عاجز رہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حد مراتب کو ہم کیسے معلوم کر سکتے ہیں اور جب جبرائیل علیہ السلام جیسا نوری، قریبی فرشتہ میرے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی قسم کی حد تک معلوم نہ کر سکا تو باقی مخلوق کیسے کر سکتی ہے۔

میں تمام متقدمین بزرگان اسلاف کا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلو کے متعلق عقیدہ عرض کرتا ہوں۔

شرح الھمزہ، شرح الشرح الھمزیہ، فتوحاتِ احمدیہ، لابن حجر الھیثمی، محمد خفی، للشیخ

سلیمان الجمل، وکل غلو فی حقہ تقصیر

اور ہر غالی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں قاصر ہے۔ثابت ہوا کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کرتے کرتے اگر درجہ غلو تک بھی بڑھ جائے پھر بھی واصف قاصر ہے اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس واصف کی صفت بیان کردہ سے وراء الوراء بالاتر ہیں، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائے وصف تک مخلوق سے کوئی واصف نہیں پہنچ سکتا تو غالی بن ہی کیسے سکتا ہے جب ہر واصف کی وصف کی تقصیر ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم بالا ہیں تو واصفِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصافِ حمیدہ بیان کرنے والے کو غالی کہنا جرم ہے اور ہم غالی نہیں بن سکتے اور نہ ہی ہیں۔اگر یہ فتویٰ دینا ہے تو اللہ تعالیٰ کو کہو کہ جو اپنے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حد سے زیادہ پار لے گیا۔سدرۃ المنتہیٰ مخلوق کی حد تھی تو رب العزت اگر حد سے پار لے جانے سے غالی نہیں کہلا سکتا تو ہم نام لینے سے کیسے غالی بن سکتے ہیں۔اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نور کہنے والے بدعتی ہیں تو سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نور خداوند تعالیٰ نے کہا جو کئی آیتوں سے ثابت ہو چکا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ نے نور فرمایا، اصحاب آپ صلی اللہ عسبہ وسلم کا نور ہونے پر ایمان رکھتے تھے، تابعین، تبع تابعین، سلف صالحین، بزرگانِ اہل اسلام تمام کا عقیدہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور ہونے پر تھا۔دیوبندیوں کے اکابرین غیر مقلدین کے مخصوص بانیان اکابرین کا عقیدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور ہونے پر تھا۔فتویٰ کس کس پر جڑو گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقتِ نوری سے مسلمانوں کو انحراف کر کے ایک خرد منفردہ نور یہ قدرتِ الٰہی کے ابداع کا انکار کر رہے ہو اور اپنے ایمان کو تو کھو بیٹھے تھے باقی اچھے بھلے ایماندار مسلمانوں کو بھی گمراہ بنا رہے ہو۔اللہ تعالیٰ تمہیں اور ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقتِ نوری سے منور فرمائے اور اس نور منفردہ کی زیارت وامداد

سے سرفراز فرمائے۔

مسلمانو! میرے پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کے دلائل تمہیں قرآنی دلائل سے بیان کئے گئے۔ متقدمین ومتاخرین، مفسرین کی زبانی قرآن پاک کے دلائل بھی پیش کئے گئے اور احادیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اقوالِ بزرگانِ دین نے بھی نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دلائل دیئے اور مخالفین نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اکابرین کے عقائد بھی بیان کئے گئے اور مخالفین کے اعتراض کے جواب بھی بطریق احسن لکھے گئے۔ اب بھی اگر تمہارا عقیدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور ہونے پر صحیح نہ ہو تو پھر یہ حساب خداوند کریم کے ہاں ہوگا اور فیصلہ قبر وحشر میں ہوگا کہ کون میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو نور کا پیکر مانتا تھا اور دل وجان سے قبول کرتا تھا' اور کون اس کا انکار کرتا تھا لہٰذا ضروری ہے کہ اگر تمہارے اندر ایمان کا قطرہ موجود ہے تو بے دھڑک کہہ دو کہ واقعی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں۔ تم پر کوئی طعنہ زنی نہیں کرے گا اور نہ ہی تم پر کوئی لعن طعن کرے گا اور مان جاؤ کہ تم سے میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہو جائیں اور تمہیں چمکا دیں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا:

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے
تیرا کھائیں تیرے غلاموں سے الجھیں
ہیں منکر عجب کھانے غرانے والے

اب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانی بشریت پر بحث کروں گا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے جیسے بشر ہیں، ان کا کھانا، پینا، اٹھنا، بیٹھنا بشری لوگوں کی طرح تھا تو انشاء اللہ ثابت کروں گا کہ ہمارے اور میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم

کے اندر کون سی بشریت ہے۔

آیا کہ بشریت میں ہم برابر ہیں یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے بشریت کے لحاظ سے بھی رُتبہ میں بڑھ کر ہیں۔

اور میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کس قسم کے بشر تھے۔ اگر بشری لحاظ میں نہ آتے تو کیا ہوتا۔ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر بھی تبلیغ کا کام ہو سکتا تھا یا نہیں۔ انشاء اللہ ثابت کروں گا کہ اگر ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم تمام نورانی صورتِ اقدس میں تشریف لاتے تو کوئی بھی ماں کا لعل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پہچان سکتا اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جلوہ برداشت کر سکتا۔

کسی نے کیا خوب کہا:

نور کہوں یا بشر کہوں اسی شک میں پڑا رہا
بشر کہوں تو کفر میں گرتا ہوں اسی شک میں پڑا رہا
نور کہوں تو ایمان کی دولت ملتی ہے اسی شک میں پڑا رہا
کہو عشق نے مجاہد نور کہو شاید اسی کے صدقے تیری خلاصی ہو

اور

جان ودل ہے قربان نورِ مصطفیٰ ﷺ پر
ہے اسی میں جانِ جہاں مصطفیٰ ﷺ پر
مر کے مٹ جاؤں تیرے نام پر اے آقا ﷺ
کہ کہیں مجاہد دیوانہ ہے تو نامِ مصطفیٰ ﷺ پر

حضور ﷺ کی نوری بشریت

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

قل انما انا بشرٌ مثلکم یوحٰی الی انما الٰھکم اللہ واحد

(کہف پارہ سولہ، آیت 110)

ترجمہ: آپ فرمادیجئے میں (خدا نہ ہونے میں) تمہاری ہی مثل بشر ہوں میری طرف یہی وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا خدا ایک خدا ہے۔

بشر کا معنیٰ

بشر کا معنیٰ انسان ہے خواہ ایک مرد ہو یا ایک عورت ہو اور چہرے، سر اور جسم کی اوپری کھال کو بشرۃ کہتے ہیں۔ (کتاب العین ج1،ص164)

علامہ حسین محمد بن راغب اصفہانی لکھتے ہیں۔

کہ انسان کے جسم کی کھال کے ظاہر کو البشرۃ کہتے ہیں اور اس کھال کے باطن کو الادمتہ کہتے ہیں۔ انسان کو بشر اس لیے کہتے ہیں کہ اس کی کھال ظاہر ہوتی ہے اس کے برخلاف دیگر حیوانوں کی کھال کے اوپر بال ظاہر ہوتے ہیں اور عموماً کھال بالوں کے نیچے چھپی ہوئی ہوتی ہے۔ اس لفظ میں واحد، جمع، مذکر اور مؤنث برابر ہیں۔ قرآن مجید میں ہر جگہ انسان کے جثہ اور اس کے ظاہر کو بشر کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے۔

وھو الذی خلق من المآء بشرا (الفرقان:54)

وہی ہے جس نے انسان کو پانی سے پیدا کیا۔

کفار انبیاء علیہم السلام کے مرتبہ کو کم اور پست کرنے کے لئے انہیں بشر کہتے

تھے۔

1- ان ھذا الا قول البشر (المدثر:25)

یہ صرف بشر کا قول ہے۔

2- البشراً منا واحداً نتبعہ (القمر:24)

کیا ہم اپنوں میں سے ایک بشر کی پیروی کریں۔

3- ما انتم الا بشرء مثلنا (یٰسین:15)

تم محض ہماری طرح بشر ہو۔

4-انؤمن لبشرین مثلنا (المومنون:47)

کیا ہم اپنی طرح دو بشروں پر ایمان لے آئیں۔

5-قالو آ ابشرء یھدوننا (التغابن:6)

کافروں نے کہا کیا بشر ہم کو ہدایت دے گا۔

چونکہ لوگ بشریت میں ایک دوسرے کو مساوی سمجھتے تھے اور علوم ومعارف اور غیر معمولی صلاحیتوں اور قابل تحسین کاموں کی وجہ سے ایک کی دوسرے پر فضیلت سمجھتے تھے اسی لیے پہلے فرمایا:

قل انما انا بشر مثلکم پھر فرمایا یوحٰی الی

یعنی پہلے فرمایا: میں بشر ہونے میں تمہارے مساوی ہوں اور میری فضیلت اور تخصیص یہ ہے کہ مجھ پر وحی کی جاتی ہے اور میں وحی الٰہی کی وجہ سے تم پر ممیز اور ممتاز ہوں۔

مصر کی عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق کہا:

حاشا للہ ما ھٰذ بشرًا ط ان ھٰذا الا ملک کریم (یوسف:31)

ترجمہ: ''حاشا اللہ! یہ بشر نہیں ہے، یہ معزز فرشتہ کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔''

ان عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی عظمت وجلال کو ظاہر کرتے ہوئے

کہا یہ اس سے بلند اور برتر ہیں کہ یہ کوئی انسان ہوں، ان کی حقیقت اور جوہر ذات بشر ہونے سے منزہ ہے۔ جب کسی شخص کو کوئی خوشخبری سنائی جائے تو اس کے چہرے پر خون کی سرخی پھیل جاتی ہے اور اس کے چہرے کی کھال سرخ ہو جاتی ہے اس لیے خوشخبری سنانے کو تبشیر اور خوشخبری سن کر خوش ہونے کو استبشار کہتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

قالوا لا توجل انا نبشرك بغلام عليم (الحجر:53)

فرشتوں نے کہا آپ ڈریں نہیں ہم آپ کو علم والے لڑکے کی بشارت دے رہے ہیں۔

يتبشرون بنعمة من الله وفضل (آل عمران:171)

وہ اللہ کی نعمت اور فضل سے خوش ہوتے ہیں۔

کفار انبیاء علیہم السلام کو کیوں بشر کہتے تھے اور ان کا رد

کفار انبیاء علیہم السلام کو بشر اس لیے کہتے تھے کہ وہ بشریت کو نبوت کے منافی سمجھتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ نبی کے لئے فرشتہ ہونا ضروری ہے۔

قرآن مجید نے کفار کا قول نقل فرمایا ہے:

واسروا النجوىٰ الذين ظلموا هل هذآ الا بشر مثلكم افتاتون السحر وانتم تبصرون o (الانبیاء:3)

امام فخر الدین رازی متوفی (606ھ) اس آیت کی تفسیر لکھتے ہیں:

ان کافروں نے دو وجوہات سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں طعن کیا تھا ایک یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی مثل بشر ہیں دوسری یہ کہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دلیل پیش کی ہے وہ جادو ہے اور یہ دونوں وجوہات باطل ہیں۔ پہلی وجہ اس لیے باطل ہے کہ نبوت کا ثبوت دلائل اور معجزات پر موقوف ہے، صورتوں پر موقوف نہیں۔

بالغرض اگر ان کے پاس فرشتہ کو نبی بنا کر بھیجا جاتا تو محض اس کی صورت دیکھ کر تو اس کے نبی ہونے پر یقین نہیں ہو سکتا تھا جب تک کہ اس کی نبوت پر دلائل نہ قائم ہو جاتے اور جب یہ واضح ہو گیا تو اگر بشر اپنی نبوت پر معجزات اور دلائل قائم کر دے تو اس کا نبی ہونا بھی جائز ہے بلکہ واجب ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ بشر کی طرف بشر کو نبی بنا کر مبعوث کیا جائے کیونکہ انسان کے لئے اپنے ہم جنس اور ہم شکل کو نبی بنانا زیادہ قریب ہے کیونکہ ہر شخص اپنی جنس سے مانوس ہوتا ہے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کو جو جادو کہتے تھے یہ بھی باطل ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ قرآن ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں تلبیس اور ملمع کاری نہیں کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو قرآن کریم کی ایک سورت کی مثل لانے کا چیلنج دیا اور وہ عرصہ دراز گزرنے کے بعد بھی اس کی مثل نہیں لا سکے اور اب تک نہ لا سکے پس اس معجزہ کو جادو کہنا باطل ہے۔ (تفسیر کبیر، ج8،ص120)

قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی (685ھ) لکھتے ہیں:

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر کہہ کر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ رسالت کی تکذیب کا قصد کرتے تھے کیونکہ ان کا قصد یہ تھا کہ رسول صرف فرشتہ ہی ہو سکتا ہے اور قرآن مجید اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر معجزات کو وہ جادو کہتے تھے۔

(تفسیر بیضاوی مع عنایت القاضی، ج6،ص416)

کفار بشر کے رسول اور نبی ہونے کو جو مستبعد سمجھتے تھے اور اس کا انکار کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے اس کا رد فرمایا ہے، قرآن مجید میں ہے:

ولو جعلناه ملكاً لجعلنٰه رجلًا وللبسنا عليهم ما يلبسون o (الانعام:9)

اور اگر ہم رسول کو بشر بناتے تو اس کو مرد ہی کی (صورت میں) بناتے اور ہم ان پر وہی شبہ ڈال دیتے جو شبہ وہ (اب) کر رہے ہیں۔

انبیاء کا بشر ہونا ہمارے لیے وجہ احسان ہے

بلکہ انسانوں کے لئے انسان کو رسول بنا کر بھیجنا ان کے لئے زیادہ مفید ہے اور اس سے استفادہ کے لئے زیادہ سہل اور آسان ہے کیونکہ اگر فرشتہ، جن یا کسی اور جنس سے ان کے لئے رسول بھیجا جاتا تو وہ اس کو دیکھ سکتے نہ اس کی بات سن سکتے، نہ اس کے اعمال کی اتباع اور اقتداء کر سکتے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے انسانوں کے لئے ان کی جنس سے انسان کو رسول بنا کر بھیجا۔ اس لیے فرمایا:

لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولًا من انفسھم

(آل عمران:164)

بے شک اللہ تعالیٰ مومنین پر بہت بڑا احسان فرمایا کہ اس نے ان میں ان ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیجا۔

اسی طرح

ھو الذی بعث فی الامیین رسولًا منھم (الجمعۃ:2)

وہی ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیجا۔

اسی طرح

لقد جآء کم رسول من انفسکم (التوبۃ:128)

بے شک تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک عظیم رسول آگئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اللہ تعالیٰ سے یہی دعا کی تھی کہ اہل مکہ میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیج دیا جائے۔

ربنا وابعث فیھم رسولًا منھم (البقرۃ:129)

''اے ہمارے رب! ان میں ان ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیج دے۔''

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وما ارسلنا من قبلك الا رجالًا نوحی الیھم

(یوسف:109، النحل:43، الانبیاء:21)

اور ہم نے آپ سے پہلے صرف مردوں کو رسول بنا کر بھیجا ہے جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خود پر بشر کا اطلاق فرمانا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی ذات پر بشر کا اطلاق فرمایا ہے۔

انما انا بشر مثلکم انسی کما تنسون فاذا نسیت فذکرونی

میں صرف تمہاری مثل بشر ہوں (خدا نہیں ہوں) میں اس طرح بھول جاتا ہوں جس طرح تم بھول جاتے ہو پس جب میں بھول جاؤں تو مجھے یاد دلایا کرو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: 401، صحیح مسلم رقم الحدیث: 572)

انما انا بشر وانه یاتینی الخصم فلعل بعضکم ان یکون ابلغ من بعض فاحسب انه صدق فاقضی له بذالك فمن قضیت له بحق مسلم فانما هی قطعة من النار فلیاخذھا او فلیترکھا

ترجمہ: میں محض بشر ہوں (خدا نہیں ہوں) میرے پاس متخالف فریق آتے ہیں۔ ہوسکتا ہے تم میں سے بعض دوسروں سے زیادہ چرب زبان اور میں (بظاہر) یہ گمان کرلوں کہ وہ سچا ہے اور میں اس کے حق میں فیصلہ کردوں پس (بالفرض) اگر میں کسی مسلمان کا حق اسکو (ظاہری حجت کی بنا پر) دے دوں تو وہ آگ کا ٹکڑا ہے خواہ وہ اس کو لے لے یا ترک کر دے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: 6967، 2680، 2458، صحیح مسلم رقم الحدیث: 1711)

نبی اور رسول کا بشر ہونا

متکلمین نے نبی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حسب ذیل تعریفیں کی ہیں۔ علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی (793ھ) لکھتے ہیں:

النبی انسان بعثه الله لتبليغ ما اوحی اليه وكذا الرسول

نبی وہ انسان ہے جس کو اللہ تعالیٰ اس چیز کی تبلیغ کے لئے بھیجتا ہے جس کی اس کی طرف وحی کی جاتی ہے، اسی طرح رسول ہے۔

(شرح المقاصد ج5،ص5)

میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی (816ھ) لکھتے ہیں:

الرسول انسان بعثه الله الى الخلق لتبليغ الاحكام

رسول وہ انسان ہے جسے اللہ تعالیٰ احکام کی تبلیغ کے لئے مخلوق کی طرف بھیجتا ہے۔ (کتاب التعریفات، ص81)

علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی (861ھ) لکھتے ہیں:

النبی انسان بعثه لتبليغ ما اوحی اليه وكذ الرسول

نبی وہ انسان ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف کی ہوئی وحی کی تبلیغ کے لئے بھیجا ہو رسول کی بھی یہی تعریف ہے۔

(المسایرہ مع المسامرہ، ص207)

مولانا عبدالعزیز پرہاروی نے علامہ تفتازانی سے یہ تعریف نقل کی ہے:

والرسول انسان بعثه الله تعالى الى الخلق لتبليغ الاحكام الشرعية

رسول وہ انسان ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی طرف احکامِ شرعیہ پہنچانے کے لئے بھیجا ہے۔ (النبراس، ص79)

علامہ محمد السفارینی حنبلی متوفی (1188ھ) لکھتے ہیں:

وهو انسان اوحی اليه بشرع وان لم يؤمر بتبليغه فان امر بتبليغه فهو رسول ايضا على المشهور

نبی وہ انسان ہے جس پر شریعت کی وحی کی جائے خواہ اسکو شریعت کی تبلیغ کا حکم نہ دیا جائے اور اگر اسکو شریعت کی تبلیغ کا حکم بھی دیا گیا ہو تو وہ مشہور مذہب کے مطابق رسول بھی ہے۔ (لوامع الانوار البھیہ ج1 ص48)

صدر شریعت علامہ امجد علی علیہ الرحمہ متوفی (1376ھ) لکھتے ہیں۔

عقیدہ: نبی اس بشر کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لئے وحی بھیجی ہو اور رسول بشر کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ ملائکہ بھی رسول ہیں۔

عقیدہ: انبیاء سب بشر تھے اور مرد، نہ کوئی جن، نبی ہوا نہ عورت۔

(بہار شریعت ج1 ص9 مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور)

صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی (1367ھ) لکھتے ہیں:

انبیاء وہ بشر ہیں جن کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کی جاتی ہے۔ یہ کبھی فرشتہ کی معرفت آتی ہے کبھی بے واسطہ۔ (کتاب العقائد، ص8)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بشر ہونے کے متعلق اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی (1340ھ) سے سوال کیا گیا: زید کا قول یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری مثل ایک بشر تھے کیونکہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

قل انما انا بشر مثلكم

اور خصائص بشریت بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم میں بلاشبہ موجود تھے، کیا کھانا پینا، جماع کرنا، بیٹا ہونا، باپ ہونا، کفو ہونا، سونا وغیرہ امورِ خواص بشریت سے نہیں ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں بلاشبہ موجود تھے۔ اگر کوئی بشریت کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مساوات کا دعویٰ کرنے لگے تو یہ نالائق حرکت ہے جیسا کہ عارف بسطامی سے منقول ہے کہ **لوائی ارفع من لواء محمد صلی اللہ علیہ وسلم** (یعنی میرا جھنڈا، سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے سے بلند ہے)۔ اعلیٰ حضرت امام الشاہ احمد رضا قدس سرہٗ اس سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

الجواب

مستفتی کو تعجیل اور فقیر بتیس روز سے علیل اور مسئلہ ظاہر وبین غیر محتاج دلیل لہٰذا صرف ان اجمالی کلمات پر اقتصار ہوتا ہے۔

عمرو کا قول مسلمانوں کا قول ہے اور زید نے وہی کہا جو کافر کہا کرتے تھے۔

قالوا ما انتم الا بشر مثلنا

کافر بولے: تم تو نہیں مگر ہم جیسے آدمی۔

بلکہ زید مدعی اسلام کا قول ان کافروں کے قول سے بعید تر ہے وہ جو انبیاء علیہم السلام کو اپنے جیسا بشر مانتے تھے اس لیے ان کی رسالت سے منکر تھے کہ

ما انتم الا بشر مثلنا وما انزل الرحمٰن من شیء ان انتم الا تکذبون

تم تو نہیں مگر ہماری مثل بشر اور رحمٰن نے کچھ نہیں اتارا تم نرا جھوٹ کہتے ہو۔

واقعی جب خبثاء کے نزدیک وحی نبوت باطل تھی تو انہیں اپنی سی بشریت کے سوا کیا نظر آتا لیکن ان سے زیادہ دل کے اندھے وہ کہ وحی ونبوت کا اقرار کریں اور پھر انہیں اپنا ہی سا بشر جانیں۔

زید کو **قل انما انا بشر مثلکم** سوجھا اور **یوحیٰ الیّ** نہ سوجھا جو غیر متناہی فرق ظاہر کرتا۔ زید نے اتنا ہی ٹکڑا لیا جو کافر لیتے تھے۔ انبیاء علیہم السلام کی بشریت جبرائیل علیہ السلام کی ملکیت سے اعلیٰ ہے۔ وہ ظاہری صورت میں ظاہر بینوں کی آنکھوں میں بشریت رکھتے ہیں جس سے مقصودِ خلق کا ان سے انس حاصل کرنا اور ان سے فیض پانا۔ لہٰذا ارشاد ہوتا ہے:

ولو جعلناہ ملکا لجعلنٰہ رجلًا وللبسنا علیھم ما یلبسون

اور اگر ہم فرشتے کو رسول کر کے بھیجتے تو ضرور اسے مرد ہی کی شکل میں بھیجتے اور ضرور انہیں اسی شبہ میں رکھتے جس دھوکے میں اب ہیں۔

ظاہر ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی ظاہری صورت دیکھ کر انہیں اوروں کی مثل بشر سمجھنا اور ان کی بشریت کو اپنا سا جاننا ظاہر بینوں کور باطنوں کا دھوکہ ہے۔ شیطان کے دھوکے میں پڑے ہیں۔

ان کا کھانا، پینا، سونا یہ افعال بشری اس لیے نہیں کہ وہ ان کے محتاج ہیں۔

حاشا لست کاحد کم انی ابیت عند ربی یطعمنی ویسقینی

ان کے یہ افعال بھی اقامت سنت وتعلیم امت کے لئے تھے کہ ہر بات میں وطریقہ محمودہ لوگوں کو عملی طور سے دکھائیں، سکھائیں، جیسے ان کا سہو ونسیان۔ حدیث میں ہے کہ

انی لا انسی ولکن انسی لیستن بی

میں بھولتا نہیں بھلایا جاتا ہوں تا کہ حالت سہو میں امت کو طریقہ سنت معلوم ہو،

امام اجل محمد عبدری ابن الحاج مکی قدس سرہٗ مدخل میں فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احوال بشری، کھانا، پینا، سونا، جماع، اپنے نفس کریم کے لیے نہ فرماتے تھے بلکہ بشر کو انس دلاتے ہیں اور مجھے ان کی کچھ حاجت نہیں اور رسول صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے تمہاری دنیا میں خوشبو اور عورتوں کی محبت دلائی گئی۔ یہ نہ فرمایا کہ میں نے انہیں دوست رکھا اور فرمایا: تمہاری دنیا میں سے تو اسے اوروں کی طرف اضافت فرمایا نہ اپنے نفس کریم کی طرف (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اپنے مولیٰ عز وجل کے ساتھ خاص ہے جس پر یہ ارشاد کریم دلالت کرتا ہے کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری صورت بشری اور باطن ملکی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ افعال بشری محض اپنی امت کو انس دلانے اور ان کے لیے شریعت قائم فرمانے کے واسطے کرتے تھے نہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان میں سے کسی شے کی کچھ حاجت ہو جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ انہی اوصاف جلیلہ وفضائل حمیدہ سے جہل کے باعث بے چارے جاہل یعنی کافر نے کہا کہ اس رسول کو کیا ہوا کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے، عمرو نے سچ کہا کہ یہ قول حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے نہ فرمایا بلکہ اس کے فرمانے پر مامور ہوئے جس کی حکمت تعلیم تواضع وتانیس امت وسد غلو نصرانیت ہے۔ اول، دوم ظاہر اور سوم یہ کہ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کون کرسکتا ہے۔ یہاں اس غلو کے سد باب کے لئے تعلیم فرمائی گئی کہ کہو میں تم جیسا بشر ہوں خدا یا خدا کا بیٹا نہیں، ''یوحی الی'' رسول ہوں۔ دفع افراطِ نصرانیت کے لیے پہلا کلمہ تھا اور دفع تفریط ابلیسیت کے لیے دوسرا کلمہ اسی کی نظیر ہے جو دوسری جگہ ارشاد ہوا۔

قل سبحٰن ربی هل کنت الابشراً رسولًا

تم فرماؤ پاکی ہے میرے رب کو میں خدا نہیں میں تو انسان رسول ہوں
انہیں دونوں کے دفع کو کلمہ شہادت میں دونوں لفظ کریم جمع فرمائے گئے۔

اشهد ان محمداً عبده ورسوله

بندے ہیں خدا نہیں رسول جس خدا سے جدا نہیں، شیطانیت اس کی کہ دوسرا کلمہ

امتیاز اعلیٰ چھوڑ کر پہلے کلمہ تواضع پر اقتصار کرے۔ اسی ضلالت کا اثر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دعویٰ مساوات کو صرف نالائق حرکت کہا۔ نالائق حرکت تو یہ بھی ہے کہ کوئی بلا وجہ زید کو طمانچہ مار دے یعنی اس زید کو جس نے کفر وضلال نہ بکے ہوں۔ پھر کہاں یہ اور کہاں وہ دعویٰ مساوات کہ کفر خالص ہے اور اس کا اولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرف معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ارفعیت کا ادعا نسبت کرنا محض اختراع کج ذہنی وکج فہمی ہے۔ حاشا کوئی ولی کیسے ہی مرتبہ عظیمہ پر ہو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے دائرۂ غلامی سے باہر قدم نہیں رکھ سکتا۔ اکابر انبیاء تو دعویٰ مساوات کر نہیں سکتے۔ شیخ الانبیاء خلیل الکبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شب معراج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ فضائل سن کر تمام انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم سے فرمایا:

بهذا فضلكم محمد صلی الله علیه وسلم

ان وجوہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم سب سے افضل ہوئے۔

ولی کس منہ سے دعویٰ ارفعیت کرے گا اور جو کرے حاشا ولی نہ ہوگا، شیطان ہو گا۔ حضرت بایزید بسطامی اور ان کے امثال ونظائر رضی اللہ عنہ وقت ورد تجلی خاص شجرۂ موسیٰ ہوتے ہیں۔

سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو درخت میں سے سنائی دیا:

یٰموسٰی انی انا اللہ رب العلمین

اے موسیٰ! بے شک میں اللہ ہوں رب سارے جہان کا۔

کیا یہ پیڑ نے کہا تھا حاشا للہ بلکہ واحد قہار نے جس نے درخت پر تجلی فرمائی اور وہ بات درخت سے سننے میں آئی۔ کیا رب العزت ایک درخت پر تجلی فرما سکتا ہے اور اپنے محبوب بایزید پر نہیں نہیں نہیں وہ ضرور تجلی ربانی تھی، کلام بایزید کی زبان سے سنا جاتا تھا، جیسے درخت سے سنا گیا اور متکلم اللہ عز وجل تھا اسی نے وہاں فرمایا:

یٰموسٰی انی انا للہ رب العٰلمین

اسی نے یہاں بھی فرمایا:

سبحانی ما اعظم شانی

اور ثابت ہو تو یہ بھی کہ

لوائی ارفع من لواء محمد صلی اللہ علیہ وسلم

بے شک لواءِ الٰہی لواءِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے ارفع واعلیٰ ہے۔

(اعلیٰ حضرت کا مطلب یہ ہے کہ جب حضرت بایزید نے یہ بظاہر

لوائی ارفع من لواء محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کہا تھا تو حقیقت میں یہ اللہ کا کلام تھا اور اللہ تعالیٰ فرما رہا تھا کہ میرا جھنڈا محمد کے جھنڈے سے بلند تر ہے۔ جیسے شجرۂ موسیٰ سے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا گیا اسی طرح یہاں بایزید سے بھی اللہ تعالیٰ کا کلام سنا گیا)

(فتاویٰ رضویہ، ج6، ص145-143، مطبوعہ دار العلوم امجدیہ کراچی 1412ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بشر ہونے پر علمائے دیوبند کا نظریہ

شیخ احمد سہارنپوری متوفی (1346ھ) لکھتے ہیں: کوئی ادنیٰ مسلمان بھی فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تقرب وشرف کمالات میں کسی کو مماثل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں جانتا البتہ نفس بشریت میں مماثل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ بنی آدم ہیں کہ خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قل انما انا بشر مثلکم

اور بعد اس کے یوحی الی کی قید سے پھر وہ شرف تقرب بعد اثبات مماثلت بشریت فرمایا۔ پس اگر کسی نے بوجہ بنی آدم ہونے کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی کہا تو کیا خلاف نص کے کہہ دیا وہ تو خود نص کے موافق ہی کہتا ہے۔

نیز لکھتے ہیں:

لاریب اخوت نفس بشریت میں اولاد آدم ہونے میں اور اس میں مساوات بنص قرآن ثابت ہے اور کمالات تقرب میں نہ کوئی بھائی کہے نہ مثل جانے۔

(براہین قاطعہ، ص3)

علمائے دیوبند کے نظریہ پر مصنف کا تبصرہ

شیخ سہارنپوری کے اس کلام کا حاصل یہ ہے کہ نفس بشریت میں تمام انسان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مماثل اور مساوی ہیں۔ ہمارے نزدیک یہ کہنا درست نہیں ہے۔ انبیاء علیہم السلام میں عام انسانوں کی بہ نسبت ایک وصف زائد ہوتا ہے جو نبوت ہے۔ وہ حاملِ وحی ہوتے ہیں۔ فرشتوں کو دیکھتے ہیں اور ان کا کلام سنتے ہیں اس لیے نبی کو بشریت مماثل اور مساوی نہیں ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ نبوت سے قطع نظر تو نفس بشریت میں مساوات ہے تو میں کہوں گا کہ اس طرح تو نفس حیوانیت میں نطق سے قطع نظر انسان گدھوں، کتوں اور خنزیروں کے مماثل اور مساوی ہے اور ایسا کہنا انسان کی توہین ہے۔ اسی طرح نفس بشریت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انسانوں کے مماثل اور مساوی کہنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ قرآن مجید میں ہے:

قل انما انا بشر مثلکم

تو اس کے دو جواب ہیں، ایک جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے کہ

وما من دآبة فی الارض ولا طآئر یطیر بجناحیه الا امم امثالکم (الانعام:38)

ہر وہ جاندار جو زمین پر چلتا ہے اور ہر وہ پرندہ جو اپنے پرندوں کے ساتھ اڑتا ہے وہ تمہاری ہی مثل گروہ ہیں۔

اس آیت کا تقاضہ یہ ہے کہ زمین اور فضا کے تمام جاندار اور تمام پرندے انسانوں کی مثل ہیں تو اس طریقہ سے کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ انسان گدھ، چیل اور بندر اور خنزیر کی مثل ہے تو کیا یہ انسان کی توہین نہیں ہے لہٰذا اگر یہ کہا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں کے مساوی اور ان کی مثل میں تو یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس چیز میں عام انسانوں کی مثل ہیں۔ کسی وجودی وصف میں کوئی انسان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل نہیں ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مماثلت غلامی وصف میں ہے نہ ہم خدا ہیں نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خدا ہیں نہ ہم واجب اور قدیم ہیں نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم واجب اور قدیم ہیں نہ ہم مستحق عبادت ہیں نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مستحق عبادت ہیں اور یہ آیت اسی معنیٰ پر دلالت کرتی ہے۔

قل انما انا بشر مثلکم یوحٰی الی انما الٰھکم اله واحد

آپ فرما دیجئے کہ میں (مستحق عبادت نہ ہونے میں) تمہاری ہی مثل بشر ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ 1

قل انما انا بشر مثلکم والی آیت کا مطلب و معنیٰ اور اس کا مفہوم

اس آیت کی ابتدا میں لفظ ''قل'' وارد ہوا ہے جس کا مطلب ہے ''فرمادو'' اس آیت کی ابتدا میں ''فرمادو'' کا جو ارشاد ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرماتا ہے کہ ''اے محبوب! تم کہہ دو'' کیا فرمادو؟ یہی کہ اے لوگو! انسان ہونے کے ناطے یعنی ظاہری صورتِ بشری میں تو میں تم جیسا ہوں یعنی تمہارے جسمانی اعضاء اور میرے جسمانی اعضاء برابر نظر آتے ہیں، صرف اتنا کہنے پر ہی بات ختم نہیں ہوتی بلکہ اتنا کہہ لینے کے فوراً بعد ارشاد ہے کہ

''یوحٰی الی'' یعنی میری طرف وحی آتی ہے۔

قرآن مجید میں کتنا پیارا انداز ہے۔

آیت کے پہلے حصہ میں بشری مساوات ہونے کا اقرار واعتراف کرنے کے فوراً بعد ہی خیر البشر کو عام بشر کے زمرے سے مستثنیٰ کیا جا رہا ہے یعنی دوسرے حصہ میں، مجھے وحی آتی ہے کی خصوصیت کا اضافہ فرما کر سادات مراتب کی نفی فرمائی گئی ہے۔

اب اس آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ

1۔ میں ایسا بشر ہوں کہ جس کی طرف وحی آتی ہے۔

2۔ تم ایسے بشر ہو کہ جن کی طرف وحی نہیں آتی۔

قارئین کرام! اس آیت کے اندر ہر ہر لفظ اور ان الفاظ کے ورود پر اور جملہ کی نفیس بندش وترتیب وربط کو ملاحظہ فرمائیں کہ

انا بشر مثلکم

کے فوراً بعد علی الاتصال یوحی الی وارد ہے جس کا صاف مطلب و مفہوم یہ ہے کہ تم ایسے بشر ہو جن پر وحی نہیں آتی یعنی تم امتی ہو اور میں ایسا بشر ہوں جس پر وحی آتی ہے یعنی میں نبی و رسول ہوں۔ نبی اور امتی کے درمیان کا فرق واضح طور پر ظاہر فرما کر اس حقیقت کا یقین دلایا جا رہا ہے کہ

انا بشر مثلکم میں بیان شدہ مساوات وہمسری صرف جسمانی ظاہری مساوات اور دکھاوے تک ہی محدود ہے۔

''یوحٰی الی'' کے ذریعہ درجات ومراتب کی ہمسری کی نفی فرمائی گئی ہے یعنی میں نبی و رسول ہوں اور تم امتی ہو اور نبی و امتی کا درجہ و مرتبہ کبھی برابر نہیں ہو سکتا۔

لفظِ قل کی وضاحت اور حکمتِ خداوندی

آیت کی ابتداء میں لفظ ''قل'' کا استعمال فرما کر بارگاہِ رسالت کے گستاخوں کی

زبانوں میں قفل لگا دیا گیا ہے۔ عربی زبان کے علم صرف ونحو کے اعتبار سے لفظ ''قل'' صیغہ امر ہے۔ یعنی حکم کرنے کا کلمہ ہے اس کا مصدر ''قول'' یعنی ''کہنا'' ہے لہٰذا صیغہ امر ''قل'' کا معنیٰ ہوا ''آپ فرما دیجیے'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنے محبوبِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ ''اے محبوب! آپ فرما دیجیے کہ میں ظاہر صورت بشری یا آدمی ہونے میں تم جیسا ہوں'' غور فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتا کہ اے لوگو! میرا محبوب تمہارے جیسا بشر ہے بلکہ اپنے محبوب کو حکم فرماتا ہے کہ اے محبوب! لوگوں سے یہ بات تم اپنی زبان مبارک سے فرما دو۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو عام لوگوں کی طرح بشر کہا ہوتا تو قرآن پاک کی آیت اس طرح ہوتی کہ ''انت بشر مثلھم'' یعنی تم ان لوگوں جیسے آدمی ہو۔

یا آیت کریمہ اس طرح ہوتی کہ

قولو انما ھو لبشر مثلنا

یعنی اے لوگو تم کہو کہ نبی ہماری طرح انسان ہیں۔

یا آیت کریمہ اس طرح ہوتی کہ ''**انما ھو لبشر مثلکم**'' یعنی بے شک وہ نبی تمہاری طرح بشر ہیں لیکن قرآن مجید میں آیت کریمہ اس طرح ہے کہ

قل انما انا بشرٌ مثلکم

یعنی تم فرماؤ میں تمہاری طرح بشر ہوں۔

اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ پورے قرآن مجید میں کہیں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو ''**یا ایھا البشر**'' یعنی اے بشر کہہ کر خطاب نہیں فرمایا، البتہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معزز و معظم القاب سے کئی جگہ خطاب فرمایا ہے اور عزت وعظمت بھرے القاب سے ملقب فرمایا ہے۔

مثلاً **یا ایھا النبی** یعنی اے غیب کی خبریں بتانے والے نبی

یا ایھا الرسول یعنی اے رسول

یا ایھا المزمل یعنی اے جھرمٹ مارنے والے

الغرض اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان وعظمت کا اظہار فرماتے ہوئے معزز ومعظم القاب سے ہی خطاب فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے مقدس کلام میں بھی اپنے محبوب کو ''**یا ایھا البشر**'' سے خطاب نہیں فرمایا۔

میری یہاں تک کی گفتگو سے کوئی شخص یہ غلط استدلال نہ کرے کہ معاذ اللہ! ہم کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت سے انکار ہے اور ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ''غیر بشر'' مانتے ہیں، بے شک حضور صلی اللہ علیہ وسلم بشر یعنی انسان تھے، جنات یا فرشتوں میں سے نہ تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بشر ہونے میں اور ہمارے تمہارے بشر ہونے میں عظیم فرق ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت نورانی ہے لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر ہونے کے باوجود صرف بشر یا ہمارے تمہارے جیسے بشر کہنا گستاخی ہے۔ میں اس حقیقت کو سمجھانا چاہتا ہوں کہ

نبی کا بشر ہونا اور نبی کا بشر کہنا

اس نکتہ کو ذہن میں مستحضر رکھتے ہوئے، عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس حقیقت کی وضاحت آگے جا کر کرتا ہوں۔

۱۔ جو مومن ہوتا ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ''نوری بشر'' مانتا ہے اور یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کوئی بشر نہ پیدا ہوا ہے اور نہ کبھی پیدا ہوگا۔

بقول اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

''ان سا نہیں انسان، وہ انسان ہیں یہ''

2- جو منافق ہوتا ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا عام عاجز اور مجبور بشر مانتا ہے۔

بشر مثلکم کہنے کی حکمت

سوال یہ ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اور تمہارے جیسے بشر ہیں تو قرآن پاک کے اندر یہ کیوں فرمایا گیا ہے: بشر مثلکم

اس جملہ کا درست مطلب ومفہوم کیا ہے۔

جواباً عرض کرتا ہوں کہ اس آیت میں

قل انما انا بشر مثلکم

یعنی آپ فرماؤ آدمی ہونے میں تو میں تم جیسا ہوں کا جو جملہ ہے وہ علم ادب کی اصطلاح میں مبتدا ہے اور

یوحی الی انما الٰھکم الٰہٌ واحد

یعنی مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے یہ جملہ اس کی خبر ہے یعنی دوسرے جملہ کی حقیقت روشناس اور باور کرانے کے لئے پہلا جملہ ارشاد فرمایا گیا ہے۔ اس کو اچھی طرح سمجھنے کے لیے اس کی تقسیم کرتا ہوں۔

1- قل: تم فرماؤ

2- انما انا بشر مثلکم: آدمی ہونے میں تو میں تم جیسا ہوں

3- یوحی الی: مجھے وحی آتی ہے کہ

4- انما الٰھکم الله واحدا: تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے

ان چاروں حصوں میں تطبیق اور مواقفت ہے۔ چاروں جملوں میں ایسا ربط اور میل ہے کہ ہر حصہ اپنے بعد والے حصے سے خود بخود حل ہوتا ہے یعنی پہلے حصے کا خلاصہ دوسرے حصے میں، دوسرے کا تیسرے میں اور تیسرے کا چوتھے حصے میں ہے

اور جو چوتھا حصہ ہے وہی اپنے اگلے تینوں حصوں کا خلاصہ ہے اور نچوڑ اور لب لباب ہے یعنی اے لوگو میں تمہیں انسان ہونے کے ناطے کہتا ہوں اور رسول ہونے کے ناطے مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے یعنی

''خدا نہ ہونے کے معاملے میں میں تم جیسا ہوں''

کیونکہ اس وقت کا ماحول ایسا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم الشان معجزات دیکھ کر لوگ غلط فہمی کا شکار نہ ہو جائیں کہ ایسے خرقِ عادت اور غیر ممکن کمالات جو انسان کے لئے محال ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم انسان نہیں بلکہ خدا، یا خدا کے بیٹے یا خدا کے شریک ہیں۔ لوگوں کو اس وہم وگمان کے نتیجہ میں شرک کی مہلک بدی میں گرفتار ہونے سے بچانے کے لیے اس آیت کریمہ کے ذریعہ اس حقیقت کو باور کرایا جا رہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عظیم معجزات ظہور پذیر ہونے کے باوجود بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم انسان ہیں۔ بندے ہیں، مخلوق ہیں، آپ الٰہ نہیں؛ معبود نہیں اور خالق نہیں۔

"انا بشر مثلکم" آیات متشابہات سے ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمسری کا دعوٰی ثابت کرنے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا بشر ثابت کرنے کے فاسد ارادے سے دورِ حاضر کے گستاخ بڑے ہی طمطراق سے قرآن مجید کی آیت شریف

قل انما انا بشر مثلکم

بطور دلیل اور سند پیش کرتے ہیں لیکن اصلاح قرآن کے مطابق یہ آیت آیاتِ متشابہات میں شمار ہوتی ہے۔

میں عظیم اماموں کی اور محققوں کی معتمد اور معتبر کتابوں کے چند حوالے پیش کرتا ہوں جن سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ یہ آیت متشابہات میں سے ہے۔

حوالہ نمبر 1

شیخ محقق شاہ محمد عبدالحق بن سیف الدین بن سعد اللہ ترک محدث دہلوی قدس سرہ العزیز (المتوفی 1052ھ) اپنی کتاب ''مدارج النبوۃ'' میں فرماتے ہیں کہ ''وہ آیات جن میں انبیائے کرام کے لئے صفات عمومی ثابت کئے جائیں وہ متشابہات ہیں'' جیسے

قل انما ان بشر مثلکم اور فعصٰی ادم ربه فغوٰی اور واستغفر لذنبك وللمؤمنين

حوالہ نمبر 2: تفسیر احمدی

تمام وہ آیتیں جن سے انبیاء کرام کا گناہگار ہونا معلوم ہوتا ہوان سب کی تاویل واجب ہے جیسے

وهمت به وهم بهاo فتكونا من الظلمينo ووجدك ضالًا فهدىٰ وغیرہ

گویا ان کا مطلب بھی یہی ہے کہ یہ آیتیں متشابہات ہیں۔

(دونوں حوالے بحوالہ تفسیر نعیمی، جلد 3، ص 311)

عصر حاضر کے منافقین کا غلط ترجمہ کرنا اور اس کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنا

عصر حاضر کے منافقین بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں گستاخی و بے ادبی کرنے کی غرض سے قرآن مجید کی ان آیاتِ متشابہات کو پیش کرتے ہیں جن آیات کے الفاظ کے ظاہری اولغوی معنوں کی تاویل کرنا واجب ہے۔

ان آیات کے لفظی معنوں کو بطور دلیل وسند پیش کر کے لوگوں کو بہکاتے ہیں بلکہ لوگوں کو بارگاہِ رسالت میں گستاخی کرنے کی جرأت دلاتے ہیں۔ ان منافقین کے

پیشواؤں کے دامِ فریب میں آ کر ان کے جاہل مبلغین برسرِ عام دلیری سے توہین وتنقیص بارگاہِ رسالت کرتے ہیں، راقم الحروف سے ایک مرتبہ تبلیغی جماعت کے ایک جاہل مبلغ نے یہاں تک کہا کہ معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گناہ سرزد ہوئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے گناہوں کی معافی مانگنے کا حکم فرمایا اور اپنے اس فاسد عقیدے کے ثبوت میں قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت کریمہ پیش کرتے ہیں:

1- واستغفر لذنبك وللمومنين والمومنات

(پارہ 26، سورہ محمد، آیت 19)

اور معافی مانگ اپنے گناہ کے واسطے اور ایماندار مردوں اور عورتوں کے لئے۔

ترجمہ از دارالعلوم دیوبند کے صدر المدرسین مولوی محمود الحسن دیوبندی، استاد مولوی اشرف علی تھانوی

ایک اور دلیل پکڑتے ہیں:

ليغفرلك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر (پارہ 26، سورہ فتح، آیت 2)

ترجمہ از منافقین: تا کہ اللہ تمہارے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کردے۔

معاذ اللہ۔

قارئین کرام!

آپ خود فیصلہ کریں کہ اس قسم کی حرکتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ اقدس میں کون کرتے تھے۔ ان لوگوں کو ترجمہ کرتے ہوئے شرم بھی محسوس نہیں ہوتی اور نہ ان کے اندر خوفِ خدا کا کوئی قطرہ ہے۔ لہٰذا ان منافقین سے اپنا ایمان بچالیجئے اور ان کے تراجم ہرگز نہ پڑھیے اور نہ ہی ان کا مرتب کردہ قرآن پاک لیجئے۔ اگر ترجمہ پڑھنا ہے تو میرے سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ کنز الایمان لے لیجئے اور اس کو پڑھیے۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اور اللہ تعالیٰ کی شان میں میرے سیدی مرشدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کیسے موتی پروئے ہیں۔

ہر ایک آیت کا ترجمہ خوبصورت انداز میں اور خاص کر ادب کا پہلو اپنایا ہے۔ اس کے برعکس دورِ حاضر کے منافقین نے غلط تراجم کیے ہیں اور غلط تراجم کر کے لوگوں کو بہکا رہے ہیں تا کہ یہ لوگ قرآن وسنت کے اصل پہلو کو چھوڑ دیں اور ہمارے پھندے میں آ کر ہماری مثل ہو جائیں جیسا کہ شیطان نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا تھا کہ میں ان کو سیدھے راستے پر نہ آنے دوں گا۔ اور خود تو ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھا ہوں ان کا ایمان بھی برباد کروں گا۔ یہ منافق بھی اسی طرح ہیں کہ ہم اپنا ایمان تو بچا سکتے نہیں ہیں لہٰذا ان سب کا بھی ایمان برباد کرو اور کرتے جاؤ حتیٰ کہ ہمارے بھائی شیطان کے ساتھ ہمارا بھی حشر ہو۔

حضور ﷺ کے خصائص کے ذکر کے بغیر آپ ﷺ کو صرف بشر کہنا جائز نہیں

جس کسی معزز اور اہم شخصیت کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس کے عام اوصاف کا ذکر نہیں کیا جاتا بلکہ اس کے ان خصوصی اوصاف کا ذکر کیا جاتا ہے جن کی وجہ سے وہ دوسروں سے ممیز اور ممتاز ہوتا ہے مثلاً آپ ملک کے صدر اور وزیر اعظم کا ذکر کریں تو یوں نہیں کہیں گے کہ یہ انسان اور بشر ہیں اور مرد ہیں، آپ یوں نہیں کہیں گے کہ یہ ایک پاکستانی ہیں بلکہ آپ کہیں گے کہ یہ ملک کے صدر ہیں یا ملک کے وزیر اعظم ہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہنا کس طرح درست ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انسان اور بشر ہیں یا مرد ہیں کیونکہ ان الفاظ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت نہیں ہے۔ انسان اور بشر ہونے میں مسلمانوں کی بھی کوئی تخصیص نہیں ہے یہ اوصاف تو مومن، کافر، مرتد سب میں مشترک ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان میں تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

السلام علیکم دار قوم مومنین۔

بے شک تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ ہم اپنے بھائیوں کو دیکھیں،۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انتم اصحابی

تم میرے صحابی ہو اور میرے بھائی وہ ہیں جو ابھی تک نہیں آئے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث:249)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ''ہمارے بھائی وہ ہیں جو ابھی تک نہیں آئے'' اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد دینی بھائی تھے اور دینی بھائی تو صحابہ بھی تھے پھر کیا وجہ ہے کہ جب صحابہ نے کہا کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی نہیں ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میرے اصحاب ہو اور ہمارے بھائی وہ ہیں جو ابھی تک نہیں آئے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ دینی بھائی ہونے میں صحابہ کا کوئی امتیاز اور ان کی خصوصیت نہیں تھی کیونکہ قیامت تک کے تمام مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دینی بھائی ہیں۔ صحابہ کا امتیاز اور ان کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں۔ اس وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کا اس وصف کے ساتھ ذکر پسند نہ کیا جو ان میں اور دوسرے مسلمانوں میں بھی مشترک تھا جس وصف میں صحابہ کی کوئی خصوصیت نہ تھی۔

قاضی عیاض مالکی متوفی 544ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ باجی نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے دینی بھائی ہونے کی نفی نہیں کی بلکہ ان کا وہ مرتبہ ذکر کیا جو اس پر زائد ہے اور جو ان کے ساتھ مختص ہے اور جو بعد میں آنے والے مسلمانوں کو حاصل نہیں ہے۔ اس لیے ان کا ذکر دینی اخوت کے ساتھ کیا۔ علامہ ابن عبد البر نے کہا تمام اہل ایمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دینی بھائی

ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ وہ ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے ہیں۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم، ج، ص48)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھو تو نہایت عمدہ طریقہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھو کیونکہ تم کو پتہ نہیں ہے ہوسکتا ہے صلوٰۃ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کی جائے تو یوں صلوٰۃ پڑھو:

اللّٰھم اجعل صلوٰتك ورحمتك وبركاتك علىٰ سيد المرسلين وامام المتقين وخاتم النبيين محمد عبدك ورسولك امام الخير وقائد الخير ورسول الرحمة، اللّٰهم ابعثه مقاما محمودا يغبطه الاوّلون والآخرون.

اے اللہ! اپنی صلوٰۃ اپنی رحمتیں اور برکتیں ان پر نازل فرما جو رسولوں کے سردار ہیں اور متقین کے امام ہیں، تمام نبیوں کے آخر ہیں، سیدنا محمد جو تیرے بندے اور رسول ہیں، خیر کے امام اور قائد ہیں، رسولِ رحمت ہیں، اے اللہ! ان کو ایسے مقام پر فائز فرما جس پر تمام اولین اور آخرین رشک کریں۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: 906)

ان احادیث سے واضح ہوگیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ان اوصاف کے ساتھ کرنا چاہیے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہیں اور جن کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ممتاز اور ممیز ہیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اپنے اصحاب کا ذکر ان اوصاف کے ساتھ بھی نہیں کیا (یعنی دینی بھائی) جن میں دوسرے مسلمان ان کے شریک ہیں تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف بشر کہنا کس طرح صحیح ہوگا جبکہ لفظ بشر میں تو مسلمانوں کی بھی تخصیص نہیں کیونکہ کافر، مومن اور منافق سب بشر ہیں اور

لفظ بشر میں کوئی تخصیص نہیں۔ اس لفظ میں دینی بھائی سے بھی زیادہ عموم ہے اس لیے اگر کہنا ہی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو افضل البشر یا سید البشر کہا جائے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہلوانے کی توجیہ کہ میں تمہاری طرح بشر ہوں

قرآن مجید میں کہیں بھی مذکور نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر کہا ہو۔ نہ کسی حدیث میں یہ ہے کہ کسی صحابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف بشر کہا ہو اور سورہ کہف کی اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے خود آپ کو بشر نہیں کہا بلکہ یہ فرمایا: آپ فرمائیے کہ میں محض تمہاری طرح بشر ہوں (خدا نہیں ہوں) اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے علم اور قدرت کے چند معجزات دکھائے مثلاً یہ بتایا کہ تم کیا کھا کر آئے ہو اور گھر میں کیا رکھ کر آئے ہو اور چند مردے زندہ کیے اور مٹی سے پرندے بنا کر اڑا دیئے تو لوگوں نے ان کو خدا اور خدا کا بیٹا کہہ دیا اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ما کان وما یکون کی خبریں دی تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ سے درخت میں جان پڑ گئی اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دی اور کھجور کا ستون آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں رویا اور مکہ کے ایک پتھر نے کہا: السلام علیک یا رسول اللہ اور گوہ اور ہرنی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھا، اونٹ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کیا، اس طرح کے بے حد وحساب معجزات ہیں۔ اس لیے یہ خطرہ تھا کہ فرطِ عقیدت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا یا خدا کا بیٹا نہ کہہ دے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اپنی زبان سے خود کہہ دو کہ میں تو صرف تمہاری مثل بشر ہوں (خدا نہیں ہوں) اور اس کے بعد فرمایا (یوحیٰ الیّ) میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ (یعنی نفس بشریت میں عموم اور اشتراک ہے لیکن آپ پر اللہ تعالیٰ کی وحی کی جاتی ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وصف کے لحاظ سے عالم بشریت میں ممتاز اور ممیز ہیں۔ جس طرح

چوپائے، درندے اور پرندے حیوان ہونے میں انسان کے شریک ہیں اور انسان نطق، ادراک اور دریابندہ معقولات ہونے کی وجہ سے ان سے ممتاز اور ممیّز ہے اسی طرح دیگر انسان بشر ہونے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو وحی الٰہی کی جاتی ہے اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیگر انسانوں سے ممتاز اور ممیّز ہیں۔ انسان اپنی عقل کی وجہ سے دوسرے حیوانوں سے ممیّز ہے اور نطق اس کے لئے فصل ممیز ہے جس طرح انسان اپنی آنکھوں سے حیوانات کو دیکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ فلاں حیوان ہے اور یہ فلاں حیوان ہے اور اپنی عقل سے معقولات اور کلیات کا ادراک کرتے ہیں اسی طرح نبی علیہ السلام خداداد قوت سے عالم غیب کا ادراک کرتے ہیں اور یہ جانتے ہیں کہ یہ جن ہے، یہ فرشتہ ہے، یہ جبرائیل ہے یہ میکائیل ہے اور فرشتہ سے وحی حاصل کرتے ہیں۔ سو جس طرح نطق ہمارے لیے حیوانوں سے فصل ممیز ہے اسی طرح نبی کے لیے حامل وحی ہونا عام انسانوں اور بشر سے بہ منزلہ فصل ممیز ہے اور جس طرح عام کے بعد خاص کو ذکر کیا جاتا ہے اور انسان کو حیوان ناطق کہا جاتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بشر ہونے کا ذکر فرمایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حامل وحی ہونے کا ذکر فرمایا اور جس طرح انسان کو صرف حیوان کہنا درست نہیں اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف بشر کہنا صحیح نہیں ہے۔

تو اس سے معلوم ہوا کہ امتی کے لئے جائز نہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا بشر کہے اور اپنی مثل ٹھہرائے کیونکہ جب ایک چیز کا درجہ الگ ہے اور اس کا رُتبہ الگ ہے اور سب سے بلند ہے تو اسے گھٹیا چیزوں میں شمار کرنا اور گھٹیا لوگوں میں رکھنا درست نہیں پھر اس چیز کے اندر شک وشبہ آجاتا ہے کہ اس کے اندر کوئی عیب ہے تو اسے یہ مقام ملا ہے لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلیٰ درجہ کا حامل ٹھہرانا چاہیے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں سے اعلیٰ ہیں۔ جب تمام نبیوں سے اعلیٰ ہیں تو لامحالہ

تمام امتیوں سے بھی اعلیٰ ہیں تو پھر جب اعلیٰ ہیں تو پست کرنا درست نہیں اور بشر کہنا جائز نہیں کیونکہ جب ہیں ہی نور تو بشر کا کیا معنی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر کون سی بشریت تھی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا:

"قل انما انا بشرٌ مثلکم"

یعنی اے محبوب! تم فرماؤ کہ ظاہری صورت بشری میں یعنی انسان ہونے میں یعنی آدمی ہونے میں تو میں تم جیسا ہوں (خدا نہیں ہوں)

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ضرور یہ فرمایا کہ "انا بشر مثلکم" لیکن یہ ارشاد کیوں فرمایا، کن کو مخاطب کر کے فرمایا، اس کی وجہ کیا تھی تو کیونکہ یہ آیت متشابہات میں سے ہے جیسے کہ میں نے پیچھے ذکر کیا ہے اور اس آیت کے ظاہری لفظی معنوں کو سند یا دلیل نہیں بنا سکتے بلکہ اس کی مناسب تاویل وتوضیح کرنا ضروری ہے لیکن دورِ حاضر کے منافقین بارگاہِ رسالت میں بے ادبی اور گستاخی کرنے کے لیے ہمیشہ آیاتِ متشابہات ہی پیش کرتے ہیں اور ان کے من گھڑت معنیٰ اور مفہوم بیان کرتے ہیں اور یہاں تک لکھ دیتے ہیں کہ

انبیاء واولیاء وامام زادے، پیر وشہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور عاجز بندے ہیں۔ (حوالہ تقویۃ الایمان: ص 99)

منافقین زمانہ کے امام اول فی الہند ملا اسماعیل دہلوی نے تمام انبیاء واولیاء یعنی اللہ تعالیٰ کے تمام مقرب بندوں کے لیے یہ کہا کہ وہ سب انسان ہیں اور عاجز بندے ہیں۔ اس جملے کو غور سے ملاحظہ فرمائیں۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی شمار ہو گیا۔ امام المنافقین کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو "بشر" کہنا یعنی انسان کہنے کا اتنا شوق ہے کہ صرف "انسان ہیں" نہیں لکھا بلکہ (انسان ہی ہیں) کا جملہ لکھا

ہے۔ لفظ انسان کے ساتھ (ہی) کی اضافت کر کے انسان ہونے کی بات کو زیادہ اہمیت دی ہے۔ بلکہ آگے چل کر بے ادبی کی جرأت و بے باکی کرتے ہوئے یہاں لکھ دیا کہ ''اور عاجز بندے ہیں۔''

آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ عاجز کا معنیٰ لغت میں کیا ہے۔ اس کے کئی معنیٰ ہیں: کمزور، بے بس، مجبور، لاچار، جس سے کچھ نہ ہو سکے، مغلوب۔

(حوالہ: فیروز اللغات، ص 887)

لفظ عاجز کے جتنے بھی میں نے معنیٰ لغات سے نقل کیے ہیں ان میں سے کسی ایک معنیٰ میں بھی لفظ (عاجز) کو انبیائے کرام اور سید الانبیاء والمرسلین علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے استعمال کرنا گستاخی اور بے ادبی ہے۔ دورِ حاضر کے منافقین توہین وتنقیص انبیائے کرام کے معاملے میں زمانۂ ماضی کے منافقین پر بھی سبقت لے گئے ہیں۔ زمانہ ماضی کے صرف منافقین ہی نہیں بلکہ زمانہ ماضی کے کفار، مشرکین، یہود ونصاریٰ سے بھی دو قدم آگے بڑھ گئے ہیں کیونکہ زمانہ ماضی کے گستاخ انبیائے کرام کو صرف (بشر) کہتے تھے جبکہ دورِ حاضر کے گستاخ (عاجز بشر) کہتے ہیں۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عقیدہ بشر پر تھا یا نور پر تھا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کفار ومشرکین سے خطاب فرماتے ہوئے یہ ارشاد فرماتے تھے کہ

انا بشرٌ مثلکم

لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی کہیں بھی، کسی موقعہ پر بھی، کسی وجہ سے بھی اور کسی بھی مومن سے یہ نہیں فرمایا کہ

انا بشر مثلکم

بلکہ کیا فرماتے تھے ملاحظہ ہو۔

۱۔ رمضان المبارک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعض راتوں میں وصال فرماتے تھے یعنی ''صوم وصال'' یعنی پے در پے روزے اس طرح رکھتے تھے کہ کچھ بھی نہ کھاتے نہ پیتے اور نہ افطار کرتے بلکہ مسلسل روزے رکھتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بھی ''صوم وصال'' رکھنے شروع کر دیئے، نتیجتاً کچھ ہی دنوں میں ان کی طبیعت ناساز ہونے لگ گئی اور وہ نڈھال ہونے لگ گئے اور کمزوری چھا گئی۔ کچھ حضرات تو علیل اور بیمار ہو گئے۔ اس امر کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازراہِ شفقت ورحمت صحابہ کرام کو (صوم وصال) کی ممانعت فرما دی جیسا کہ ام المومنین سیدنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت فرمودہ حدیث میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو منع فرمایا تو صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم صوم وصال رکھتے ہیں تو ہمیں کیوں منع فرماتے ہیں باوجودیکہ ہم حضور کی متابعت کی تمنا رکھتے ہیں۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

لست کاحد کم

''میں تم میں سے کسی کی مانند نہیں''

ایک اور روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے فرمایا کہ

ایکم مثلی

تم میں سے کون میری مثل ہے

پھر ارشاد فرمایا:

انی ابیت عند ربی یطعمنی ویسقینی

میں اپنے رب کے حضور رات کا قیام کرتا ہوں، مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔

(حوالہ مسلم شریف باب الصوم) (مدارج النبوۃ جلد 1 ص 723)

حضرت عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مجھے خبر پہنچی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کی نماز کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کے مقابلے میں آدھی (نصف) نماز ہے یعنی نفل نماز بیٹھ کر پڑھنے سے آدھا ثواب ملتا ہے۔ اس کے بعد جب میں خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھ کر نماز ادا فرماتے ہوئے دیکھا۔ میں نے یہ گمان کیا کہ شاید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بخار ہے لہٰذا بیماری کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر نماز ادا فرما رہے ہیں۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی (جبینِ اقدس) پر اپنی ہتھیلی رکھی کہ معلوم کروں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تپ بخار تو نہیں؟ جب میں نے مقدس پیشانی پر اپنا ہاتھ رکھا تو میری اس حرکت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اے عبداللہ! کیا ہے؟ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بیٹھ کر نماز پڑھنے کے متعلق تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا ہے اور میں دیکھ رہا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر نماز ادا فرما رہے ہیں، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو جواب عنایت کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

لست کاحد کم

میں تم میں سے کسی کی مانند نہیں۔ (حوالہ مسلم شریف، باب الصلوٰۃ)

اس حدیث کے ضمن میں

1- خاتمۃ المحققین، امام اجل، علامہ محمد بن علی دمشقی حصکفی (المتوفی 1088ھ) رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب درمختار شرح تنویر الابصار میں اور

2- علامہ محقق، امین الدین محمد بن عابدین شامی علیہ الرحمہ والرضوان اپنی کتاب

(ردالمحتار علی الدرالمختار) میں فرماتے ہیں کہ یہ حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہیں یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر بھی نماز ادا فرمائیں گے تب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کا ثواب ہے۔

☆ حدیث شریف کی تقریباً تمام معتبر کتابوں میں مذکور ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کئی موقعوں پر یہ فرمایا ہے کہ

اینا مثلہ ”ہم میں سے کوئی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل نہیں“

مندرجہ بالا احادیث سے ثابت ہوا کہ

1- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ میں تم میں سے کسی کی مانند نہیں اور تم میں سے کون میری مثل ہے۔

2- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے تھے کہ ہم میں سے کوئی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل نہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ

☆ کفار، مشرکین اور منافقین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا بشر کہتے تھے لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ میں تمہارے جیسا بشر ہوں۔

☆ صحابہ کرام علیہم الرضوان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا بشر نہیں کہتے تھے لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے فرمایا کہ میں تم جیسا بشر نہیں ہوں۔

ایک اور قابل توجہ بات یہ ہے کہ

☆ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا بشر کہنا کافروں، مشرکوں اور منافقوں کا طریقہ تھا۔ دورِ حاضر میں جو لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا بشر کہتے ہیں وہ کفار، مشرکین اور منافقین کے طریقے کی پیروی کر رہے ہیں۔

☆حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے جیسے بشر نہیں ہیں اور ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نہیں ہیں، یہ عقیدہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا تھا لہٰذا جو اہل عشق ومحبت حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر کہنے کی بجائے نورِ خدا اور نوری بشر کہتے ہیں وہ صحابہ کرام کے نقش قدم پر چل کر دولتِ ایمان سے مالا مال ہیں۔

قارئین کرام! آپ کو معلوم ہو گیا کہ صحابہ کرام کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا عقیدہ تھا لیکن آج کل کے گستاخِ رسول جو دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ ان کا جھوٹ ہونا بھی ثابت ہو گیا کیونکہ صحابہ کرام تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا بشر نہیں کہتے تھے لیکن یہ گستاخِ رسول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا بشر کہتے ہیں لہٰذا یہ عصر حاضر کے سب سے بڑے گستاخِ رسول ہیں اور ان سے پناہ مانگو اور ان سے ایسے بچو کہ جس طرح تعوذ میں شیطان کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ میں شیطان مردود سے پناہ مانگتا ہوں اور ان سے بھی اسی طرح پناہ مانگو کیونکہ یہ شیطان سے بھی گئے گزرے ہیں اور شیطان سے دو قدم آگے ہیں اور پیچھے تو ہوتے نہیں ہیں کیونکہ ان کا عقیدہ جو شیطان سے بڑھ کر ہے منافقت میں اور گستاخی کرتے ہیں لہٰذا ان سے ایسے دور رہو کہ جہاں سے یہ گزرے ہوں تو اپنا راستہ تبدیل کر لو تا کہ ان کی منافقت والی چنگاریوں سے بچ سکیں۔

حضور ﷺ کی بشریت نورانی تھی لہٰذا ہمارے لیے اور آپ ﷺ کے لیے احکام بھی جدا ہیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے نوری بشر تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کوئی نہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے بے مثل ومثال نوری بشر تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کے لئے شریعت کے احکام بھی جداگانہ تھے۔ ان احکام کے فرق سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نبی اور امتی کبھی بھی مساوی نہیں ہوتے بلکہ نبی کی شان اتنی ارفع واعلیٰ ہے کہ وہاں تک کسی کا وہم وگمان بھی نہیں پہنچ سکتا۔ ذیل میں میں ان چند شرعی احکام کا ذکر کرتا ہوں جن میں نبی اور امتی کے لئے الگ اور جدا احکام ہیں۔

بیٹھ کر امامت فرمانا

ہم ہمیشہ مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں، فرض نماز میں قیام فرض ہونے کی وجہ سے امام اور مقتدی سب کھڑے ہو کر ہی باجماعت فرض نماز ادا کرتے ہیں۔ اگر امام صاحب نے بیٹھ کر نماز پڑھائی، جیسا کہ بخاری ومسلم کی حدیث میں آیا ہے اور دوسروں کو اس سے منع فرمایا ہے۔

دارقطنی اور امام بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت جابر شعبی رضی اللہ عنہ سے روایت کی، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد کوئی بیٹھ کر امامت نہ کرے۔ (خصائص کبریٰ، جلد 2، ص 515)

کلمہ مبارک میں فرق

تمام مسلمان امتی ”لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ کلمہ پڑھتے ہیں۔

اس کلمہ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ”نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔“

لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ ”لا الٰہ الا اللہ انی رسول اللہ“ ہے۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ ”نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ اور میں اللہ کا رسول ہوں“۔ نبی اور امتی کے کلمہ میں اتنا عظیم فرق ہے کہ اگر کوئی امتی وہ کلمہ پڑھے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ ہے تو وہ امتی کافر ہو جائے گا اور اسلام کے دائرے سے خارج ہو جائے گا کیونکہ ”انی رسول اللہ“ سے اس نے اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کر دیا۔

نماز کی فرضیت کا فرق

مسلمان امتی پر (1) فجر، (2) ظہر، (3) عصر، (4) مغرب، (5) عشاء، کل پانچ نمازیں فرض ہیں جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چھ وقت کی نماز فرض تھی۔

قرآن مجید پارہ 15 سورہ بنی اسرائیل: 79 میں ارشاد ہے:

ومن الليل فتهجد به نافلة لك

اور رات کے کچھ حصہ میں تہجد کرو یہ خاص تمہارے لیے زیادہ ہے۔

اس آیت کے اندر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تہجد کی نماز کی فرضیت کا ذکر ہے۔

اس کے علاوہ امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب طبرانی (المتوفی 360ھ) نے اپنی مشہور کتاب (معجم اوسط) میں اور امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی نے سنن کبریٰ میں ام المومنین سیدنا عائشہ صدیقہ، طیبہ، طاہرہ، عالمہ، زاہدہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ تین چیزیں ایسی ہیں جو مجھ پر فرض ہیں اور تمہارے لیے سنت ہیں۔

1- وتر، 2- مسواک، 3- نمازِ تہجد (خصائص کبریٰ، جلد 2، ص 492)

عصر کی نماز کے بعد دو رکعات پڑھنا

عصر کی نماز کے بعد نفل نماز پڑھنا ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ عصر کی نماز کے بعد دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔

1- مروی ہے کہ دو نمازیں ایسی تھیں جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر وحضر میں ترک نہیں فرمایا۔ ایک نماز فجر کے فرض کے پہلے دو رکعت اور دوسری بعد نماز عصر دو رکعت، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان نمازوں کو ہمیشہ پڑھتے رہے، یہاں تک کہ رب العزت سے ملاقی ہوئے اور اس باب میں بطریق متعدد احادیث مروی ہیں اور ان میں سب سے زیادہ صریح عصر کی سنتیں ہیں۔ اب اس کے سوا خلاصی کی کوئی صورت

ممکن نہیں کہ کہا جائے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے تھے اور دوسروں کے حق میں مکروہ جیسا کہ ابوداؤد کی روایت میں آیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعد نماز عصر دو رکعت پڑھا کرتے اور دوسروں کو اس سے منع فرمایا کرتے۔

(حوالہ: مدارج النبوۃ، جلد 1، ص 712)

ارکانِ اسلام کا فرق

ہر مسلمان امتی کے لئے ارکان اسلام پانچ ہیں: 1- کلمہ، 2- نماز، 3- روزہ، 4- زکوٰۃ، 5- حج، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چار ارکان ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر زکوٰۃ فرض نہیں تھی۔ کچھ اسناد پیش کرتا ہوں اس کی تحقیق کے لئے۔ شاذلی طریقہ کے شیخ الصوفیہ شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب (التنویہ) میں فرمایا ہے کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان یہ ہے کہ ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہیں اور ان کی اپنی کوئی ملکیت نہیں ہوتی۔ وہ صرف اس کی شہادت دیتے ہیں جو ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے ان کے لئے ودیعت فرمائے، وہ مختلف اوقات میں وہی خرچ کرتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ خرچ کراتا ہے اور اس کو اس کے محل کے سوا میں خرچ کرنے سے باز رکھتے ہیں، انبیاء کرام پر زکوٰۃ واجب نہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ زکوٰۃ ان لوگوں پر واجب ہوتی ہے جو یہ چاہتے ہیں کہ زکوٰۃ ادا کر کے طہارت مال حاصل کر کے ان لوگوں میں سے ہو جائیں جنہوں نے طہارت و پاکیزگی حاصل کر لی ہے اور انبیائے کرام علیہم السلام اپنی عصمت کی وجہ سے ناپاکی سے پاک اور منزہ ہیں۔

(خصائص کبریٰ، جلد 2، ص 516)

بیک وقت نکاح میں عورتوں کی تعداد کا فرق

ایک مسلمان مرد بیک وقت زیادہ سے زیادہ چار عورتیں اپنے نکاح میں رکھ سکتا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے کہ

فانکحوا ماطاب لکم من النسآء مثنٰی وثلث وربع فان خفتم الا تعدلو افواحدۃً (پارہ4،نساء،آیت3)

تو نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں خوش آئیں ۔ دودو اور تین تین اور چار چار پھر اگر ڈرو کہ دو بیبیوں کو برابر نہ رکھ سکو گے تو ایک ہی کرو۔

اس آیت سے مسلمان مرد کو بیک وقت زیادہ سے زیادہ چار عورتیں اپنے نکاح میں رکھنے کی اجازت ہے، چار سے زیادہ حرام ہے، لیکن!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بیک وقت چار سے زیادہ عورتیں اپنے نکاح میں رکھنا مباح تھا۔ اس پر تمام امت کا اجماع ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

یا ایھا النبی انا احللنا لک ازوجک التی اٰتیت اجورھن سے لے کر خالصۃ لک من دون المومنین (سورہ احزاب آیت 50)

اے غیب بتانے والے (نبی) ہم نے تمہارے لئے حلال فرمائیں تمہاری وہ بیبیاں جن کو تم مہر دو "تا" یہ خاص تمہارے لیے ہے امت کے لئے نہیں۔

اس میں صاف وضاحت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے امتی کی طرح بیک وقت چار عورتوں کو اپنے نکاح میں رکھنے کی قید نہیں بلکہ چار سے بھی زیادہ ازواج رکھنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مباح ہے۔

تفسیر میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ازواج کا نصاب (نو) ہے جیسے کرامت کے لئے چار ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، ص766)

سو جانے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو نہیں ٹوٹتا

علم فقہ یعنی شریعت کے قوانین کا مشہور مسئلہ ہے کہ سو جانے سے وضو ٹوٹ جاتا

ہے، سوجانا یعنی غفلت کی نیند نواقض وضو میں سے ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو سو جانے کے باوجود بھی نہیں ٹوٹتا کیونکہ حالتِ نیند میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلبِ اطہر بیدار رہتا ہے جیسا کہ بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ

العین ینام والقلب یقظان

یعنی آنکھ سوتی ہے اور دل بیدار رہتا ہے۔

☆ امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رات میں وضو فرمایا اور نماز پڑھی۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے۔ یہاں تک کہ میں نے خرخراہٹ (تیز سانس) لینے کی آواز سنی۔ اس کے بعد موذن آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر نماز کے لئے تشریف لے گئے اور وضو نہیں فرمایا۔ ایک اور حدیث ملاحظہ ہو، امام محمد بن ماجد تزوینی المتوفی 273ھ اور امام ابو یعلیٰ نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدھے لیٹ کر سو جایا کرتے تھے یہاں تک کہ سانس کی آواز آنے لگتی تھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر نماز پڑھتے اور وضو نہیں کرتے تھے۔ اس کی علت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں سوتیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل بیدار رہتا تھا۔ (خصائص کبریٰ، جلد2، ص522)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بول و براز اور خون پاک اور طاہر ہے

ہر انسان کا بول و براز، پاخانہ اور خون اپنے اور دوسروں کے لیے ناپاکی کا حکم رکھتا ہے، ہمارے بدن سے نکلنے والی مذکورہ رطوبتیں نجاست کے حکم میں اور حرام ہیں۔ ان کو کھانا پینا حرام ہے بلکہ ایسی نجس ہیں کہ انسان کے جسم سے اس کا خارج ہونا نواقض وضو ہے یعنی بدن سے ان اشیاء کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے کہ

او جاء احد منکم من الغائط (پارہ6، سورۃ المائدہ، آیت 6)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

انما حرم علیکم المیتۃ والدم (پارہ2، سورہ البقرہ، آیت 173)

اس نے یہی تم پر حرام کیے ہیں مردار اور خون۔

لیکن!!!

☆ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات شریف اور خونِ مقدس امتی کے حق میں پاک بلکہ باعثِ برکت ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس سے جو کچھ بھی خارج ہوتا تھا وہ پاک تھا۔ (فتاویٰ شامی)

☆ امام بیہقی نے بسند حسین بن علوانی، ہشام وعروہ سے اور حاکم نے اپنی مستدرک میں اور دار قطنی نے (الافراد) میں محمد بن سلیمان باہلی کی سند سے ہشام بن عروہ کے واسطے سے حضرت ام المومنین سیدنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے آپ کو بیت الخلاء جاتے دیکھا، پھر میں آپ کے بعد میں گئی تو میں نے خارج ہوتی چیز کا کوئی نشان نہیں دیکھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! تم نہیں جانتی، اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام سے جو فضلہ خارج ہو وہ اسے کھا جائے۔

(مدارج النبوۃ، جلد 1، ص 49)

☆ شیخ محقق، شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کا ارادہ فرماتے تو زمین میں شگاف پڑ جاتا اور زمین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بول وبراز اپنے اندر سمو لیتی اور اس کی جگہ ایک خوشبو پھیل جاتی۔

ایک صحابی سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں ایک سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لئے ایک جگہ تشریف

لے گئے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے آئے تو میں اس جگہ گیا جہاں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فراغت فرمائی تھی۔ میں نے اس جگہ بول وبراز کا کوئی نشان تک نہ دیکھا البتہ چند ڈھیلے وہاں پڑے ہوئے تھے، میں نے ان ڈھیلوں کو اٹھالیا تو ان میں سے نہایت لطیف وپاکیزہ خوشبو آرہی تھی۔

(مدارج النبوۃ، جلد 1، ص 49)

قارئین کرام!

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ہمارے درمیان ہر لحاظ سے بہت سا فرق ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری مثل نہیں ہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں اور ہم بشر ہیں لہٰذا احکام بھی جدا ہیں اور تمام لحاظ سے بہت ساری چیزوں کا فرق ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقدس خون صحابہ کرام علیہم الرضوان پی لیتے تھے

دار قطنی نے اپنی سنن میں حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما سے روایت کی، انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے (فصد لینا، گردن سے خون نکالنا) اور اپنے مقدس خون کو میرے بیٹے عبداللہ بن زبیر کو دیا تاکہ وہ اس مقدس خون کو ایسی جگہ پر ڈال دے جہاں کسی کی نظر نہ پڑے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس خونِ اقدس کو پی لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے بیٹے سے پوچھا، تم نے اس خون کا کیا کیا؟ عرض کی، میں نے مکروہ جانا کہ اس کو پھینکوں لہٰذا میں نے اس کو پی لیا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں جہنم کی آگ نہ چھوئے گی اور اس کے سر پر دستِ شفقت پھیرا اور فرمایا کہ لوگوں کا تم سے بھلا ہو اور تم کو لوگوں سے بھلا ہو۔ (خصائص کبریٰ، جلد2، ص538)

☆ حضرت سیدنا امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اور ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہن حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما

کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کے صاحبزادے کا نام (عبداللہ بن زبیر تھا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک خون پی لینے سے ان میں قوت، مردانگی، شجاعت اور بہادری پیدا ہوگئی تھی کہ انہوں نے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل یزید پلید کی بیعت کرنے سے انکار فرمادیا اور مکہ مکرمہ میں اقامت رکھی اور ان کے حلقہ میں حجاز، یمن، عراق، خراسان وغیرہ کے لوگ آکر جمع ہوئے۔ عبدالملک بن مروان کے عہد امارت میں ظالم حجاج بن یوسف نے ان کو شہید کر کے دار (سولی) پر کھینچا۔

☆ ابن حبان نے الضعفاء میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قریشی جوان سے پچھنے لگوائے۔ جب وہ جوان پچھنے لگانے کے کام سے فارغ ہوا تو وہ خون اٹھا کر لے گیا اور اسے پی لیا۔ اس کے بعد جب وہ آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ تیرا بھلا ہو تو نے کیا کیا؟ اس نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے اسے زمین میں بہانے سے بہتر جگہ رکھ دیا ہے اور وہ میرے پیٹ میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جا تو نے اپنے کو جہنم کی آگ سے محفوظ کر لیا۔

(خصائص کبریٰ، جلد 2، ص538)

☆ جنگِ احد کے دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مجروح (زخمی) ہوئے تو جلیل القدر صحابی حضرت ابوسعید خدری کے والد حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہما نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زخموں کو اپنے منہ سے چوس کر زبان سے صاف کیا۔ ان کے منہ میں خونِ اقدس جمع ہو گیا، لوگوں نے کہا کہ اپنے منہ سے خون باہر نکال دو، حضرت مالک بن سنان نے کہا کہ نہیں، خدا کی قسم! میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس خون کو زمین پر ہرگز نہیں گرنے دوں گا۔ چنانچہ وہ خونِ اقدس کو نگل گئے۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے خون میں میرا خون شامل ہو جائے اسے آتش دوزخ نہیں چھو سکتی اور جو شخص خواہش رکھتا کہ وہ کسی جنتی شخص کو دیکھے تو وہ

انہیں یعنی مالک بن سنان کو دیکھ لے۔ (مدارج النبوۃ، جلد 1، ص50)

حضرت حسن بن سفیان اپنی مسند میں ابو یعلیٰ، حاکم، دارقطنی سے اور ابو نعیم نے حضرت ام یمن رضی اللہ عنہما سے روایت کی، حضرت ام یمن رات کے وقت کاشانۂ اقدس میں خدمت کے لئے رہا کرتی تھیں، انہوں نے بیان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تختِ مبارک کے نیچے رات کے وقت ایک پیالہ جیسا برتن رکھ دیا جاتا تھا تاکہ اگر رات میں حاجت ہو تو اس میں بول شریف فرمادیں۔ ایک رات جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں بول مبارک فرمایا اور صبح ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام یمن رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اس تخت کے نیچے ایک پیالہ ہے اسے زمین کے سپرد کر دو۔ حضرت ام یمن نے عرض کی: خدا کی قسم! رات میں مجھے پیاس معلوم ہوئی تو میں نے اسے پی لیا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور نہ انہیں اپنا منہ دھونے کا حکم فرمایا اور نہ دوبارہ ایسا کرنے سے منع فرمایا بلکہ یہ فرمایا کہ اب تمہیں کبھی پیٹ کا درد نہ ہوگا۔ (خصائص کبریٰ، جلد 1، ص174)

امام اجل علامہ احمد بن محمد خطیب المصری القسطلانی اپنی معرکۃ الآراء کتاب

"المواهب اللدنيه على الشمائل المحمديه صلى الله عليه وسلم"

میں اور امام جلیل قاضی ابوالفضل عیاض بن عمرو اندلسی (التوفی 544ء) اپنی کتاب

''الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم'' میں روایت فرماتے ہیں کہ ایک عورت تھی جس کا نام (برکہ) تھا (رضی اللہ عنہا) وہ بھی کاشانۂ اقدس میں خدمت گزاری کرتی تھی، انہوں نے بھی ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا بول شریف پی لیا تھا، اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اصحت یا ام یوسف

یعنی اے ام یوسف (حضرت برکہ رضی اللہ عنہا کی کنیت ام یوسف تھی) تم ہمیشہ کے لئے تندرست بن گئیں اور کبھی بیمار نہ ہوگی چنانچہ وہ عورت کبھی بیمار نہ ہوئیں بجز صرف اس بیماری کے جس میں اس نے دنیا سے کوچ کیا۔

بعض روایتوں میں ہے کہ ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بول شریف پی لیا تھا تو اس کے کے جسم سے ہمیشہ خوشبو مہکتی رہی حتیٰ کہ اس کی اولاد میں کئی نسلوں تک یہ خوشبو رہی۔ (مدارج النبوۃ، جلد 1، ص50)

قارئین کرام! نبی اور امتی کے لئے شریعت کے احکام میں فرق ہونے سے متعلق میں نے کئی احادیثِ مبارکہ پیش کی ہیں حالانکہ قرآن مجید اور احادیثِ کریمہ کی روشنی میں ایسی مثالیں کثرت سے پیش کی جاسکتی ہیں کہ جن مثالوں سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص وفضائل اظہر من الشمس ظاہر وباہر ہیں اور ان مثالوں سے نبی اور امتی کا فرق واضح طور پر ثابت ہوتا ہے۔ اس حقیقت میں کسی قسم کے شک کی کوئی گنجائش ہی نہیں کہ کوئی بھی امتی، پھر وہ چاہے کتنا ہی بڑا عابد وزاہد اور عالم وفقیہہ ہو، کسی بھی نبی سے ہمسری نہیں کرسکتا۔

دورِ حاضر کے گستاخِ رسول اپنی ریاکاری پر مشتمل عبادت اور مکارانہ ریاضت پر اکڑ کر اور اِترا کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمسری بلکہ برتری کا دعویٰ کرتے ہیں۔ وہ اپنی نمازوں کی تعداد، رکعت اور دیگر عبادات کے وقت کی مقدار کا تخمینہ لگاتے ہیں اور اپنی ریاکارانہ عبادت کی گنتی اور شمار کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مخلصانہ اور مقبولِ بارگاہِ الٰہی عبادت سے تقابل کر کے بزعم خویش تجزیہ کر کے یہ فاسد تخیل اخذ کرتے ہیں کہ عمل میں امتی بسا اوقات نبی سے مساوی ہو جاتا ہے بلکہ بڑھ جاتا ہے (معاذ اللہ) نعوذ باللہ من ذٰلک

لیکن ان کور مغز اور کور باطن جاہلوں کو شاید یہ معلوم نہیں کہ کوئی بھی امتی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تو کیا بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی سے بھی عمل میں اور عمل کے اجر وثواب میں ہمسری نہیں کرسکتا۔

اس کے لئے چند احادیث نقل کرتا ہوں۔

☆ حدیث مبارک

ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صحابہ کو گالی مت دو، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر تم میں سے کوئی احد کے پہاڑ کے برابر سونا راہِ خدا میں خرچ کرے تو ان کی برابری نہ کرسکے گا اور نہ ان کے آدھے کی فضیلت کو۔

☆ حدیث مبارک

طیاسی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی کے پاس احد کے پہاڑ کے برابر سونا ہو اور وہ اسے راہِ خدا میں خرچ کرے اور بیواؤں، مسکینوں اور یتیموں میں خرچ کرے تاکہ میرے کسی صحابی کے کسی دن کی ایک گھڑی کی فضیلت حاصل کرلے تو وہ کبھی اسے حاصل نہیں کرسکے گا۔

☆ حدیث مبارک

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان اللّٰہ اختارا صحابی علی جمیع العٰلمین سوی النبین والمرسلین

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ نے انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد میرے

صحابہ کو سارے جہان والوں پر برگزیدگی عطا فرمائی ہے۔

تینوں احادیث مبارکہ (خصائص کبریٰ، جلد 2، ص 566)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیوں بشری صورت میں تشریف لائے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا کے قیام کے دوران صورتِ بشری اختیار فرما کر لوگوں کو توحید ورسالت دونوں کی سچی معرفت اور درست تفہیم کرا دی۔ صورتِ بشری اختیار فرما کر لوگوں کو باور کرا دیا کہ اے لوگو! نہ تو میں فرشتوں میں سے ہوں اور نہ ہی جنات میں سے ہوں بلکہ انسانوں میں سے ہوں، ظاہری شکل وصورت میں تمہاری طرح انسان ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے فضل وکرم سے ایسا تصرف اور اختیار عطا فرمایا ہے کہ انگلی کے ایک اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے کر سکتا ہوں، ڈوبے ہوئے سورج کو واپس پلٹا سکتا ہوں، اپنی انگلیوں سے پانی کے دریا جاری کر سکتا ہوں، موت کی آغوش میں لیٹے ہوئے کو پھر زندہ کر سکتا ہوں، وغیرہ وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق نے مجھے ایسی قدرت وقوت عطا فرمائی ہے کہ ایسی قدرت وقوت عام انسان میں ہونا محال وناممکن ہے۔ آدمی ہونے میں تم جیسا ہونے کے باوجود میں ایسے خوارق عادات تصرفات کا حامل ہوں کہ وہاں تک کسی انسان کی رسائی نہیں لیکن خوب یاد رکھو کہ میں خدا نہیں ہوں کیونکہ انا بشر مثلکم یعنی ظاہری صورتِ بشری میں تو میں تم جیسا ہوں۔

انسان ہونے کے ناطے میں خدا ہرگز نہیں ہوں بلکہ خدا کا بندہ ہوں۔ ایسا بندہ ہوں جسے نبوت ورسالت کے تاج کرامت وعنایت سے سرفراز فرمایا گیا ہے لہٰذا اے لوگو! "انا بشر مثلکم" کو خوب اچھی طرح یاد رکھو اور مجھے خدا مت کہنا اور (یوحی الی) کی میری فضیلت وخصوصیت کو فراموش کر کے مجھے اپنے جیسا عاجز بشر بھی مت کہنا۔ میری بشریت تمہاری طرح عام

بشریت نہیں ہے بلکہ بے مثل ومثال نوری بشریت ہے۔

انا نور من نور اللہ

یعنی میں اللہ کے نور سے ایک نور ہوں اور اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا ہے لہٰذا الست کاحد منکم یعنی میں تم میں کسی کی طرح نہیں ہوں اور "ایکم مثلی"، یعنی تم میں سے کون میری مثل ہے۔

الغرض!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم خالق کائنات کے ایسے معظم ومکرم بندے ہیں کہ ان جیسا کوئی بندہ نہ کبھی ہوا اور نہ کبھی ہوگا۔

کیا خوب کہا میرے سیدی مرشدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے

لیکن رضا نے ختم سخن اس پر کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے نوری بشر تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی بھی بشر کا تقابل نہیں کیا جا سکتا۔

بقول سیدی ومرشدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

اللہ کی سر تا بہ قدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ

بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رتبہ کیا تھا، وہ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ بقول

خدا کہتے نہیں بنتی بشر کہتے نہیں بنتی
خدا پر اسکو چھوڑا ہے وہی جانے کہ کیا تم ہو

قارئین کرام! بس اتنا جان لینا ضروری ہے کہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نوری بشریت کے اندر تشریف لائے کیونکہ سابقہ احادیثِ مبارکہ سے میں نے ثابت کر دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص اور ہمارے درمیان زمین وآسمان کا فرق ہے۔ جو اعتراض کرتے ہیں وہی لوگ منافق ہیں کیونکہ امتی کے لئے یہ شایاں نہیں کہ وہ عیب ڈھونڈے بلکہ اس کے لئے تو یہ ہے کہ وہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ہر وہ کام کرے جو قرآن وحدیث نے بیان فرمایا ہے۔

سب سے پہلے کس شخص نے نبی کو بشر کہا؟

سب سے پہلے نبی کو سجدہ نہ کرنے والا اور بشر کہنے والا ابلیس لعین تھا جس نے انکار کر دیا کہ میں بشر کو سجدہ کروں، حالانکہ اس لعین نے ہزاروں سال عبادت کی اور سجدے کیے۔

قرآن مجید میں کئی مقام پر مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اول انسان، ابوالبشر، حضرت سیدنا آدم علیٰ نبینا علیہ السلام کو جب پیدا فرمایا تو تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے تمام فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا لیکن ابلیس لعین نے سجدہ نہ کیا اور سجدہ نہ کرنے کی پاداش میں اس کی لاکھوں برس کی عبادت وریاضت اکارت وبرباد ہوگئی اور وہ اللہ کے مقرب بندہ کے عہدہ سے معزول ہو کر مردود اور ملعون بن گیا۔

ابلیس لعین جس کو ہم شیطان کہتے ہیں اس کا نام (عزازیل) تھا۔ عزازیل بہت ہی بڑا عابد اور عالم تھا، علم اور عبادت میں تمام فرشتوں سے بڑھ چڑھ کر تھا، یہاں تک کہ وہ معلم الملکوت یعنی فرشتوں کا استاذ تھا۔ عزازیل نے حکم الٰہی کی تعمیل کرتے ہوئے بڑے بڑے کام بھی سرانجام دیئے تھے مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کو بنانے سے ساٹھ ہزار سال پہلے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو آسمان میں اور جنات کو زمین میں

آباد کیا تھا، زمین میں آباد ہونے کے سات ہزار سال کے بعد جنات میں آپسی اختلافات کی ابتدا ہوئی۔ یہ اختلافات رفتہ رفتہ بغض وحسد اور سخت عداوت کی حد تک پہنچ گئے اور نتیجتاً جنات میں آپس میں جنگ وجدال اور خونریزی تک نوبت پہنچی۔ تب اللہ تعالیٰ نے عزازیل (ابلیس) کو حکم دیا کہ فرشتوں کی جماعت اپنے ساتھ لے کر زمین پر جاؤ اور جنات کو زمین سے نکال کر پہاڑوں اور جزیروں میں آباد کر دو۔ حکم الٰہی کی تعمیل کرتے ہوئے عزازیل نے یہ خدمت بخوبی انجام دی اور جنات کو پہاڑوں اور جزیروں میں بھگا دیئے۔ عزازیل نے آئے ہوئے فرشتوں کو زمین میں آباد کر دیا۔ تب سے فرشتوں کے دو حصے ہوئے، زمین والے فرشتے اور آسمان والے فرشتے۔ عزازیل کو جنات کی سرکوبی کی خدمت انجام دینے کے انعام میں زمین اور پہلے آسمان کی بادشاہت عطا کی گئی اور جنت کے خزانے بھی عنایت کیے گئے۔ عزازیل (ابلیس) کبھی آسمان میں اور کبھی زمین میں اور کبھی جنت میں مقبول بارگاہِ رب العزت کی حیثیت سے آمد ورفت اور عبادت کرتا رہتا تھا۔

(تفسیر نعیمی جلد 1 ص 248، 274)

عزازیل (ابلیس) جو زبردست عالم وعابد تھا وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں ذرہ برابر کوتاہی نہ کرتا تھا۔ جنات کو زمین سے نکالنے کی مہم میں اس نے نمایاں خدمت انجام دی تھی اور حکم الٰہی کی بجا آوری میں قابل تحسین کردار ادا کیا تھا۔ اس عزازیل کو حکم دیا گیا تھا کہ اللہ کے حکم سے ایک سجدہ کرے لیکن وہ ایک سجدہ کرنے سے باز رہا اور مردود ہو گیا۔ ایک ذرہ سا معاملہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو سر آنکھوں پر لے کر حضرت آدم علیہ السلام کے لیے جھکنا تھا لیکن وہ نہ جھکا بلکہ اکڑا اور بارگاہِ الٰہی سے مردود ہو کر نکلا۔

قرآن شریف میں ہے کہ

فاذا سویته ونفخت فیه من روحی فقعو له سجدین○
فسجد الملائکة کلهم اجمعون○ الا ابلیس ابٰی ان یکون
مع السجدین○ (پارہ14، سورۃ الحجر، آیت 29)

"تو جب میں اسے ٹھیک کرلوں اور اس میں اپنی طرف کی خاص معزز روح پھونک دوں تو اس کے لئے سجدہ میں گر پڑنا○ تو جتنے فرشتے تھے سب کے سب سجدہ میں گر پڑے سوا ابلیس، اس نے سجدہ والوں کا ساتھ نہ مانا۔"

یعنی اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تو ابلیس کے سوا تمام فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو تعظیم کا سجدہ کیا لیکن شیطان اکڑا اور اس نے سجدہ کرنے میں فرشتوں کا ساتھ نہ دیا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ابلیس نے سجدہ کیوں نہ کیا جبکہ سجدہ کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا تھا۔ وہ ابلیس جس نے لاکھوں سال عبادت کرکے کروڑوں کھربوں سے بھی زیادہ سجدے کئے تھے اسے صرف ایک سجدہ کرنے سے اعتراض کیا تھا؟ اور اعتراض وانکار بھی اس سجدہ سے کیا جس سجدہ کے کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا تھا۔

تفسیر کی کتابوں میں ہے کہ جب فرشتے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے گرے تو شیطان حضرت آدم علیہ السلام کی طرف پیٹھ کرکے کھڑا ہوگا۔ فوراً اس کی صورت مسخ ہو گئی حالانکہ ابلیس شکل وصورت میں بہت خوبصورت تھا لیکن سجدہ کرنے سے انکار کرنے کی وجہ سے اس کا جسم خنزیر کا اور چہرہ بندر کا ہوگیا۔ (تفسیر نعیمی، جلد1، ص274)

اب میری گفتگو کے مقصد کی طرف توجہ کریں کہ شیطان نے اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے سے انکار کرتے ہوئے حضرت آدم علیہ السلام کو تعظیم کا سجدہ نہ کیا، اس کی اس حرکت پر اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا تو اس نے کیا جواب دیا وہ دیکھیں۔

قال یا ابلیس مالك الا تکون مع الساجدین○ قال الم اکن
لاسجد بشر خلقته من صلصال من حما مسنون○ قال
فاخرج منها فانك رجیم○ وان علیك اللعنة الٰی یوم
الدین○ (پارہ14، سورۃ الحجر، آیت 32 تا 35)

ترجمہ: فرمایا اے ابلیس تجھے کیا ہوا کہ سجدہ کرنے والوں سے الگ رہا بولا مجھے زیبا نہیں کہ بشر کو سجدہ کروں جسے تو نے بجتی مٹی سے بنایا جو سیاہ بودار گارے سے تھی۔ فرمایا تو جنت سے نکل جا کہ تو مردود ہے اور بے شک قیامت تک تجھ پر لعنت ہے۔

قارئین کرام! اس آیت کو اور اس کے ترجمہ کو بغور ملاحظہ فرمائیں۔ قرآن مجید نے صاف فیصلہ فرما کر یہ بات ظاہر فرمادی کہ ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کو (بشر) ہونے کی وجہ سے ہی سجدہ نہ کیا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے سجدہ نہ کرنے کی وجہ پوچھی تو اس نے بے باکی سے یہ جواب دیا کہ

لم اکن لا سجد بشر

یعنی مجھے زیبا نہیں کہ میں بشر کو سجدہ کروں۔

ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کو بشر کہا اور بشر ہونے کی وجہ سے ہی تعظیم کرنے یعنی تعظیم کا سجدہ کرنے سے صاف انکار کیا۔ ثابت ہوا کہ بہ نیت توہین نبی کو بشر کہنے والا سب سے پہلا فرد شیخ نجدی یعنی ابلیس تھا۔ بشر ہونے کی وجہ سے نبی کی تعظیم نہیں کرنی چاہیے یہ نظریہ سب سے پہلے ابلیس نے قائم کیا ہے اور ابلیس کے نقش قدم پر چل کر ہر زمانہ کے کفار ومشرکین نے اور دورِ حاضر کے منافقین نے انبیائے کرام کی شان وعظمت گھٹانے کے لئے ابلیس کی بولی بولنا اختیار کیا اور نبی ورسول کو بشر کہا، بلکہ ابلیس سے بھی دو قدم آگے سبقت لے گئے کیونکہ ابلیس نے تو حضرت آدم

علیہ السلام کو صرف بشر ہی کہا تھا لیکن کفار مشرکین اور منافقین نے انبیائے کرام کو بشر مثلکم ومثلنا۔

یعنی ہمارے تمہارے جیسے بشر کہہ کر توہین وتنقیص انبیاء میں ابلیس سے بھی بڑھ گئے۔

اب اس کے چند نکات ملاحظہ ہوں:

☆ شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا تو سجدہ نہ کرنے پر فوراً انہیں نکالا گیا بلکہ اس سے سجدہ نہ کرنے کا سبب دریافت کیا گیا اور اس نے جو سبب بتایا اس سبب کی وجہ سے ہی اسے مردود بنا کر نکالا گیا اور وہ سبب تھا حضرت آدم علیہ السلام کو حقیر جان کر انہیں ''بشر'' کہنا۔ اللہ تعالیٰ کے مقدس نبی کو (بشر) کہنا اتنا بڑا جرم ثابت ہوا کہ اس کی لاکھوں برس کی عبادتیں اکارت ہوگئیں اور اس کے تمام مناصب ودرجات سلب کر لیے گئے۔ ثابت ہوا کہ سجدہ نہ کرنے کا جو سبب تھا یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو بشر کہنا وہ سبب ہی اس کے لیے مہلک ثابت ہوا اور جب اس نے سجدہ نہ کرنے کا سبب ظاہر کر دیا تو فوراً اس پر عتاب نازل ہوا کہ

قال فاخرج منها فانك رجيم

یعنی اللہ نے فرمایا کہ تو جنت سے نکل جا کہ تو مردود ہے۔ اللہ کے مقدس نبی کو بشر کہنے کے جرم کی سزا میں ابلیس کو مردود بنا کر جنت سے نکال دیا گیا۔ جنت کا باشندہ نبی کو بشر کہنے کی وجہ سے ذلیل وخوار ہو کر جنت سے باہر نکال دیا گیا اور ہمیشہ کے لیے مردود اور لعنت کا حقدار ہو گیا تو جنہوں نے دنیا میں رہ کر نہ جنت کو دیکھا ہے نہ جنت کا داخلہ حاصل کیا ہے بلکہ جنت کی ہوا تک بھی انہیں نہیں لگی وہ دورِ حاضر کے منافقین شیخ نجدی ابلیس لعین کے نقش قدم پر چل کر انبیائے کرام کو صرف بشر نہیں بلکہ اپنے جیسا بشر کہہ کر کس منہ سے دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم جنت کے حقدار ہیں۔ ابلیس لعین کہ جو

جنت میں تھا وہ نبی کو بشر کہنے کی بے وقوفی کی وجہ سے جنت سے باہر پھینک دیا گیا اور ابلیس کے چیلے نبی کو اپنے جیسا بشر کہہ کر جنت میں جانے کی تمنا کر کے کتنی بڑی بے وقوفی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔

☆ شیطان نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے شیطان سے فرمایا کہ

قال یا ابلیس مالك الا تكون مع السجدين

ترجمہ: فرمایا اے ابلیس تجھے کیا ہوا کہ سجدہ کرنے والوں سے الگ رہا یعنی اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے سجدہ نہ کرنے کی وجہ دریافت فرمائی۔ اس سوال کی کیا ضرورت تھی؟ کیا اللہ تعالیٰ کو ابلیس کے سجدہ نہ کرنے کی وجہ معلوم نہ تھی؟ بے شک اللہ تعالیٰ کو ابلیس کے سجدہ نہ کرنے کی وجہ معلوم تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہے۔ دلوں کی بات بھی اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ

ولیمحص ما فی ،قلوبکم واللہ علیم بذات الصدور

(پارہ 4، سورہ آل عمران، آیت 154)

اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اسے کھول دے اور اللہ تعالیٰ دلوں کی بات جانتا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ دلوں کی باتیں بھی جانتا ہے۔ دل میں خیال پیدا ہوتا ہے اسے بھی جانتا ہے بلکہ دل میں جو خیال پیدا ہونے والا ہوتا ہے اسے بھی جانتا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کو کیوں اور کس وجہ سے سجدہ نہیں کیا تو جب اللہ تعالیٰ کے علم میں شیطان کے سجدہ نہ کرنے کی وجہ تھی تو پھر شیطان سے سجدہ نہ کرنے کی وجہ دریافت نہ فرماتا اور اپنے علم میں اس کی وجہ ہونے کی وجہ سے اسے مردود و لعین بنا کر نکال دیتا تو اس وقت سے لے کر قیامت

کے وقت تک آنے والوں کو صرف اتنا ہی معلوم ہو سکتا کہ شیطان نے اللہ کا حکم نہ مان کر سجدہ نہ کیا، اس لیے وہ مردود ہو گیا اور یہ راز کسی پر نہ کھلتا کہ شیطان اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی کی تعظیم سے انکار کرتے ہوئے اور انہیں حقیر جانتے ہوئے انہیں بشر کہنے کی وجہ سے راندۂ درگاہِ الٰہی ہوا ہے۔

شیطان سے سجدہ نہ کرنے کی وجہ دریافت کرنے میں اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت تھی کہ قیامت تک ہونے والے انسانوں کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی کو بشر کہہ کر اور جان کر سجدہ سے انکار کرنے کی وجہ سے شیطان کافر ہوا ہے۔ شیطان کے کافر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس نے اللہ کے نبی کو بشر کہا۔ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نبی کو بشر کہنے کی ابتداء شیطان نے کی اور اللہ تعالیٰ کے نبی کو بشر کہنا شیطان کا طریقہ ہے۔

قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام کو بشر کہا

ما انت الا بشر مثلنا فأت باية ان كنت من الصادقين. قال هذه ناقة لها شرب ولكم شرب يوم معلوم

(الشعراء، پارہ 19، آیت 153 تا 155)

مشرکین قوم ثمود کا عقیدہ اور کلام

1- ما انت الا بشر مثلنا "تو ہماری مثل ہی بشر ہے۔"

2- تو کچھ نہیں کر سکتا اگر تو سچا ہے تو کوئی طاقت دکھاؤ۔

انہوں نے پہاڑ سے اونٹنی طلب کی تھی۔ آپ علیہ السلام نے دعا کی، پہاڑ سے اونٹنی پیدا ہو گئی۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ایک دن تمہارے کنویں کا پانی یہ پیئے گی، ایک دن تم پیو گے۔ انہوں نے تنگ آ کر ناقۃ اللہ کی بے حرمتی کی اور اس کی پچھلی ٹانگیں کاٹ دیں۔ اس خیال سے کہ ناقۃ اللہ کو تکلیف پہنچانے سے ہمارا کیا بگڑ سکتا ہے۔ تو حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا:

قال تمتعوا فی دارکم ثلاثة ایام ذالك وعدًا غیر مکذوب

تین دن اپنے گھروں میں عیش کر لو، پھر تمہیں عذابِ الٰہی نازل ہو گا۔

انہوں نے توبہ نہ کی تو

فاخذهم العذاب۔ ان کو عذاب نے تباہ کر دیا۔

کان لم یغنوفیها۔ اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود کا نام ونشان تک مٹا دیا۔

ناقۃ اللہ کو تکلیف دینے سے عذاب میں ماخوذ ہوئے اور ان کا نام ونشان نہ رہا۔ نبی اللہ کو تکلیف دینے سے تم خود فیصلہ کر لو کہ مستحق عذاب ہو گے یا نہیں اور تمہارا نام ونشان رہے گا یا نہیں اور اس آیتِ کریمہ سے قومِ ثمود کے دو جرم ثابت ہوئے کہ (بشر مثلنا) کہنا یہ طریقہ کفار قوم ثمود کا ہے جو انہوں نے اپنے نبی اللہ حضرت صالح علیہ السلام کو کہا اور دوسرا جرم ان کا یہ تھا کہ انہوں نے نبی اللہ کو یہ سمجھا کہ نبی اللہ کچھ نہیں کر سکتا اور سابقہ آیتِ قرآنی سے بھی ان کے دو جرم رب العزت نے بیان فرمائے۔ ایک یہ کہ انہوں نے نبی اللہ کو بشر کہا اور دوسرا یہ کہ نبی اللہ کی غلامی کو عار سمجھا۔ وہاں بشر کہہ کر غلامی سے انکار کیا اور یہاں بشر کہہ کر غلامی اور طاقتِ نبی اللہ کا انکار کیا تو بعد ازیں ان پر جس عذاب کا نزول ہوا وہ بھی فیصلہ قرآنی تمہارے سامنے موجود ہے۔

قارئین کرام!

اب آپ خود فیصلہ کریں کہ قومِ ثمود کا کیا طریقہ رہا اور کیا عقیدہ رہا اور آج کل کے گستاخِ رسول کا کیا عقیدہ اور طریقہ ہے۔ ان کا سب کچھ قومِ ثمود کے ساتھ ملتا جلتا ہے لہٰذا یہ لوگ زمانہ حال کے سب سے بڑے گستاخِ رسول اور منافق ہیں۔

قوم ہود نے حضرت ہود علیہ السلام کو اپنے جیسا بشر کہا اور ان کا انجام

حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو توحید خالص کا پیغام دیا اور لوگوں کو بت پرستش یعنی بتوں کی پوجا کرنے اور بتوں کو اپنا معبود ماننے سے روکا اور صرف ایک اللہ

واحدۃ کی عبادت کرنے کی نصیحت فرمائی تو ان کی قوم کے کافروں نے قوم کے لوگوں کو حضرت نوح علیہ السلام کی بات تسلیم کرنے سے روکنے کے لیے قوم کو مخاطب کر کے کہا کہ ان کی بات مت مانو یہ تمہاری طرح بشر ہیں، تمہاری طرح کھاتے پیتے ہیں۔علاوہ ازیں قومِ نوح اور قومِ عاد کے کافروں نے بھی اپنے اپنے نبی کے متعلق یہی بات کہی تھی جس کا تذکرہ قرآن مجید میں ہے:

ما هٰذا الا بشرٌ مثلكم ياكل مما تاكلون منه ويشرب مما تشربون، ولئن اطعتم بشراً مثلكم انكم اذاً الخسرون.

(پارہ 11، المومنون، آیت 33 تا 34)

کہ یہ تو نہیں مگر تم جیسا بشر جو تم کھاتے ہو اسی میں سے کھاتا ہے اور جو تم پیتے ہو اسی میں سے پیتا ہے اور اگر تم کسی اپنے جیسے آدمی کی اطاعت کرو، جب تو تم ضرور گھاٹے میں ہو۔

مندرجہ بالا آیت میں قومِ نوح، قومِ ہود اور قومِ عاد کے کفار کا مقولہ بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے اپنے اپنے نبی کی شان وعظمت گھٹانے کے لیے اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہا کہ یہ نبی تم جیسے ہی بشر ہیں اور جو تم کھاتے پیتے ہو یہ بھی وہی کھاتے پیتے ہیں اور اگر تم نے اپنے ہی جیسے بشر کی فرمانبرداری کی تو تم ضرور گھاٹے یعنی نقصان میں ہو۔حاصل کلام یہ ہے کہ قومِ نوح، قومِ ہود اور قومِ عاد کے کافروں نے (بشر) ہونے کا سبب اور بہانہ جتا کر اپنی قوم کو انبیائے کرام کے خلاف ورغلانے اور اکسانے کی کوشش کی اور قوم کو دھمکی بھی دی کہ اگر تم نے اپنے جیسے بشر کی اطاعت کی تو تم کو بہت بڑا نقصان اٹھانا پڑے گا۔

قارئین کرام! اس آیت سے ثابت ہوا کہ قومِ نوح، قومِ ہود، قومِ عاد کے کافروں نے بھی اپنے نبی کو بشر کہا اور اپنے جیسا مانا اور ان کے انسان ہونے، کھانے پینے

اور بتقاضائے بشری کے افعال کو دلیل بنا کر ان کو اپنے جیسا بشر ثابت کرنے کی سعی ناکام کی تھی۔معلوم ہوا کہ جو مومن نہیں ہوتا وہی اپنے نبی کو اپنے جیسا بشر کہنے کی گستاخی کرتا ہے اور بشر ہونے کا بہانہ پیش کر کے نبی کا تقرب الی اللہ، نبی کا تصرف من اللہ، نبی کی وجاہت عنداللہ اور نبی کے اختیارات من جانب اللہ کا انکار کرنے کی کوشش کر کے تنقیص وتوہین انبیائے کرام کے ارتکاب کا جرمِ عظیم کرتا ہے لیکن جو سچا مومن ہوتا ہے وہ ان گستاخوں کی توہین آمیز گفتگو کا قطعاً اثر نہیں لیتا بلکہ ان کی دھمکیوں کو بھی خاطر میں نہیں لاتا اور نبی کی عظمت وصداقت کا صدقِ دل سے قائل ہوتا ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نے بشر کہا

وما انت الا بشر مثلنا وان نظنك لمن الكاذبين فاسقطهُ علينا كسفًا من السمآء ان كنت من الصادقين.

(الشعراء10، 19/10)

نہیں ہے تو مگر بشر ہماری مثل اور ہم تجھے جھوٹ بولنے والوں سے گمان کرتے ہیں تو ہم پر آسمان سے کوئی ٹکڑا گرا دے اگر تو سچوں سے ہے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے کفار قومِ شعیب علیہ السلام کے اقوال کفریہ کو نقل فرمایا۔

☆ما انت الا بشر ء مثلنا: تو ہماری مثل بشر ہے۔

☆وان نظنك لمن الكاذبين: ہمارا خیال ہے کہ تو جھوٹ بھی بول لیتا ہے۔

☆ تو کچھ نہیں کر سکتا، نہ کچھ بگاڑ سکتا ہے نہ سنوار سکتا ہے۔اگر تیری کچھ طاقت ہے تو

فاسقط علينا كسفا من السمآء: ہم پر کوئی آسمان سے ٹکڑا گرا دے۔

مکذبینِ حضرت شعیب علیہ السلام تین جرموں کے مرتکب ہوئے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کے منکرین نے حضرت شعیب علیہ السلام کی پہلی گستاخی بشر مثلنا کہہ کر کی، دوسرے نبی اللہ پر کذب کا بہتان لگایا، تیسرا نبی اللہ کو کمزور سمجھا اور ان کی طاقت کا مظاہرہ طلب کیا۔

قارئین کرام! اب تم فیصلہ کرلو کہ یہ قول کفار کا ہے یا مومنین کا۔ اگر قومِ شعیب علیہ السلام کے کفار نے بشر مثلنا کہا اور لمن الکاذبین کہا اور فاسقط علینا کسفاً کہا تو سزا اور عذاب الٰہی میں گرفتار ہوئے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

فاخذھم عذاب یوم الظلة

تو ان کفار بشر مثلنا کہنے والوں کو سائے کے دن والے عذاب نے گرفتار کر لیا۔

اب تم سوچو کہ اگر تم بشر مثلنا کہو گے تو تمہیں اس قول کفار کا کیا بدلہ ملے گا؟

فرعون اور فرعونیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے جیسا بشر کہا

کافروں، مشرکوں، منافقوں اور مرتدوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کو اپنے جیسا بشر کہنے کا سلسلہ ہر دور میں جاری رکھا۔ انبیائے کرام کی رشد وہدایت پر مشتمل باتوں اور ان کے اظہر من الشمس معجزات کا جب ان سے کوئی جواب نہ بن پڑا تب انہوں نے دلیل کے میدان سے راہ فرار اختیار کر کے ذاتیات پر حملہ کرنے کا طریقہ اختیار کیا۔ انبیائے کرام کی مذہبی، سماجی، ثروتی، اقتصادی، روایاتی، ازدواجی، معاشرتی، اخلاقی بلکہ ذاتی اور نجی زندگی کے ہر پہلو کو ٹٹولا کہ شاید کوئی ایسی بات مل جائے کہ جس کو تختہ مشق بنا کر ان کے دامنِ عصمت پر کیچڑ اچھالا جائے لیکن ان کو ناکامی اور مایوسی کیسوا کچھ حاصل نہ ہوا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان نفوسِ قدسیہ کو ''معصوم ومحفوظ'' بنا کر مبعوث فرمایا تھا جن سے کسی قسم کے گناہ، بدتہذیبی، یا باعث تنفر کسی فعل کے صدور کا

امکان ہی نہ تھا بلکہ وہ تمام حضرات علم وعمل، حلم وحکمت، رشد وہدایت، نیکی وبھلائی، تواضع وانکساری، ہمدردی وغمگساری، تقویٰ وپرہیزگاری، صبر وبردباری، جود وسخا، ہر اعتبار سے اخلاقی محاسن کے پیکر جمیل تھے۔ ان کے خلاف آواز اٹھانے اور لوگوں کو ان سے منحرف کرنے کے لیے ایسی کوئی بات دستیاب نہ ہوئی جس کو پیش کر کے ان کے خلاف نفرت پھیلانے کی مہم چلائی جائے البتہ لے دے کر ان کے پاس صرف ایک ٹوٹا پھوٹا ہتھیار باقی تھا اور وہ بشریت کا ہتھیار تھا۔ انبیائے کرام علیہم السلام کے خلاف ہر دور کے کافروں نے بشر ہونے کا رونا رو کر اپنا سینہ پیٹا ہے۔ زمانۂ ماضی کے کفار کے نقش قدم پر چل کر فرعون لعین نے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے خلاف بھی بشر ہونے کا معاملہ اٹھایا تھا۔

حضرت موسیٰ وحضرت ہارون علیہما السلام نے قوم بنی اسرائیل کو اللہ کے دین کی طرف بلایا اور فرعون اور اس کے درباریوں کو دعوتِ حق دی تو فرعون اور اس کے ہم نواؤں نے جو جواب دیا اس کا بیان قرآن مجید میں اس طرح ہے:

ثم ارسلنا موسیٰ واخاہ ھٰرون بآیٰتنا وسلطٰن مبین ○ الیٰ فرعون وملائه فاستکبروا وکانوا قوماً عالین ○ فقالوا انؤمن لبشرین مثلنا۔ (پارہ 18، سورۃ المومنون، آیت 45 تا 47)

ترجمہ: پھر ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی ہارون کو اپنی آیتوں اور روشن سندوں کے ساتھ بھیجا، فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف، تو انہوں نے غرور کیا اور وہ لوگ غلبہ پائے ہوئے تھے، تو بولے کیا ہم ایمان لے آئیں اپنے جیسے دو آدمیوں پر۔

قارئین کرام! معلوم ہوا کہ آج کل کے جو منافقین ہیں ان بے چاروں کا قصور نہیں ہے بلکہ ان کے دادا حضرات نے بھی اس طرح بشر کہا تو یہ بھی بے چارے بشر

کہہ رہے ہیں تو کیا ہوا یہ بھی تو اپنے دادا حضرات کی پیروی کر رہے ہیں تو ان کے نقش زخم پر چل رہے ہیں اور قیامت میں بھی ان کے ساتھ رہیں گی۔

ابوجہل اوراس کے ساتھیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر کہا

اقترب للناس حسابهم وهم في غفلة معرضون ما ياتيهم من ذكر من ربهم محدث الا استمعوه وهم يلعبون لاهية قلوبهم واسروا لنجوىٰ الذين ظلموا هل هذا الا بشرٌ مثلكم افتاتون السحر وانتم تبصرون ط

ترجمہ: لوگوں کے لئے ان کا حساب قریب آ گیا اور وہ غفلت میں اعراض کرنے والے ہیں۔ ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس کوئی ذکر بھی نہیں آیا۔ مگر انہوں نے اسے سنا اور وہ مذاق کرتے ہیں ان کے دل غافل ہیں اور ظالمین پوشیدہ پوشیدہ سرگوشی کرتے ہیں کہ نہیں ہے یہ مگر تمہاری مثل بشر۔ کیا پس تم جادو پر آتے ہو حالانکہ تم صاف بصیرت پر ہو۔ (الانبیاء: 17/1)

یہ آیت ابوجہل اور اس کے ساتھیوں کے حق میں نازل ہوئی۔ جب ان کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید پڑھا تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی کہ یہ تمہاری مثل بشر ہے اور قرآن کریم کو جادو کہا۔ تو رب العزت نے یہ آیت نازل فرمائی اور کفار مکہ ابوجہل وغیرہ کو ڈرایا اور اس کا پورا بیان لکھ دیا کہ بشر ء مثلکم کہنے والے آدمی ظالم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بے خبر ہیں اور قرآن کریم سے بھی بے خبر ہیں۔ اس آیتِ کریمہ میں خداوند کریم نے ابوجہل کے اقوال واعمال کا کچھ واقعہ بیان فرمایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ابوجہل کا حساب خراب ہونے کی وجہ سے اسکو قیامت کا حساب یاد دلا کر واقعہ بیان فرمایا۔

☆ ان لوگوں کا حساب قریب ہے یعنی ابوجہل وغیرہ کا اور اسناد یا کہ "بشر مثلکم" کہنے والوں اور قرآن کریم کو جادو کہنے والوں سے دونوں باتوں کا حساب لیا جائے گا۔ ان کلمات وخطاب سے باز آ جاؤ۔

☆ ایسے لوگ غافل اور بے خبر ہیں۔

☆ جب ان لوگوں کے پاس شانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر رب کریم فرماتا ہے تو کفارِ مکہ خصوصاً ابوجہل سن کر مذاق کرتا ہے کہ یہ نئی بدعت ہے۔

☆ بشر کہنے والے آدمیوں کا حساب قریب ہے۔ ان سے اس بات کا بدلہ ضرور لیا جائے گا۔ انا من المجرمين منتقمون ط

☆ بشر کہنے والے آدمی غافل ہیں۔

☆ بشر کہنے والے آدمی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم سے روگرداں ہیں۔

☆ بشر مثلکم کہنے والوں کو جب کبھی اللہ تعالیٰ کا کلام ان کے پاس پہنچا تو انہوں نے سنا اور انکار کر کے مذاق اڑایا۔

☆ بشر مثلکم کہنے والے لوگ بشر مثلکم اور سحر کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم سے مذاق کرتے ہیں۔

☆ بشر مثلکم کہنے والے لوگوں کے دل بھی اندھے ہیں۔

☆ بشر مثلکم کہنے والے لوگ ظالم ہیں۔

☆ پوشیدہ پوشیدہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر مثلکم کہتے ہیں۔

☆ بشر مثلکم کہنے والے صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی توہین نہیں کرتے بلکہ قرآن پاک کو بھی جادو کہتے ہیں۔

☆ بشر مثلکم کہنے والے لوگ خود صاحب بصیرت ہونے کا دعویٰ

کرتے ہیں۔

تلك عشرة كاملة

کفارِ مکہ ابوجہل وغیرہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی مثل بشر کہا اور قرآن کریم کو جادو کہا۔ ان دو جرموں پر وحدہٗ لاشریک نے اپنی بے نیازی کا ثبوت دے کر ان پر دس دفعات لگا کر جرائم پیشہ ثابت فرمایا۔

جب رب العزت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برادری کے رؤسا اپنی مثل بشر کہنے والوں پر دس دفعات کا جرم ثابت فرمایا ہے تو جو صرف امتی کہنے کا حق یا کہلوانے کا حق بھی نہیں رکھتے تو ان کا کیا اور کیسا حشر ہوگا۔ آپ خود ہی فیصلہ کر لیں کہ ان کا کن کے ساتھ حشر ہوگا اور کس انجام کے ساتھ حشر ہوگا۔

ولید بن مغیرہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا بشر کہا

ان هذا الا قول البشر ساصليه سقر ط وما ادرك ما سقر لا تبقى ولا تذر لواحة للبشر ط (مدثر:29/1)

یہ اور کچھ نہیں مگر بشر کا قول ہے اور آپ کو کس نے خبر دی کہ سقر کیا ہے؟ دوزخ نہ باقی رکھتی ہے اور نہ چھوڑتی ہے چمڑے کو جھلسانے والی ہے۔

بشر کے معنیٰ عربی زبان میں چمڑے کے ہیں۔ رب العزت نے اس آیتِ کریمہ میں ولید بن مغیرہ کو اپنا آخری فیصلہ دنیا میں سنا دیا کہ تو نے میرے کلام قرآن پاک کا انکار کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول کہا ہے اور میرے پیارے مصطفیٰ، نبی اللہ، نور اللہ کو بشر کہا ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ اس لیے تیرے بشر کو ہی یعنی چمڑے کو ہی دوزخ کی آگ سے جھلساؤں گا۔ یہ فیصلہ خداوندی ابھی سے ہو گیا ہے۔ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر کہنے والو! تم بھی اس عذاب الٰہی سے ڈرو اور بشر کہہ کر اپنے چمڑے نہ جھلساؤ۔

مذکورہ بالا آیاتِ قرآنیہ سے ثابت ہوا کہ سب سے پہلے جھگڑا نبی اللہ کو بشر کہنے کا ابلیس نے ڈالا اور وہ اسی سے اس کی سزا بھگت رہا ہے اور قیامت تک بھگتتا رہے گا اور پھر ابدی ناری ہی رہے گا۔ پھر بعد ازاں دوسری اور تیسری آیتوں سے ثابت ہوا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے کفار نے حضرت نوح علیہ السلام کو اپنے جیسا بشر کہا اور ان کی عزت و مراتب کا انکار کیا تو رب کریم نے طوفان سے ان کو تباہ کر دیا اور بشر کہنے والوں کا نام و نشان مٹا دیا اور قرآن مجید سے یہ بھی ثابت نہیں ہوا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے متبعین یعنی (اتباع کرنے والے) بھی حضرت نوح علیہ السلام کو اپنے جیسا بشر کہتے تھے۔ بعد ازاں سورہ مومنون کی آیت میں رب العزت نے فرمایا کہ قومِ عاد نے ہود علیہ السلام کو اپنے جیسا بشر کہنا شروع کر دیا اور کہا کہ یہ بشریت میں حضرت ہود ہمارے جیسے ہی تو ہیں، ہماری طرح کھاتے ہیں، ہماری طرح پیتے ہیں، غلامِ ہود کہلانا ہماری ذلت ہے۔ تو رب العزت نے ان کو بھی ٹھنڈی اور تیز ہوا سے آہستہ آہستہ سات راتوں اور آٹھ دنوں میں تباہ کر دیا۔ حضرت ہود علیہ السلام کو اپنے جیسا بشر کہنے والوں کا نام و نشان مٹا دیا گیا۔

بعد ازاں رب کریم نے ارشاد فرمایا کہ قومِ ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام کو اپنے جیسا بشر کہنا شروع کر دیا اور صالح علیہ السلام کی طاقتِ نبوت کا انکار بھی کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت صالح علیہ السلام نے ان گستاخوں کو اپنی طاقتِ نبوت سے دعا کر کے پتھر سے زندہ اونٹنی ظاہر کر کے دکھا دی یعنی غیر ممکن کو ممکن کر کے دکھا دیا پھر بھی انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کی عزت و طاقت کو تسلیم نہ کیا اور آپ کو اپنے جیسا بشر ہی کہتے رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق

كان لم يغنوا فيها فرمایا۔

ان کا ایسا نام و نشان مٹا دیا کہ ان کے مقامات کو دیکھ کر یہ ثابت ہی نہیں

ہوتا تھا کہ یہاں کوئی آبادی رہی یا نہیں۔

پھر رب العزت نے حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کفار کا ذکر فرمایا کہ شعیب علیہ السلام کو اپنی مثل بشر کہنے والے اس زمانے کے کفار پھر ظاہر ہو گئے اور انہوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کو اپنی مثل بشر کہنا شروع کر دیا تو رب العزت نے ان کو اپنی مثل بشر کہنے والے مکذبین کا آسمان سے بادل کا عذاب نازل فرما کر نام ونشان مٹا دیا۔ پھر رب العزت نے فرمایا کہ بعد ازاں موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں فرعون اور اس کی اتباع کرنے والوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دریا پردہ کرا دیا اور اپنی مثل بشر کہنے والوں کا نام ونشان مٹا دیا۔

بعد ازاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آپ کے مکذبین نے اپنے جیسا بشر کہنا شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بندر اور خنزیر بنا دیا۔ اور ان کا نام ونشان مٹا دیا کہ بعد میں میرے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد ہے کہیں ان کا عمل اس قدیمی طریقے پر شروع نہ ہو جائے۔ چنانچہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں آپ کو ابوجہل اور ولید بن مغیرہ وغیرہ نے اپنی مثل بشر کہنا شروع کر دیا اور خداوند کریم نے یہ کسی آیت میں نہیں فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے صحابہ کرام بھی بشر کہہ کر پکارتے تھے اور یہ بھی کسی آیت سے ثابت نہیں کہ رب العزت نے ابوجہل اور ولید بن مغیرہ بشر کہنے والوں کو شاباش دی ہو بلکہ جہنم کی خوشخبری دی اور فرمایا:

ما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم

حضور آپ کی موجودگی میں ان کو کوئی سزا نہیں دیتا اور آپ کے بشر کہنے والوں کو سزا نہ دینا، یہ ان کی بہادری نہیں، بلکہ حضور آپ کی برکت سے ان کو میں کچھ نہیں کہتا۔

فاما نذھبن بک فانا منھم منتقمون

جب ہم آپ کو لے جائیں گے تو ان سے ایک ایک کر کے بدلے لوں گا۔

ان تمام آیات مذکورہ بالا سے یہ ثابت ہو گیا کہ ابلیس سے لے کر ابوجہل وغیرہ تک کفار ہی نبی اللہ کو اپنی مثل بشر کہہ کر خطاب کرتے رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنی مثل بشر کہنے والوں کو کہیں مبارک بھی نہیں دی بلکہ عذاب سے ہی تباہ کیا یا عذاب کی خوشخبری دی اور بشر کا خطاب اچھا ہوتا تو رب کریم قرآن کریم میں کفار کی اصطلاح کیوں بیان فرمایا۔ کسی آیت میں یہ بھی فرما دیتا کہ مومنین بھی اپنے نبی کو بشر کہتے رہے۔

پھر رب العزت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نور اللہ سے خطاب فرمایا۔ اگر یہ بشر کا خطاب بہتر ہوتا تو کہیں یا ایھا البشر سے بھی خطاب فرماتا۔

ہم امتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم رب العزت کے فرمان کو تسلیم کرتے ہوئے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور اللہ ہونے پر ایمان لے آئے اور اپنی مثل بشر کہنا سنت ابلیسی وطریقہ فرعونی وطریقہ ابوجہلی وولیدی وطریقہ تمام کفار رب کریم سے سن کر اور سمجھ کر ترک کر دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر کہنے والے خود ہی جال میں پھنستے ہیں

دورِ حاضر کے گستاخِ رسول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا بشر کہتے ہیں اور اپنے اس باطل نظریے کے ثبوت میں

قل انما انا بشر مثلکم کی دلیل دیتے ہیں۔

اور وہ گستاخ رسول بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں توہین وبے ادبی کرنے کی غرض سے زمانہ ماضی کے کفار ومشرکین اور منافقین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا بشر کہتے ہیں۔

اپنے باطل عقیدے کو مناسب ٹھہرانے کے لئے قرآن مجید کی آیت کا ناجائز

طریقے سے استعمال کرتے ہیں، بھولے بھالے عوام الناس کو مغالطہ دینے کے لیے اور اپنی صفائی پیش کرنے کے لیے آیت کا لفظی ترجمہ اس طرح کرتے ہیں کہ

☆قل: کہہ دو☆انا: میں☆ بشر: آدمی☆ مثلکم: تمہارے جیسا

یعنی کہہ دو میں آدمی ہوں تمہارے جیسا۔

اس طرح قرآن پاک کا ترجمہ کر کے کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم اپنی طرف سے (اپنے جیسا بشر) نہیں کہتے بلکہ جو قرآن مجید نے کہا ہے، ہم تو وہی کہتے ہیں۔ منافقوں کے اس مکر وفریب کے جال میں بہت سے لوگ پھنس جاتے ہیں اور گمراہی کی راہ پر چل پڑتے ہیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ آیت آیاتِ متشابہات میں شمار ہوتی ہے لہٰذا اس کے ظاہری ولفظی معنوں کو دلیل بنا کر بطور ثبوت پیش نہیں کر سکتے۔ جس کی تفصیلی وضاحت میں ہم نے اوراقِ سابقہ میں کردی ہے۔ منافقین زمانہ کے جہلاء مبلغین میں سے اکثر وبیشتر کو یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ آیاتِ متشابہات کن آیات کو کہتے ہیں لہٰذا وہ ہمیشہ علمی بحث سے گریز ہی کرتے ہیں۔ قرآن مجید کی آیت کے ظاہری لفظی معنیٰ پیش کر کے منافقین زمانہ کو مات دینے کے لیے ذیل میں چند مثالیں پیش خدمت ہیں جن سے منافقین خود بخود اس بات کو تسلیم کریں گے کہ وہ جھوٹے ہیں۔

☆عام طور پر مسلمان کو (مومن) کہا جاتا ہے، مومن کی جمع مومنین ہے۔ قرآن مجید میں مسلمان کو (مومن) اور مسلمانوں کو مومنین کہا گیا ہے۔ مومن کا لفظ مسلمان کے معنیٰ میں رائج ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ میں مومن ہوں تو اس سے یہ مراد لی جائے گی کہ میں مسلمان ہوں۔ عوام وخواص لفظ مومن کو مسلمان کے معنیٰ اور مطلب میں استعمال کرتے ہوئے بولتے ہیں مثلاً پیارے مومن بھائیو یا معزز مومن بھائیوں کو معلوم ہو، وغیرہ۔ الغرض مسلمان کو قرآنی اصطلاح میں اور عام اصطلاح میں بھی مومن

کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید کی متعدد آیات میں مسلمانوں کو مومن کہا گیا ہے۔ میں صرف ایک آیت کو بیان کرتا ہوں۔

ولعبد مؤمن خیرٌ من مشرك (پارہ2،سورۃ البقرۃ،آیت 221)

ترجمہ: اور بے شک مسلمان غلام مشرک سے اچھا ہے۔

فائدہ: اس آیت میں مسلمان کو مومن کہا گیا ہے۔

☆انما المؤمنون اخوة (پارہ26،سورۃ الحجرات،آیت10)

ترجمہ: مسلمان مسلمان بھائی ہیں۔

فائدہ: یعنی مومن سب آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

اب ہم منافقین زمانہ سے سوال کرتے ہیں کہ

سورۃ البقرہ میں مسلمان کو مومن کہا گیا ہے، سورۃ الحشر میں اللہ تعالیٰ کو مومن کہا گیا ہے اور سورۃ الحجرات میں ایسا فرمایا گیا ہے کہ تمام مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں تو جس طرح تم قرآن مجید کی سورۃ الکہف اور سورہ حم سجدہ کی آیت انما انا بشر مثلکم کے ظاہری لفظی معنیٰ اخذ کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا بشر کہتے ہو اسی طرح سورۃ البقرہ، سورۃ الحشر اور سورۃ الحجرات کی مندرجہ بالا تینوں آیات کے ظاہری لفظی معنیٰ کی بنا پر اللہ تعالیٰ کو اپنا بھائی کہو گے۔ کیا ان آیات کے ظاہری لفظی معنیٰ کی بنا پر اللہ تعالیٰ کو اپنا بھائی کہنا درست ہے۔ کیا ان آیات کے ظاہری لفظی معنوں کی بنا پر اگر کسی نے اللہ تعالیٰ کو اپنا بھائی کہا تو اس نے شانِ خداوندی میں بے ادبی وگستاخی کی ہے یا نہیں؟ ایسا کہنے والا ایمان کے دائرے سے خارج ہو جائے گا یا نہیں۔

قارئین! میں نے جو مثالیں پیش کی ہیں ان سے آپ کو واضح سمجھ لینا چاہیے کہ یہ لوگ آیات کا کس طرح معنیٰ تبدیل کرتے ہیں اور ان آیات کا کس طرح انکار کرتے ہیں جن کے اندر مشابہت ہوتی ہے اور جو لفظ مومن والی مثال پیش کی ہے اس

میں جب نسبت الی المسلم ہو تو اس کے معنیٰ ایماندار ہوں گے یا ایمان لانے والے کے ہوں گے اور جب لفظ مومن کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کے معنیٰ ہوں گے: امان بخشنے والا، امان دینے والا۔

دلیل نمبر 2:

اللہ تعالیٰ کا نام ایک صفاتی ہے: رب

رب کے معنیٰ ہوتے ہیں پالنے والا، پرورش کرنے والا، پروردگار، مالک، وغیرہ۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی اس صفت کا کثرت سے ذکر ہے۔

☆ الحمدللہ رب العلمین (سورۃ فاتحہ، آیت 1)

سب خوبیاں اللہ کو جو مالک سارے جہان والوں کا۔

☆ رب المشرقین ورب المغربین (پارہ 27، سورہ رحمٰن، آیت 17)

دونوں پورب کا رب اور دونوں پچھم کا رب۔

☆ وقال نوح رب (پارہ 27، سورہ نوح، آیت 26)

اور نوح نے عرض کی اے میرے رب۔

☆ وقال رب شرح لی صدری (پارہ 16، سورہ طٰہٰ، آیت 25)

عرض کی اے میرے رب میرے لیے میرا سینہ کھول دے۔

اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام کی حیثیت سے اور اللہ تعالیٰ کی صفت کے طور پر قرآن مجید میں (رب) کا لفظ وارد ہے۔ اسی طرح ماں باپ کو بھی قرآن میں (رب) کہا گیا ہے۔

☆ وقل رب ارحمهما کما ربیانی صغیرا

(پارہ 15، سورہ بنی اسرائیل، آیت 24)

اے میرے رب تو ان دونوں پر رحم کر جیسا کہ ان دونوں نے مجھے بچپن میں پالا۔

اس آیت میں ماں باپ کے لیے رب کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

اب ہم گستاخانِ رسول سے سوال کرتے ہیں کہ

قرآن مجید کی آیتِ مقدسہ (قل انما انا بشر مثلکم) کے ظاہری لفظی معنیٰ کی بنا پر تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا بشر کہتے ہو تو کیا بنی اسرائیل کی مندرجہ بالا آیت کی بنا پر اپنے والد کو (ربی) یعنی میرا رب کہہ سکتے ہو؟ کیا اپنے ماں باپ کے لیے مطلق رب کا لفظ استعمال کر سکتے ہیں جس معنیٰ میں اللہ تعالیٰ کو رب کہتے ہیں۔ اسی معنیٰ میں ماں باپ کو (رب) کہتے ہیں یا کہہ سکتے ہیں؟ اور اگر کسی سے پوچھا جائے تیرا رب کون ہے؟ اور وہ یہ جواب دے کہ میرا رب میرا باپ ہے اور وہ اپنے باپ کو اپنا رب ثابت کرنے کے لیے قرآن مجید کی سورہ بنی اسرائیل کی مذکورہ بالا آیت کو بطور دلیل پیش کر کرے تو کیا اس کی دلیل مان لی جائے گی؟ اگر ہاں میں جواب ہو تو سوال ہے کہ کیوں مانی جائے گی؟ اور نا میں جواب دے تو یہ بتائیں کیوں نہیں مانی جائے گی؟ تمام سوالات کے جوابات قرآن وحدیث کے دلائل سے پیش کریں۔

قارئین!

اس آیت میں ماں باپ کو رب کہا گیا ہے لیکن مجازاً کہا گیا ہے کیونکہ رب لفظ کے لغوی معنیٰ ہیں پالنے والا یا پرورش کرنے والا چونکہ ماں باپ اپنی اولاد کو پالتے ہیں اور اس کی پرورش کرتے ہیں اس معنیٰ میں ماں باپ کو رب کہا گیا ہے یعنی پالنے والا، پرورش کرنے والا اور یہ معنیٰ مجاز پر محمول ہے۔ پوری کائنات کو اللہ تعالیٰ پالتا ہے اس حقیقت کی بنا پر اللہ تعالیٰ رب ہے اور یہ معنیٰ حقیقی پر محمول ہے۔ اللہ تعالیٰ ذاتی اور حقیقی رب یعنی پالنے والا ہے اور رب حقیقی کی عطا سے ماں باپ مجازی اور عطائی رب یعنی پرورش کرنے والے ہیں۔ حقیقت ومجاز اور ذاتی وعطائی کا فرق کرنے سے آیت کا مفہوم، مطلب اور مراد اچھی طرح سمجھ میں آجائے گی۔

دلیل نمبر 3

اللہ تعالیٰ کے بے شمار صفاتی ناموں سے دو نام 1۔ سمیع: سننے والا اور 2۔ بصیر: یعنی دیکھنے والا بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ان دو صفاتی ناموں کا قرآن مجید کی متعدد آیات میں ذکر ہے۔ مثلاً

☆ **ان اللہ سمیع بصیر** (پارہ28، سورۃ المجادلہ، آیت نمبر1)

بے شک اللہ تعالیٰ سنتا دیکھتا ہے۔

☆ **انک انت السمیع العلیم** (پارہ3، سورۃ آل عمران، آیت35)

بے شک تو ہی سنتا جانتا ہے۔

☆ **انک کنت بنا بصیراً** (پارہ16، سورۃ طٰہٰ، آیت35)

بے شک تو ہمیں دیکھ رہا ہے۔

مندرجہ بالا آیاتِ مقدسہ میں اللہ تعالیٰ کے دو صفاتی نام سمع اور بصیر مذکور ہوئے۔ ان آیات میں (سننے والا) کے معنیٰ میں لفظ (سمیع) کا اور دیکھنے والا کے معنیٰ میں لفظ بصیر کا استعمال کیا گیا ہے لیکن ان دونوں صفات سے عام انسان کو بھی قرآن میں متصف کیا گیا ہے جیسا کہ

☆ **انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاجٍ نبتلیہ فجعلنٰہ سمیعاً بصیراً** (پارہ29، سورۃ الدھر، آیت2)

بے شک ہم نے آدمی کو پیدا کیا ملی ہوئی منی سے کہ وہ اسے جانچیں تو اسے سنتا دیکھتا کر دیا۔

سورۃ الدھر کی اس آیت میں سنتا اور دیکھتا کے معنیٰ میں عام انسان کو سمیع اور بصیر کہا گیا ہے۔ اب ہم گستاخانِ رسول سے سوال کرتے ہیں کہ

قرآن مجید کی متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ کی صفت سمیع اور بصیر بیان کی گئی ہے۔

سورۃ الدھر کی آیت نمبر 2 میں مطلق انسان کو بھی سمیع اور بصیر کہا گیا ہے لہٰذا جس طرح تم آیتِ مبارکہ: **قل انما انا بشر مثلکم** کے ظاہری لفظی معنیٰ کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمسری اور مساوات ثابت کرتے ہو، کیا سورۃ الدھر کی آیت نمبر 3 کی بنا پر بھی انسانی مطلق کے لیے اللہ تعالیٰ سے مساوات اور برابری ثابت کرو گے؟ اگر کوئی عقل کا اندھا تمہارے طریقے اور اصولوں پر چل کر سورۃ الدھر کی آیت نمبر 3 کے ظاہری لفظی معنیٰ کی بنا پر یہ کہے کہ انسان دیکھنے اور سننے کے معاملے میں اللہ تعالیٰ کی مثل ہے (معاذ اللہ) جیسا کہ تم کہتے ہو کہ **انما انا بشر مثلکم** کی بنا پر ہم بشر ہونے کے معاملے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ہیں تو جو شخص عام انسان کے دیکھنے اور سننے کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے مساوات اور برابری ثابت کرے تو اس کے لیے تم کیا شرعی حکم لگاؤ گے۔

☆ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کو سمیع اور بصیر کہا گیا ہے۔ اسی طرح عام انسان کو بھی سمیع اور بصیر کہا گیا ہے تو اللہ تعالیٰ کے سمیع اور بصیر ہونے میں اور عام انسان کے سمیع اور بصیر ہونے میں کیا فرق ہے؟

☆ اگر فرق ہے تو سورۃ الدھر کی آیت نمبر 2 کی کیا تاویل وتوضیح ہوگی؟ اگر سورۃ الدھر کی مذکورہ آیت کی تاویل کی جائے گی اور اللہ تعالیٰ کے سمیع اور بصیر ہونے میں انسان کی مساوات اور برابری ناممکن، محال اور خارج از امکان ثابت کی جائے گی تو پھر "**انما انا بشر مثلکم**" کی بھی تاویل کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بشر ہونے کے معاملے میں ہمسری اور برابری محال اور غیر ممکن ثابت کیوں نہیں کی جائے گی؟

☆ جب سورۃ الدھر کی آیت نمبر 2 کے ظاہری معنیٰ کو سند اور دلیل بنا کر سننے اور دیکھنے کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ انسان کی مساوات اور برابری ثابت نہیں کی

جاسکتی تو پھر کیا وجہ ہے کہ انا بشر مثلکم کے ظاہری لفظی معنیٰ کو دلیل بنا کر بشر ہونے کے معاملہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمسری اور برابری کا دعویٰ کرتے ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا بشر کیوں ثابت کرتے ہو۔

قارئین! توبہ فرمائیں کہ سورۃ الدھر میں انسان کو سمیع اور بصیر کہا گیا ہے وہ مجازاً کہا گیا ہے۔ اس آیت کو سند یا دلیل بنا کر قطعاً اللہ تعالیٰ کے ساتھ انسان کی مساوات ثابت نہیں کی جاسکتی۔ سورۃ الدھر کی مذکورہ آیات کی تاویل کرنا ضروری اور لازمی ہے اور حقیقت اور مجاز کا فرق کرنا اشد ضروری ہے یعنی اللہ تعالیٰ حقیقی سننے والا اور دیکھنے والا ہے اور اس کی عطا اور فضل وکرم سے انسان بھی سننے اور دیکھنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت سمیع اور بصیر اس کی مقدس ذات کی طرح ازلی، ابدی، دائمی، باقی، غیر فانی، حقیقی، قدیمی، غیر حادث، کامل واکمل ہے جبکہ انسان کی سماعت وبصارت غیر ازلی، غیر ابدی، غیر حقیقی، غیر دائمی اور مجازی ہے۔ اگر قرآن مجید کی آیات کے صرف ظاہری معنیٰ اور لفظی ترجمہ کو ہی آدمی لپٹا اور چپٹا رہے گا تو بجائے ہدایت کے گمراہی کی دلدل میں پھنس جائے گا لہٰذا قرآن مجید کی آیات کے اندازِ بیان حقیقت ومجاز کا فرق اور دیگر ضروری امور جو بالتفصیل اوراق سابقہ میں مذکور وبیان ہوئے ہیں ان کا التزام ضروری ہے۔ صحیح قرآن فہمی کے بغیر قرآن پاک کے بیان کے جوہر دکھانا ایمان کے لیے مہلک ہے۔ اگر ایمان اور محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ سے قرآن پاک پڑھا جائے گا تو نورِ ایمان کی ضیائیں حاصل ہوں گی اور اگر عداوتِ رسول کی فاسد نظر اور نقص جوئی کی قبیح نیت سے قرآن پڑھا جائے گا تو ایمان کا چراغ گُل ہوجائے گا اور گمراہی وبے دینی کی تاریکی ظلمت میں بھٹکتا رہے گا۔ بے شک قرآن مجید ہدایت ہے لیکن جو محبتِ رسول کی نگاہ سے قرآن پڑھتے ہیں ان کے لیے ہدایت ہے اور جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی اور نبی کی عداوت کی حاسد اور فاسد نظر سے قرآن

پڑھتے ہیں ان کو قرآن پاک سے ہرگز ہدایت نہیں مل سکتی بلکہ وہ گمراہی کا شکار ہو جاتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یضل بہ کثیرًا ویھدی بہ کثیرًا (پارہ 1، سورۃ البقرۃ، آیت 26)

تفسیر: یعنی قرآن پاک میں دی گئی مثالوں سے بہتوں کو گمراہ کرتا ہے جن کی عقلوں پر جہل نے غلبہ کیا ہے اور جنکی عادت مکابرہ وعناد ہے اور جو امرِ حق اور کھلی حکمت کے انکار ومخالفت کے خوگر ہیں اور باوجودیکہ یہ مثل نہایت ہی برمحل ہے پھر بھی انکار کرتے ہیں اور اس سے اللہ تعالیٰ بہتوں کو ہدایت فرماتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ جو غور اور تحقیق کے عادی ہیں اور انصاف کے خلاف بات نہیں کہتے وہ جانتے ہیں کہ حکمت یہی ہے کہ عظیم المرتبہ چیز کو تمثیل کسی قدر والی چیز سے دی جائے اور حقیر چیز کی تمثیل کسی ادنیٰ چیز سے دی جائے۔ (تفسیر خزائن العرفان، ص8)

الغرض! میرے کلام کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات مثلاً علیم، کریم، مومن، رؤف، رحیم، سمیع، بصیر، ناصر وغیرہ کا اطلاق کرنے کے باوجود بھی خالق اور مخلوق میں کسی قسم کی مساوات، ہمسری ثابت نہیں کی جاسکتی۔ ہمسری ثابت کرنا تو دور کی بات ہے ایسا گمان بھی نہیں کیا جاسکتا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ان صفات کا بندوں پر قرآن پاک میں ہی اطلاق کیا گیا ہے۔ اس کے باوجود بھی ہمسری اور برابری کا کوئی امکان بلکہ شائبہ بھی نہیں بلکہ حقیقت ومجاز اور ذاتی وعطائی کے فرق کے تحت ان آیات کی مناسب تاویل کی جائے گی۔ اسی طرح قل انما انا بشر مثلکم آیت کے ظاہری اور لفظی معنیٰ کی بنا پر یہ ہرگز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی ہمسری اور برابری کا دعویٰ نہیں کیا جاسکتا۔

قارئین! ان تمام قرآنی آیات کو دیکھ کر اور بغیر سمجھے دورِ حاضر کے گستاخِ رسول اصلی لفظ اور حصول معنیٰ کو چھوڑ دیتے ہیں اور لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے عوام الناس کو یہ آیات

دکھا کر گمراہ کرتے ہیں اور ان کا ایمان بھی برباد اور اپنا بھی ایمان برباد کرتے ہیں۔

قارئین کرام! اب میں ان اعتراضات کا جواب دوں گا جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کیے جاتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں۔

اعتراض:

آپ لوگ ہمیں کہتے ہو کہ تم بشر ہو اور ساتھ یہ کہتے ہو کہ کسی صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر نہیں کہا۔ ہم ثابت کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر کہا ہے جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

کان بشرًا من البشر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بشروں سے بشر تھے؟

جواب:

کفار انبیاء علیہم السلام کو بشر کہتے رہے تھے اور اپنی مثل ٹھہراتے رہے اور یہاں سے مراد یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو ویسے نور علیٰ نور تھے لیکن بشروں میں سے پیدا ہوئے تاکہ لوگ یہ گمان نہ کریں کہ یہ خدا ہے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بغیر باپ اور ماں کے آتے تو لوگ آپ علیہ السلام کو خدا کہتے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کا۔

باقی رہا تمہارا حدیث کو پیش کرنا تو پہلے کسی محدث سے قانون دریافت کرو کہ قرآن پاک کی آیتِ صریحہ کے مقابلے میں حدیث حجت بن سکتی ہے؟ پھر جس مسئلہ میں کئی آیات صریحی موجود ہوں ان کے مقابلے میں ایک خبر واحد کو پیش کرنا یہ اصول حدیث کے خلاف ہے۔

دوسرا جواب:

دوسرا جواب اس کا یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ہی حدیث ہے اس کے مقابلے میں۔ آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کے بیت الخلاء میں جاتی تو سوائے کستوری کی خوشبو کے کچھ نظر نہ آتا۔

(خصائص کبریٰ جلد نمبر 1 صفحہ 70)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلاشک آپ بیت الخلاء میں تشریف لاتے ہیں تو ہم کسی فضلہ کو نہیں دیکھتے سوائے اس کے کہ ہم کستوری کی خوشبو پاتے ہیں۔

اعتراض: تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر کیوں نہیں کہتے حالانکہ وہ بشر ہیں؟

جواب:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر کہنا ابلیس کا طریقہ ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں جہاں بھی کسی امتی نے بشر کہا تو کفار نے انبیاء علیہم السلام کو بشر کہا، کسی مومن نے نہیں کہا۔ اگر تمہارا عقیدہ کفار والا ہے جیسا کہ انہوں نے بشر کہہ کر جھٹلایا تو تم کافروں سے کم نہیں۔ اگر مومن والا عقیدہ ہے تو توبہ کرو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نور مانو اور کفار نے جو انبیاء کو بشر کہا ملاحظہ ہوے۔

ترجمہ: تو حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے کافروں نے کہا، نہیں دیکھتے ہم تجھے مگر ہماری مثل بشر اور نہیں دیکھتے ہم تیرے متبعین مگر جو ہم سے ذلیل ہیں کم عقل ہیں اور نہ ہی ہم پر تمہاری کوئی فضیلت ہے بلکہ ہم تمہیں جھوٹا گمان کرتے ہیں۔ (سورہ ہود 12/3)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ بشر کہنا کفار کا طریقہ ہے تو لہٰذا جو بھی بشر کہے گا انبیاء علیہم السلام میں سے کسی کو تو وہ کفار کے طریقے پر ہے۔ جب انبیاء علیہم السلام کی قید ہے تو جو افضل الانبیاء ہیں تمہارا ان کے بارے میں کیا گمان ہے، وہ تو نور علیٰ نور ہی ہیں۔

اعتراض: اللہ تعالیٰ نے انی خالق بشراً کیوں فرمایا؟ اس پر بھی فتویٰ لگاؤ گے؟

جواب:

تم خالق ہو؟ تم مخلوق کی سنت ادا کرو۔ ملائکہ نے بشر کہا؟ جب ملائکہ نے نہیں کہا ابلیس نے کہا تو ثابت ہوا کہ نبی اللہ کو بشر نہ کہنا یہ سنت ملائکہ اور بشر کہنا یہ طریقہ ابلیسی ہے۔ اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں باتیں ارشاد فرما دیں کہ خالق بشراً والی بھی اور ''نفخت فیہ من روحیْ'' والی بھی تا کہ جس کو جو پسند ہو قبول کر لے۔ ملائکہ (نفخت فیہ من روحی) دیکھ کر فدا ہو گئے تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے ان کو نور اللہ کی جھلک نصیب فرمائی اور ابلیس کی نظر خالق بشرا تک محدود رہی تو نور اللہ کے جمال سے محروم رہا۔ اب تمہاری پسند پر موقوف ہے۔ جس لفظ کو چاہو پسند کر لو جس حکم الٰہی کو ملائکہ نے نہیں دہرایا اسے ہم بھی دہرانے کے لیے تیار نہیں اور جس کے کہنے سے ابلیس کی تمام عمر کی خالص توحید ضائع ہو گئی ہم بھی وہ جملہ کہہ کر اپنی تمام عمر کے حسنات کو ضائع و برباد نہیں کرنا چاہتے۔ اگر نبی اللہ کو کہنے سے تمام حسنات سیئات ہو گئیں تو نبی الانبیاء علیہ السلام کو وہی جملہ کہہ کر اپنے حسنات کو سیئات کیسے بنا لیں، نہ ہم وہ جملہ کہنے کو تیار ہیں اور نہ ہی اس کے مطیع بنتے ہیں۔ ہم وہی جملہ کہنے کو تیار ہیں جو رب العزت نے ارشاد فرمایا:

قد جاء کم من اللہ نور

پس اس جملہ کو ہم رٹ کر قبر میں بھی یہی کہیں گے جب ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں گے کہ یا نور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہی تو ہماری جان ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لیے مرمر کر تو ہم یہاں پہنچے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لیے تو پیدا ہوئے اور مرے ہیں لہٰذا ہمیں بھی اپنے غلاموں میں شمار فرمائیے۔

قبر میں سرکار آئیں تو میں قدموں پر گروں
فرشتے بھی اٹھائیں تو میں ان سے یوں کہوں

اب تو پائے ناز سے اے فرشتو کیوں اٹھوں
مرمر کے پہنچا ہوں یہاں اس دلربار کے واسطے

اعتراض:

آپ کہتے ہو کہ نبی اللہ کو بشر نہ کہو جبکہ اللہ تعالیٰ نے بھی بشر کہا اور بشر کہنا اللہ تعالیٰ کی سنت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''انی خالق بشرًا من صلصالٍ من حمأٍ مسنون ط''

جواب:

پہلے تم اپنی غفلتوں کو درست کرو اور قرآن پاک کے بھی گستاخ نہ بنو اور کافروں کی طرح آیتوں کو بھی نہ چھپاؤ جیسا کہ پچھلی امتوں نے اپنے اپنے زمانے کے نبیوں کی کتابوں اور صحیفوں کے اندر ردوبدل کیا تھا لہٰذا اگلی آیت کو چھپاؤ مت، اسے پورا پڑھو اللہ تعالیٰ نے پھر آگے بھی ارشاد فرمایا کہ

فاذا سویتہٗ ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہ ساجدین ط

پھر جب میں اس کو برابر درست کر لوں اور اس میں اپنی روح کو پھونک دوں تو تم اے فرشتو اس کے سامنے سجدے میں گر جانا، خالق نے خالق بشر فرمایا اور مخلوق کو فقعوا لہ ساجدین کا حکم فرمایا۔ تم اگر خالق ہو تو خالق والی بات کہو اگر مخلوق ہو تو مخلوق کی سنت ادا کرو گے۔ آگے فرمایا: فسجدوا الا ابلیس سب ملائکہ نے سجدہ کیا، سجدے میں گر گئے، مقبول ہو گئے، ابلیس کی نظر بشریت پر پڑی، من روحی کو چھوڑ دیا، مردود ہو گیا، من روحی کو مدنظر نہ رکھا۔

اللہ تعالیٰ نے ابلیس لعین کو فرمایا:

قال یا ابلیس مالك الا تكون مع الساجدین ط

''اے ابلیس تجھے کیا ہوا تو نے سجدہ کرنے والوں کا ساتھ نہ دیا''

تو ابلیس نے جواب دیا:

قال لم اكن لاسجد لبشر خلقته من صلصالٍ من حما مسنون

میرے لیے یہ لائق نہیں کہ میں ایسے بشر کو سجدہ کروں جس کو تو نے بجھے ہوئے کیچڑ سے پیدا فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے اس پر ابلیس کو فرمایا:

فاخرج منها فانك رجیم وان علیك اللعنة الیٰ یوم الدین ط

پس ابلیس تو نکل جا جنت سے کیونکہ تو مردود ہو گیا ہے اور ضروری تجھ پر قیامت تک لعنت ہے۔

کیوں صاحب ثروت!

ابلیس نے بھی وہی الفاظ کہے تھے جو رب العزت نے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق فرمائے تھے۔ رب العزت نے بھی پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

انی خالق بشرًا من صلصال من حما مسنون

اور ابلیس نے بھی وہی جملہ خداوندی دہرایا کہ

لم اكن لاسجد بشر خلقته من صلصال من حماءٍ مسنون

☆ جب تمہارے نزدیک نبی اللہ کو بشر کہنا اللہ کی سنت ہے تو رب العزت کو تو چاہیے تھا کہ اس کو اس جواب سے انعام دیتا کہ تو نے میری سنت ادا کی ہے اور تو نے اپنے اللہ کے آگے شرک بھی نہیں کیا، تجھے جنت یا اس سے بڑھ کر انعام دیتا ہوں اور

نہ ہی یہ ابلیس کو جرأت ہوئی کہ کہتا یا اللہ جو تو نے آدم علیہ السلام کے متعلق کہا تھا میں نے بھی وہی جملہ استعمال کیا ہے یہ کوئی گستاخی کا کلمہ نہیں، اگر گستاخی کا کلمہ ہے تو تیرا بتایا ہوا ہے۔ ابلیس کو یہ جرأت نہ ہوئی۔ اب یہ تمہیں کہنے کی جرأت ہو رہی ہے کہ تم کہتے ہو کہ ہم سنت اللہ کہنے والے ہیں۔ یہ اپیل تو ابلیس کو کرنی چاہیے تھی نہ کہ تمہیں حالانکہ یہ جملہ جب ابلیس نے استعمال کیا تو رب العزت نے اس کو ایک جنت سے ملعون و مردود بنا کر نکال دیا تو ایسی بڑی جماعت جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے مثل بشر کہنے والی ہے جنت میں کیسے داخل فرمائے گا؟ دوسری بات ابلیس نے صرف ایک دفعہ نبی اللہ کو بشر کہا، ہمیشہ کے لیے ملعون و مردود بنا کر دوزخی بنا دیا گیا تو جو لوگ ہمیشہ اس کی سنت کو ادا کرتے ہوئے دن رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر کی کہنے کی رٹ لگانے والے ہیں خدا جانے ان کو کون سے طبقے میں جگہ ملے گی اور جو تیری تابعداری کرے گا اس سے بھی جہنم کو پر کروں گا یہ تو ہوا تمہارا بشر کہنا اور ساتھ کہنا سنت اللہ ہے۔

قارئین کرام! اب آخر میں گستاخِ رسول جتنے بھی ہیں اور ان کے جتنے بھی پیروکار ہیں ان کے عقائد بیان کرتا ہوں کہ ان کا عقیدہ اللہ تعالیٰ اور انبیاء علیہم السلام کے بارے میں کیا تھا۔ آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ ان کو کس درجے میں رکھا جائے گا اور جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا الزام لگائے اور اللہ تعالیٰ کے ہاتھ مانے اس کے ساتھ دنیا میں کیا حشر ہوگا اور آخرت میں کیا حشر ہوگا۔

سب سے پہلے گستاخِ رسول جو اللہ تعالیٰ پر عقیدہ رکھتے ہیں ان کو بیان کروں گا۔

☆ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر ہے

مولوی اسمٰعیل دہلوی جو دیوبندی اور اہل حدیث کے مجدد ہیں لکھتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر ہے۔ (یک روزہ فارسی، صفحہ نمبر 17، 18)

مولوی ثناء اللہ امرتسری نے لکھا ہے کہ

اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر ہے، کہنا عین ایمان ہے۔

(اخبار اہل حدیث، امرتسر ص2، 27 اگست 1915ء)

قارئین کرام! اب تم خود ہی فیصلہ کرلو کہ یہ لوگ کس مشن میں ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ اپنی مثل پیدا کرسکتا ہے

رب تعالیٰ اپنی مثل پیدا کرنے پر قادر ہے۔ (الفضیلۃ الحجازیہ، ص21)

قاضی عبدالاحد خانپوری اہل حدیث نے لکھا کہ

''مولوی ثناء اللہ امرتسری اللہ تعالیٰ کی ہزاروں مثلیں قرار دیتا ہے۔''

(الفضیلۃ الحجازیہ، ص8)

مولوی وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ جس صورت میں چاہے ظہور فرماتا ہے۔ (ہدایۃ المہدی، ج1 ص7)

☆ اللہ تعالیٰ ہر جگہ نہیں اور وہ محتاج ہے

مولوی عبدالستار دہلوی اہل حدیث نے لکھا ہے کہ خدا کو ہر جگہ ماننا معتزلہ وجہمیہ وغیرہ فرقہ ضالہ کا باطل عقیدہ ہے۔ (فتاویٰ ستاریہ جلد نمبر2 ص84)

علامہ ابن حجر مکی علیہ الرحمہ نے دیوبندی اور غیر مقلدین اہل حدیث حضرات کے مجدد ابن تیمیہ کے اللہ تعالیٰ کے متعلق عقائد باطلہ اپنی کتاب فتاویٰ حدیثیہ میں درج کئے ہیں وہ ملاحظہ فرمائیں۔

''اللہ تعالیٰ کی ذات ایسی ہے محتاج ہے جیسے کل جزء کا محتاج ہے۔''

قارئین کرام! ان گستاخانِ رسول وگستاخِ اللہ کو اتنا بھی معلوم نہیں یا اتنی عقل برباد ہوچکی ہے کہ یہ جو جملے میں کہہ رہا ہوں کس کے بارے میں کہہ رہا ہوں، اپنی بیوی کے سامنے جب جاتے ہیں تو منہ لڑھکتا ہوا اور عاجزی اور انکساری کے ساتھ کہ کہیں یہ ہمیں دھتکار نہ دے اور ہمارا سارا کام خراب ہوجائے۔

افسوس تو اس امر کا ہے کہ اپنی بیوی سے تو ڈرتے ہیں لیکن خالق حقیقی سے نہیں ڈرتے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے۔

☆ انبیاء بڑے بھائی ہیں

مولوی اسماعیل دہلوی نے لکھا ہے کہ

''اولیاء اللہ، انبیاء اللہ، امام وامام زادے، پیرومرشد وشہید جتنے بھی اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی ہیں مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے۔''

(تقویۃ الایمان، ص60)

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم وازواجہ امھاتھم

یہ نبی مسلمانوں کی جان سے زیادہ قریب ہے اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں۔ (پ21، ع17)

☆ نبی مر کر مٹی میں ملنے والا ہے

مولوی اسماعیل دہلوی قتیل نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے لکھا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

''میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔'' (تقویۃ الایمان، ص61)

حالانک حدیث شریف میں ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حیی (ابن ماجہ، ص119)

بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسموں کو کھانا حرام کیا ہے پس اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہے، رزق دیا جاتا ہے۔

امام المفسرین فخر الدین رازی علیہ الرحمہ نے حدیث شریف نقل فرمائی ہے کہ

ان اولیآء اللہ لا یموتون بل ینتقلون من دار الی دار

(تفسیر کبیر تفسیر روح المعانی)

اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر منتقل ہو جاتے ہیں۔

☆ شیطان اور ملک الموت کا علم نص سے ثابت ہے

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ثابت نہیں

مولوی خلیل احمد انبیٹھوی دیو بندی لکھتے ہیں کہ

’غور کرنا چاہیے کہ شیطان وملک الموت کا حال دیکھ کر عالم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نہیں سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعتِ علم کی کونسی نص قطعی ہے۔‘‘ (براہین قاطعہ، ص 52، مطبوعہ دیو بند)

دیو بندی وہابی مولوی کے نزدیک شیطان اور ملک الموت کے علم کے لیے نص موجود ہے مگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کے لیے نص نہیں۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وعلمك مالم تكن تعلم وكان فضل الله عليك عظيما

(پ5، ع14)

☆ اُمتی عمل میں انبیاء سے بڑھ بھی جاتے ہیں

انبیاء اپنی امت سے ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں، باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بہت وقتوں میں بظاہر اُمتی مساوی وبرابر ہو جاتے ہیں بلکہ امتی نبیوں سے عمل میں بڑھ جاتے ہیں۔ (تحذیر الناس، ص 5، مطبوعہ دیو بند)

قارئین کرام! تعصب اور بغض سے خالی الذہن ہو کر اس کتاب کا مطالعہ کرنے والا یقیناً موجودہ مذہبی اختلافات کی تہہ تک ضرور پہنچ جائے گا کہ کون سی جماعت حق پر ہے۔ توحید کا سہارا لے کر انبیاء علیہم السلام کی عظمت ورفعت کو گھٹانے والے حضرات کے حقیقتاً اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے متعلق بھی عقائد درست نہیں بلکہ شان الوہیت میں بھی وہ گستاخی کرنے سے باز نہیں آئے۔ ان کی توحید خود ساختہ توحید ہے۔ محبوب رب کائنات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو گستاخیاں اور بے باکیاں ان کے اکابر کی کتب میں موجود ہیں کوئی درد دل رکھنے والا مسلمان اپنے دل ودماغ میں ایسے نظریات اور عقائد کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا کہ ایک کلمہ گو اپنے آقا علیہ السلام کی ذاتِ اقدس کے متعلق یہ کچھ لکھ سکتا ہے۔

ایک مسلمان کے لیے عظمتِ خداوندی اور رفعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ایمان کا سرمایہ ہے اگر یہی نہ رہا تو ایمان اور اسلام کس چیز کا نام ہے۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

ذکر روکے فضل کاٹے نقص کا جویاں رہے
پھر کہے مردک کہ ہوں امت رسول اللہ ﷺ کی

اس کتاب کو لکھنے کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ جن حضرات کے اللہ تعالیٰ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، دیگر انبیاء علیہم السلام کے متعلق ایسے نظریات باطلہ اور عقائد فاسدہ ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر کہتے ہوں اور نور کا انکار کرتے ہوں اور ساتھ ہی ساتھ قرآن پاک جیسی لاریب کتاب کے متعلق بھی شکوک وشبہات رکھتے ہوں اور اس کی تفسیر میں تحریف اور معجزات کا صریحاً انکار کرتے ہوں ایسے عقائد والوں کے پیچھے نماز جیسا اہم فریضہ ادا کرنے کی اسلام کب اجازت دیتا ہے۔ ایسے نظریاتِ باطلہ کو فروغ دینے والے حضرات کو جو اپنا اکابر تصور کریں یقیناً وہ ان کے

ہمنوا ہیں اور ان عقائد سے متفق ہیں۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ اپنی نمازوں کی حفاظت فرماتے ہوئے صحیح العقیدہ اہل سنت والجماعت امام کے پیچھے نماز ادا فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

میں نے جو یہ کتاب لکھی ہے جو موسوم ہے ''قرآن وحدیث کیا کہتے ہیں اپنے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں'' اس کو بارہ جلدوں میں تقسیم کیا ہے جو کہ مختلف موضوعات پر ہوں گی اور اس کی دوسری جلد عنقریب آنے والی ہے۔

اللہ تعالیٰ میری اس ادنیٰ کاوش کو اپنی بارگاہِ عالیہ میں قبول فرمائے اور مجھ جیسے گناہگار کے گناہ معاف فرمائے، ساتھ والدین، بھائیوں، اساتذہ کرام اور پیر و مرشد کے سنگ مدینہ منورہ ومکۃ المکرمہ کی زیارت نصیب فرمائے۔

آخر میں یہ عرض کر کے قلم کو بند کرتا ہوں۔

یا الٰہی دور کر فتنہ و فساد کو
امن کر اس جہاں میں مصطفیٰ ﷺ کے واسطے
یا الٰہی دور ہو جائیں ہم سے برائیاں
نیک کر ہم سب کو مرشدِ عطار کے واسطے

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین

مولانا عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد عطاری قادری

شاہ جمال جھلار شریف

1 شعبان المعظم 1431ھ 14 جولائی 2010، بدھ

فجر کی جماعت سے پہلے 4:45 پر

حصہ دوم

قرآن وحدیث کیا کہتے ہیں؟

فی شانِ مصطفیٰ ﷺ

مولانا عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد العطاری القادری

شاہ جمال آستانہ عالیہ جھلار شریف

قرآن وحدیث کیا کہتے ہیں فی شان حبیبہٖ

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام على سيدالانبياء والمرسلين وعلىٰ آلہٖ واصحابه وجميع امته اجمعين ۔

امابعد!

"فاعوذ بالله من الشيطٰن الرجيم" بسم الله الرحمٰن الرحيم

دُرود پاک کی فضیلت

سرکارِ مدینہ سُرورِ قلب سینہ وصاحب معطر ومعنبر پسینہ باعث نزول سکینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان مغفرت نشان ہے جس نے دن اور رات میں میری طرف شوق ومحبت کی وجہ سے تین تین مرتبہ دُرود پاک پڑھا اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ وہ اس کے اس دن اور رات کے گناہ بخش دے۔ (الترغیب والترہیب ج۲ص ۳۶۸)

جلد اوّل میں نور اور بشر کے موضوع کو میں نے واضح کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کیسے نور ہیں اور کس طرح سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اندر بشریت کی صورت ہے اور نور وبشر کے ہونے یا نہ ہونے پر چند اعتراضات کا جواب بھی دیا کیونکہ یہ ایسے موضوعات ہیں کہ جو ایمانیات پر دال ہیں اور کسی چیز کے اندر جب ایمان ہی نہیں تو اس پر کیسے اعتبار کیا جائے گا کہ یہ شخص مسلمان ہے یا مرتد ہے لہٰذا میں نے نور وبشر کے موضوع پر جو جلد لکھی ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایسے نور ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا پورا جسم اقدس نورٌ علیٰ نور

ہے اب جلد اول کے بعد جلد ثانی لکھنے کا شرف حاصل ہوا ہے اور جلد ثانی علم غیب کے موضوع پر ہے۔ علم غیب بھی ایک ایسا موضوع ہے جو کہ ایمانیات میں سے ہے اور اس پر عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب عطا کیا گیا جو کہ آئندہ صفحات میں آیت قرآنی ذکر کی جائیں گی۔ لیکن اتنے افسوس کی بات ہے کہ اس مسئلے پر بعض لوگ شعوری یا غیر شعوری طور پر اس مغالطے میں پڑے ہوئے ہیں کہ علم غیب خاصۂ الوہیت ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی غیر کے لئے اس کا اثبات کفر وشرک ہے۔ حالانکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے اللہ تعالیٰ کی عطا سے اطلاع علی الغیب کا عقیدہ قرآن وسنت سے ثابت ہے جس سے انکار قرآن وسنت سے انکار کے مترادف ہوگا۔ قرآن پاک میں متعدد مقامات پر ان انبیاء کرام علیہم السلام کے تذکرے موجود ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے علم غیب سے نوازا۔ عقیدہ صحیحہ کی رو سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ظاہری وصال کے بعد بھی اپنی امت کے احوال کا مشاہدہ فرما رہے ہیں اور ان حالات سے پوری طرح واقف ہیں جن سے ملت اسلامیہ گزر رہی ہے۔ بلاشبہ فیضان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آج بھی جاری وساری ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تقرب اور باریابی سے اولیاء کرام اور صلحائے امت پر بھی مغیبات منکشف ہوتے رہتے ہیں ان کشف وکرامات کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیوض نبوت پر محمول کیا جاتا ہے سو کسی امتی کا کسی غیب پر مطلع ہوجانا آقائے دوجہاں کے فیضان ہی کا نتیجہ ہے اس پر حضرت غوث الاعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا یہ قول مشاہد عادل ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

نظرت الی بلاد اللہ جمعا
کخردلة علی حکم اتصالی

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ کے تمام شہروں کو اس طرح دیکھ رہا ہوں جس طرح

ہتھیلی پر رائی کا دانہ۔

تو کئی بزرگان دین بھی غیب کی باتیں جانتے تھے جیسا کہ اوپر مذکور ہے خصوص بالخصوص میں اختصاراً یہ ذکر کردوں کہ علم غیب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات سے متصف ہے لیکن اللہ تعالیٰ جس کو علم غیب عطا فرمادے اس میں کوئی بعید بات نہیں ہے۔ کیونکہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی ہیں اگر ان چیزوں کا انکار کیا جائے کہ یہ چیزیں کیوں دی گئیں تو بلاشبہ لازم آئے گا کہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ نے کیوں دیں۔ کسی کے ساتھ دی جائیں تو اللہ تعالیٰ پر اعتراض ثابت ہوجاتا اور یہ جائز نہیں تو ایسی وجہ سے ثابت ہوا کہ علم غیب بھی عطا کی ہوئی چیز ہے اور اس پر بھی اعتراض نہیں ہوسکتا۔ اس کتاب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کو ثابت کیا گیا ہے وہ علم غیب جو کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کیا ہے۔

لوگوں کی کم فہمی کہ مولویوں نے ہمیں کفر وشرک میں مبتلا کر رکھا ہے

بعض لوگوں کا یہ گمان ہے یا یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے جتنے بھی فرقے ہیں ان میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے لیکن چند متعصب مولویوں نے ایک دوسرے کو خواہ مخواہ کافر ومشرک بنا رکھا ہے وہ اپنی بات کو ثابت کرنے کے لئے اور دوسروں کو جھوٹا کرنے کے لئے ایسا کہہ دیا کرتے ہیں صرف اپنی ہی من مانی کرتے ہیں اور مسائل کو الٹا ہی کر دیتے ہیں۔

لیکن میں کہتا ہوں کہ!

افسوس ہے مجھے ان لوگوں پر کہ انہیں خود تو علم نہیں ہے لیکن علماء پر طعن کرتے ہیں اور ان کو یہ بھی تمیز نہیں ہے کہ حق وباطل میں تمیز کرسکیں اس لئے وہ اپنی رائے کو صائب سمجھ کر محققین علماء کے پیش کردہ مستند مسائل وبراہین سے انکار کر کے صراط مستقیم سے پھر کر گمراہ ہوجاتے ہیں حالانکہ فرقہ ناجیہ یعنی اہل سنت وجماعت اور دیگر

گمراہ فرقوں میں کئی مسائل میں اختلاف ہے چنانچہ بعض کا تو اختلاف فروعات میں ہے اور بعض کا اعتقادات میں۔ فروعات میں اختلاف تو چنداں ضرر رساں نہیں ہے مگر ہاں عقائد میں جو اختلاف ہے وہ البتہ سخت ضرر اور نقصان ایمان کا باعث ہے کیونکہ غلط عقیدے والا شخص خواہ کیسی ہی اعلیٰ درجہ کی عبادت اور کیسا ہی عمدہ اور بے ریا عمل کرے تو بارگاہِ خداوندی میں ہرگز ہرگز مقبول نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ جب بنیاد ہی درست نہ ہو تو پھر فروعات کب درست ہو سکتے ہیں۔

قارئین کے لئے فرقہ ناجیہ یعنی اہل سنت والجماعت اور دیگر گمراہ فرقوں کی مختصر فہرست عرض کرتا ہوں جس سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ کون سچا ہے اور کون جھوٹا ہے اور کن کے اندر عشق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لہر ہے اور وہ اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کتنا پیار کرتے ہیں۔

اہل باطلہ وگستاخانِ رسول کا عقیدہ۔

اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر ہے یعنی جھوٹ بول سکتا ہے۔

حوالہ = مولوی رشید گنگوہی، مولوی اسمائیل دہلوی دیوبندی جو اہلحدیث یعنی اہل خبیث کے مجدد ہیں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر ہے۔

(یک روزہ فارسی صفحہ = ۸۱،۱۷)

مولوی امرتسری نے لکھا ہے کہ

اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر ہے کہنا عین ایمان ہے۔

(اخبار اہلحدیث امرتسر ص ۲، ۲۷ اگست ۱۹۱۵ء)

اہل سنت والجماعت واہل عشاق ومحبان خداوند عزوجل کا عقیدہ

اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے سے پاک اور منزہ ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی شان سے بعید ہے کہ وہ جھوٹ بولے، گو وہ ہر شے پر قادر ہے مگر صفات مذمومہ کے ارتکاب پر نہیں

کیونکہ اللہ تعالیٰ پر کذب بالاتفاق ممتنع ہے اور کذب نقص ہے اور نقص اللہ تعالیٰ کی ذات پر بالاجماع محال اور جب کذب اللہ تعالیٰ پر ممتنع ہوا تو واجب ہے کہ اس کا کلام صادق ہو۔

اور اصول ہے کہ!

جب کسی اچھائی کو بیان کیا جائے تو اچھا ہونے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے ہی اچھائی کے لائق اور بڑائی کے لائق۔

اور جب کسی چیز کی برائی بیان کی جائے تو اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہ کی جائے کیونکہ یہ عیب ہے اور اللہ تعالیٰ عیب سے پاک ہے۔

تو ان سے ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ ایک ایسی ذات ہے جس نے تمام کائنات کو پیدا فرمایا کہ اس نے زمین وآسمان کو خوبصورت انداز کیساتھ بنا کر زمین انسان کے لئے سجادی اور وہ زمین جو انسان کے لئے بنائی اس پر ایک ایسا لعین اور گمراہ فرقہ کھڑا ہو گیا کہ جو اپنے خالق کو بھی جھوٹ بولنے پر قادر کہتا ہے اور عین ایمان کہتا ہے۔

اور بڑی مشہور مثال ہے بلکہ مستند بات ہے کہ

جب کوئی بادشاہ کسی کو کوئی چیز دیتا ہے تو وہ شخص جس کو اس نے کچھ دیا تو وہ اس کے فن کے، گھر کے، ملک کے اور بادشاہت کے گیت گاتا ہے اور وہ یہ احسان بھولتا نہیں ہے اور نہ ہی اس کے اندر عیب ڈھونڈتا اور نہ اس کی طرف عیب کی نسبت کرتا ہے لیکن اس کے برعکس گمراہ فرقوں نے تو اللہ تعالیٰ کے بھی احسان بھلا دیئے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف عیب کی نسبت کرنے لگ گئے۔

قارئین

آپ خود اندازہ لگایئے کہ کون اپنے اس دعوے میں صادق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹ کی نسبت ہوسکتی ہے یا نہیں ہوسکتی۔ اگر جھوٹ کی نسبت نہیں ہوسکتی تو وہ

کونسا فرقہ ہے جو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے سے پاک ہے یقیناً یہ فرقہ اہل محبت والا اہلسنّت والجماعت بریلوی ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی ہر چیز پر ایمان لاتے ہیں اور اس میں عیب جوئی نہیں کرتے اور جو جھوٹ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرتے ہیں وہ یقیناً کافر ومشرک ہیں۔

گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عقیدہ

غیر اللہ کو خواہ وہ نبی ہو، یا ولی ہو، خطاب حاضر کا کرنا یعنی کلمہ یا سے جو حاضر کے لئے مختص ہے پکارنا شرک وکفر ہے۔ (تقویۃ الایمان)

محبانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عقیدہ

انبیاء واولیاء کو خطاب حاضر کرنا جائز ہے مثلاً۔ یارسول اللہ یا نبی اللہ ﷺ، یا شیخ عبدالقادر جیلانی وغیرہ کیونکہ جو لفظ یا ہے یہ کسی بزرگ ہستی کو عرض کرنے کے لئے مستعمل ہوتا ہے اس لئے یہ لفظ استعمال کرنا بھی جائز ہے۔

گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عقیدہ

غیر اللہ سے خواہ وہ نبی ہو یا ولی ہو مدد دعا مانگنا شرک وکفر ہے۔

(حوالہ: تقویۃ الایمان)

محبانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عقیدہ

اولیاء انبیاء سے خواہ وہ زندہ ہوں یا دنیا سے پردہ کر چکے ہوں، استعانت اور مدد مانگنا جائز ہے کیونکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بھی مدد مانگی تھی اگر یہ کہیں کہ ہم صحابہ کرام علیہم الرضوان سے محبت کرنے والے ہیں تو یہ اپنے دعویٰ میں خود جھوٹے ہیں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مدد مانگتے رہتے تھے جو کہ کئی حدیثوں سے ثابت ہے۔

گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عقیدہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بڑھ کر شیطان عالم ہے۔

(براہین قاطعہ مصنفہ مولوی خلیل احمد دیوبندی)

محبان رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عقیدہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ہر قسم کا علم تمام مخلوق سے زیادہ ہے خواہ وہ انسان ہو یا جن یا فرشتہ ہو۔ اور گستاخوں کا یہ کہنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بڑھ کر شیطان عالم ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں گستاخی کرنا اور شان میں کمی کرنا ہے اور امتی کے لئے یہ زیبا نہیں کہ وہ اپنے رسول کی شان میں گستاخانہ جملے لکھے اور کہے۔ اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ یہ امتی ہونے میں شامل نہیں ہیں کیونکہ جب حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی بنائی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنے چاہنے والوں کو کشتی میں سوار کرلو تو جو چاہنے والے تھے وہ سوار ہو گئے بقیہ ہلاک ہو گئے تو اسی طرح یہ بھی ہلاک ہو گئے۔ کیونکہ ان لوگوں کے اندر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی چاہت ہی نہیں ہے۔ جب چاہت نہیں تو امتی بھی نہیں جب امتی نہیں اب جو بھی چاہے کریں کیونکہ اب ان کا فیصلہ ہو چکا ہے۔

گستاخانہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عقیدہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مثیل اور نظیر خدا تعالیٰ پیدا کر سکتا ہے۔

(حوالہ تقویۃ الایمان)

محبان رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عقیدہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نظیر نہ ہو سکتا ہے اور نہ ہوا ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مثل ہونا اور نظیر ہونا ناممکن اور محال ہے۔

گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عقیدہ

نبوت کا دروازہ بند نہیں ہوا۔ ہاں تشریعی نبی نہیں ہوسکتا مگر غیر تشریعی نہیں ہوسکتا ہے جو اس کو نہ مانے وہ کافر ہے۔ (حوالہ: عقائد قادیانی)

محبانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عقیدہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں سلسلہ نبوت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ختم ہوگیا اب کوئی نیا نبی نہیں ہوسکتا اور نہ آئے گا تشریعی ہو یا غیر تشریعی اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے تو وہ کافر ہے اور اس کے ماننے والے کافر ہیں۔

(حوالہ دلائل کے لئے دیکھئے ختم نبوت)

گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عقیدہ

کسی نبی یا ولی کی قبر کی زیارت کرنے کے لئے عمداً سفر کرنا شرک وکفر ہے۔

(حوالہ: تقویۃ الایمان)

محبان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عقیدہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا دیگر اولیاء اللہ کی قبروں کی زیارت کے لئے سفر کرکے جانا جائز ہے۔ (دلائل کے لیے دیکھے: زیارت روضہ مقدسہ)

قارئین

جب اتنا بے شمار اختلاف ہیں جن کے باعث ایک گروہ دوسرے گروہ کو کافر ومشرک کہتا ہے تو ایک طالب حق کے دل میں ضرور سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان فرقوں میں سے کون سا فرقہ راہ راست اور صراط مستقیم پر ہے اور کون سا غلطی اور گمراہی پر اور ان کے پرکھنے کا صحیح معیار کیا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اسلام کے سینکڑوں متضاد اصول کے فرقوں کو دیکھ کر ایک طالب حق خود بخود صحیح اور ٹھیک فیصلہ نہیں کرسکتا کہ کون

سا فرقہ حق پر ہے اور کون سا غلطی اور گمراہی پر۔ جب تک کہ اس کے پرکھنے کا معیار اور کسوٹی معلوم نہ ہوجائے چونکہ اس کا معیار خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہی بتلادیا ہے اس لئے جس فرقے کے اصول اور قواعد اس کے مطابق ہوں گے وہ سچا ہوگا اور باقی غلط ہونگے۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

میری امت کے تہتر فرقے ہوں گے جن میں سے بہتّر تو گمراہ اور دوزخی ہوں گے اور ایک فرقہ ناجیہ بہشتی ہوگا (جو اہل سنت والجماعت بریلوی کے نام سے موسوم ہے)

جیسا کہ مسند امام احمد: ابوداؤ اور ترمذی وغیرہ میں مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **ان بنی اسرائیل تفرقت علی اثنین وسبعین ملا و تفرق "امتی علی ثلث وسبعین ملة"** بنی اسرائیل کے بہتر فرقے تھے اور میرے امت کے تہتر فرقے ہوں گے (جو اصول اور عقائد میں اختلاف رکھیں گے)۔

كلهم فی النار :یہ سب فرقے دوزخ کے مستحق ہیں۔

الاملة واحده :مگر ایک فرقہ

قالوا من هیَ :صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی وہ کون سا فرقہ ہے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قال بماانا علیه واصحابی: جو میرے طریقے اور میرے اصحاب کے طریقے پر ہوگا۔

امام احمد اور ابوداوَ۔ کی روایت میں ہے کہ

وواحدة فی الجنة وهی الجماعة

ایک فرقہ بہشتی ہوگا اور اس کا نام اہلسنّت والجماعت (بریلوی) ہے

کیونکہ وہ حق بات پر جمع ہیں ان کے اصول اور عقائد مختلف نہیں ہیں اور اجماع

سلف کے مطابق چلتے اور ان کی پیروی کرتے ہیں   :اشعۃ اللمعات

الغرض! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ پیشن گوئی بہت ہی جلد ظہور میں آئی۔

چنانچہ زمانہ خلفائے راشدین کے بعد ہی عقائد کی جزئیات میں اختلاف شروع ہوگیا۔ گویا وہ طریقہ جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا صحابہ کرام کا تھا اس میں بعض نے اپنی نفسانی خواہش سے اپنی رائے کو دخل دے کر کتنے ہی لوگوں کو راہ راست سے ہٹا کر اپنے عقائد مخترعہ کے مطابق کر لیا۔ اسی طرح ہوتے ہوتے بہت سے فرقے پیدا ہوگئے حتیٰ کہ بہتر تک نوبت آگئی اور جس فرقے میں سے یہ فرقے نکل کر الگ ہوئے تھے وہ تہتر واں تھا جس کا نام فرقہ ناجیہ یعنی نجات پانے واالا فرقہ یہ فرقہ صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور مجتہدین کے طریقے پر ہے۔ یہی سواد الاعظم ہے یہی اہل سنت والجماعت کا ناجی فرقہ ہے حنفی شافعی مالکی اور حنبلی یہ سب فرقے اہلِ سنت والجماعت ہیں کیونکہ ان کا آپس میں سوائے چند مسائل فروعی کے اور کوئی اختلاف نہیں ہے تمام محدثین صحاح ستہ وغیر مقلد ہوئے ہیں باقی تمام فرقے گمراہ اور مردود ہیں گو یہ لوگ اپنے عقائد باطلہ کو قرآن مجید اور احادیث نبویہ سے استدلال کر کے مغالطہ دیتے ہیں مگر ان کی من گھڑت تاویلیں اور غلط معانی سلف صالحین کی تحقیق کے بالکل برخلاف اور برعکس ہیں اور اس لئے ان کے سبز باغوں کو دیکھ دھوکہ میں نہیں آنا چاہیے۔

گمراہوں سے بچنے اور احتیاط و پرہیز کا حکم

ایسے مغالطہ دینے والوں کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی ہے۔

کہ آخر زمانہ میں ایسے چالاک لوگ ہوں گے جو نیکیوں کے لباس میں ہو کر سادہ لوگ مسلمانوں کو راہ راست سے گمراہ کریں گے۔ چنانچہ اشعۃ اللمعات میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ صحیح مسلم میں مروی ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

یکون فی آخر الزمان دجالون کذابون

آخری زمانے میں بناوٹی اور جھوٹے ہوں گے

جو علماء اور مشائخ نیکیوں کے لباس میں آکر لوگوں کو اچھے عقیدوں سے بد مذہبی کی طرف بلائیں گے۔

یاتونکم من الاحادیث لمالم تسمعوا انتم ولا آبائکم

جو باتیں تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے نہیں سنی ہیں وہ سنائیں گے یعنی عقائد واعمال تمہارے اور تمہارے بزرگوں کے مخالف بتائیں گے۔

فایاکم وایاھم

اپنے آپ کو ان سے دور رکھو اور ان کو اپنے آپ سے ہٹاؤ، مقصود بچنا اور احتیاط کرنا ہے، دین کے سیکھنے میں پرہیز اور اجتناب کرنا بدعتیوں کی صحبت اور مل بیٹھنے سے۔

لایضلونکم ولا یفتنونکم

تا کہ تم کو گمراہ نہ کر دیں اور فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

سواداعظم (اہل سنت والجماعت بریلوی) کی پیروی

اس زمانے میں جبکہ گمراہ فرقوں کی کثرت ہو رہی ہے یہ لازمی امر ہے کہ فرقہ اہل سنت والجماعت کی پیروی کی جائے۔ جس کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سواداعظم کے نام سے موسوم کیا ہے۔

ورنہ دوزخ کا ایندھن بنایا جائے گا

وقود الناس والحجارۃ اعدت للکافرین

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ

اتبعوا سواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار

رواہ ابن ماجہ

ابن ماجہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

پیروی کرو سواد اعظم کی، جو کوئی جماعت سے الگ ہوا وہ دوزخ میں جا پڑا۔

عن ابن عمر قال قال رسول صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ۔

ان اللہ لا یجمع امتی علی ضلالۃ وید اللہ علی الجماعت ومن شذشذ فی النار ۔(رواۃ الترمذی)

صحیح ترمذی میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا اور اللہ کا دست (کرم) جماعت پر ہے اور جو کوئی اس جماعت سے الگ ہوا وہ دوزخ میں جا پڑا۔

عن معاذ بن جبل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم

الشیطان ذئب الانسان کذئب الغنم یا خذالشاۃ الشاذۃ القاصیۃ والناجیۃ فعلیکم بالجماعۃ و لالفۃ العامۃ والمساجد وایاکم والشعاب (رواہ احمد والطبرانی فی الکبیر

مسند احمد معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

شیطان آدمی کے لئے بھیڑیا ہے جماعت سے الگ کر کے ہلاک کر دیتا ہے جیسے بکری کے لئے بھیڑیا ہے کہ وہ بکری جو گلہ سے دور رہتی ہے اور اس بکری کو بھی جو گلہ سے ایک کنارہ پر رہتی ہے وہ پکڑ لیتا ہے تم اپنے آپ کو ایسے راستوں سے بچاؤ اور تم کو لازم ہے کہ تم جماعت اور جمہور مسلمانوں کے ساتھ ملے رہو۔

عن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم

من فارق الجماعۃ شبراً فقد خلع ربقۃ الاسلام عن عنقہ

(رواہ ابوداؤد مسند احمد بن حنبل المستدرک)

مشکوۃ شریف ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

جو کوئی جماعت سے ایک بالشت بھر جدا ہوا تحقیق اس نے اپنی گردن سے اسلام کی رسی کو نکال دیا۔

احادیث مبارک مذکور سے ثابت ہوا کہ سواد اعظم (بڑی جماعت) سے الگ نہیں ہونا چاہیے اور سواد اعظم فرقہ اہلسنّت والجماعت ہی کہلانے کا مستحق ہے جو تمام صحابہ، تابعین، تبع تابعین مجتہدین اور اولیائے کرام کا دستور العمل رہا ہے جن کے اظہار کے لئے یہ کتب مرتب کی گئی ہے جن میں فرقہ ناجیہ کے صحیح عقائد اور اصول دلائل عقائد اور نقلیہ سے ثابت کئے گئے ہیں اور مخالفوں کے اعتراضات کے جواب بھی ایسے دندان شکن دئے گئے ہیں کیونکہ ان کو سوائے سکوت یا تسلیم کے چارہ نہیں ہو سکتا افسوس ہے کہ بے دین لوگوں نے عذاب اخروی سے نڈر ہو کر محض اپنے چرب نوالوں اور تر لقموں کی خاطر نئے نئے مذہب جاری کر رکھے ہیں اور ان کی اشاعت کے لئے اپنے اپنے دام تزویر مختلف طریق اور ڈھنگ پر پھیلائے ہوئے ہیں جن میں کوئی قسمت کا مارا ان کے سبز باغوں کو دیکھ کر آ ہی پھنستا ہے۔

ان مذاہب باطلہ کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

چنانچہ امام احمد دارمی اور نسائی میں مروی ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک خط کھینچ کر ایک صراط مستقیم بنا کر فرمایا۔

یہ اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے پھر اس کے دائیں بائیں طرف خط کھینچے اور فرمایا کہ ان راہوں کے ہر راستہ پر شیطان ہے جو اپنی طرف بلاتا ہے۔

الحاصل غیرت دینی اور جمیعت مذہبی نے مجبور کیا کہ بقول شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ

اگر بینم کہ نابینا و چاہ است
اگر خاموش بنشینم گناہ است

ان لوگوں کو راہ راست پر لایا جائے اور مذبذبین کو تذبذب کے گڑھے سے نکال کر صراط مستقیم پر قائم کیا جائے اور آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے حق وباطل کے پرکھنے کا صحیح معیار اور دستاویز ہوجائے جو کہ انکی ہدایت کی باعث ہو۔ چنانچہ کئی روز کے غور وخوض کے بعد کہ یہ کام کس کے سپرد کیا جائے آخر کار ہمت باندھ کر اس کام کو شروع کیا ہے میں اس قابل تو نہیں تھا مگر عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بدولت مجھے اس کام کی ہمت ہوئی اور میں نے یہ جلد ثانی جو کہ قرآن مجید کیا کہتے ہیں فی شان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام سے موسوم ہے اس کو لکھا۔

قارئین کرام!

گستاخانِ رسولوں نے بہت سارے مسائلوں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نفی کی ہے کبھی نور پر نفی کی ہے اور کبھی حقیقی بشر کا اثبات کیا ہے اور کبھی علم غیب کے نہ ہونے پر نفی کی ہے۔

۱۔ یہ گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی یہ کہ وہ رسول اللہ کا علم ذاتی، بے عطائی الٰہی مانتا ہے۔

۲۔ کبھی یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم، علم الٰہی سے مساوی مانتا ہے صرف قدم وحدوث کا فرق کرتا ہے۔

۳۔ کبھی یہ کہ بالتشاء ذات وصفات الٰہی باقی تمام معلومات الٰہی کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم محیط بتاتا ہے۔

۴۔ کبھی یہ کہ امور غیر متناھیہ بالفعل کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم بتفصیل تمام

حاوی ٹھہراتا ہے۔

حالانکہ اللہ واحد وقہار دیکھ رہا ہے کہ یہ سب ان اشقیاء کو افتراء ہے۔

سچے ہیں تو بتائیں کہ ان میں غور وفکر کریں اور عبرت حاصل کریں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صدقین فاذلم یاتوا بالشھدآء فاولئك عنداللہ ھم الکذبون انما یفتری الکذب الذین لایؤمنون ۔(سورہ بقرہ: آیت ۱۱۱)

ترجمہ: ''تم فرماؤ لاؤ اپنی دلیل اگر سچے ہو تو جب گواہ نہ لائے تو وہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔ جھوٹ بہتان وہی باندھتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے اور وہی لوگ جھوٹے ہیں''۔

قارئین کرام

یہی بہتانات لوگوں کے سامنے بیان کرکے لوگوں کو پریشان کرتے ہیں ان کا پریشان ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کے سبب ایک سچے مومن کو گوارہ نہیں ہے اور وہ راہِ حق کی تلاش کرنے میں اور وہ راہِ حق میں نے واضح کردیا ہے۔

بہرحال گستاخانِ رسول حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں کئی گستاخیاں کرتے ہیں اور مومن کو یہ زیبا نہیں کہ وہ اس کو برداشت کرے اور ان کے سامنے خاموشی اختیار کرے۔

فقیر نے مسئلہ علم غیب پر یہ کتاب تحریر کی ہے۔

امید اور دعا ہے کہ اس کا مسلمانوں کو فائدہ ہوگا اور وہ اس کتاب کو محبت سے پڑھیں گے سب سے پہلے قرآن پاک کی آیتوں سے ثابت کرتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیسے علم غیب تھا اور اللہ تعالیٰ نے کیسے علم غیب عطا فرمایا۔

علم غیب خصائص نبوت میں سے ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ خصوصیت بدرجہ کمال عطا ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات علم غیب عطائی کی مظہر اتم ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو وہ امتیازی شان عطا فرمائی گئی جو ہمارے تخیل کی پرواز سے ماوراء ہے چہ جائیکہ ہم اسے اپنی عقل وخرد کے پیمانے پر جانچتے اور پرکھتے پھریں۔

ساری کائنات کا علم حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علم کے مقابلے میں جز کی حیثیت رکھتا ہے قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے حقیقت روح کے بارے میں استفسار کرنے والوں کو یوں جواب ارشاد فرمایا:

قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلاً ۔

(بنی اسرائیل ۸۵،۱۷)

"فرمادیجئے روح میرے رب کے امر سے ہے اور تمہیں بہت ہی تھوڑا سا علم دیا گیا ہے"۔

مذکورہ آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات انسانی کو جو علم یا علوم عطا کئے انہیں علم قلیل قرار دیا گیا ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس علم کی دولت سے نوازا جس کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نہ صرف سارے عالم کو شرق سے غرب تک بلکہ کائنات پست وبالا کی وسعتوں کا مشاہدہ بھی فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ان وسعتوں پر محیط کائنات انسانی کے علوم منکشف کردیئے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علم غیب پر خود قرآن پاک اور احادیث مبارکہ شاہد ہیں۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مندرجہ ذیل آیت سے علم غیب عطا فرماتا ہے جو کہ علم غیب کی منبع ہیں اور شاہد ہیں۔

آیت نمبر 1

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مطلع علی الغیب ہونے پر سورۂ ہود کی یہ آیت شاہد

ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اشارد فرمایا کہ

تلک من انباء الغیب نوحیھا الیک (ھود ۱۱: ۴۹)

ترجمہ: "یہ بیان ان غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں"

امام خازن اس مذکور آیت کے تحت لکھتے ہیں:

ھذا خطاب لنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی ان ھذا القصۃ التی اخبرناک یا محمد من قصۃ نوح وخبر قومہ من انباء الغیب یعنی من اخبار الغیب ۔(لباب التاویل: ۲:۳۳۶)

"یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خطاب ہے یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت نوح علیہ السلام اور انکی قوم کا واقعہ جس کی ہم نے آپ کو خبر دی ہے یہ غیب کی خبروں میں سے ہے"۔

آیت نمبر 2

اللہ تعالیٰ اطلاع علم غیب کے لئے اپنے رسولوں سے جسے چاہے منتخب فرمالیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

وما کان لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء (آل عمران، ۳:۱۷۹)

ترجمہ: "اور اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ اے (عامتہ الناس) تمہیں غیب پر مطلع فرمادے لیکن اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے (غیب کے علم کے لئے) چن لیتا ہے"۔

آیت نمبر 3

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں حضرت زکریا، حضرت یحییٰ اور سیدہ مریم علیہم

السلام کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا۔

ذالك من انباء الغيب نوحيه اليك(آل عمران ، ۳:۴۴)

ترجمہ: (اے محبوب) یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی فرماتے ہیں۔

ا۔امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

ای الذی ذكرنا من حديث زكريا ويحيىٰ ومريم عليهم السلام من اخبار الغيب

(نوحيه اليك) فيه دلالة على نبوة محمد صلى الله عليه وآله وسلم حيث اخبر عن قصة زكريا ومريم ولم يكن قراء الكتاب واخبرعن ذالك وصدقه اهل والكتاب بذالك .

(الجامع لاحکام القرآن:۶،۸۵)

یعنی حضرت زکریا، یحییٰ ومریم علیہم السلام کا جو واقعہ ہم نے بیان کیا ہے غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم آپکی طرف وحی فرماتے ہیں اس میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زکریا ومریم علیہم السلام کے اس واقعہ کی خبر دی درآنحالیکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کتاب نہ پڑھی تھی اور اصل کتاب نے آپکی اس خبر کی تصدیق کی۔

۲۔امام اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

انباء الغيب ای من اخبار الغيب التی لايوقف عليها الا المشاهدة اوقرأة كتاب اوتعلم من عالم اوبوحی من عندالله تعالىٰ وانعدمت الثلاثة الاولىٰ فتعينت الرابعة وهوالوحی ۔(روح البیان،۲:۳۳)

"انباء الغیب سے مراد غیب کی خبریں ہیں جن کو آنکھوں سے دیکھ کر یا کتاب میں پڑھ کر یا کسی عالم سے سن کر یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کے ذریعے ہی جانا جا سکتا ہے اول الذکر تین ذرائع یہاں معدوم ہیں پس چوتھا ذریعہ جو یہاں متحقق ہے وہ وحی الٰہی ہے"۔

کسی بھی خبر کو جاننے کے چار ذرائع ہوتے ہیں مشاہدہ، قراۃ، سماعت اور وحی۔ پہلے تین ذرائع سے حاصل شدہ خبر پر غیب کا اطلاق نہیں ہوتا غیب کا اطلاق اسی خبر پر ہوگا جو چوتھے ذریعے یعنی وحی کے ذریعے حاصل ہوگئی غیب اور وحی کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ حضرت زکریا، حضرت یحییٰ، حضرت عیسیٰ اور سیدہ مریم علیہم السلام کے احوال وواقعات بھی خبریں ہیں کہ جن کا علم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نہ مشاہدے کے ذریعے حاصل ہوا اور نہ قراءۃ وسماعت ہی کے ذریعے حاصل ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ کے اعلام ووحی کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان واقعات پر مطلع کیا گیا۔ آیت مذکورہ اس بات کا واضح طور پر اعلان کر رہی ہے کہ انبیاء سابقین کے واقعات غیب ہیں جن کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیا ہے۔

۳۔امام خازن اس آیت کریمہ کی تفسیر میں رقم طراز ہیں۔

(ذالك من انباء الغيب) يقول الله عزوجل لمحمد صلى الله عليه وآله وسلم ذالك الذی ذكرت لك من حديث زكريا ويحيىٰ ومريم وعيسىٰ عليهم السلام من اخبار الغيب (نوحيه اليك) ای نلقيه اليك يا محمد لانه لا يملنك ان تعلم اخبار الامم اماضين الا بوحی منا اليك ۔(لباب التاویل، ۱ : ۲۳۴)

(یہ غیب کی خبریں ہیں) اللہ تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرما رہا ہے کہ محبوب!

حضرت زکریا، یحیٰ، مریم علیہم السلام کا جو واقعہ ہم نے بیان کیا ہے یہ غیب کی خبروں میں سے ہے (جو ہم آپ کی طرف وحی فرماتے ہیں) یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ پر القاء فرماتے ہیں کیونکہ اے پیارے آپ کے لئے گزشتہ امتوں کی خبریں جاننا ہماری وحی کے بغیر ممکن نہیں۔

۴۔ امام ابن جوزی علیہ الرحمہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

قولہ تعالیٰ (ذٰلک من انباء الغیب) (ذالک) اشارہ الی ما تقدم من قصۃ زکریا ویحیٰی وعیسٰی ومریم والانبیاء والانباء الاخبار والغیب ماغاب الیک ۔(زاد المسیر، 1: 388)

اللہ تعالیٰ کے فرمان (یہ غیب کی خبریں ہیں) سے حضرت زکریا، یحیٰ، عیسٰی، سیدہ مریم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے گزرے ہوئے واقعات کی طرف اشارہ ہے اور انبیاء کا معنی ہے خبریں اور غیب وہ ہے جو آپ سے پوشیدہ ہے۔

آیت نمبر ۴

اللہ تعالیٰ اپنے پسندیدہ رسولوں کو اپنے غیب پر مطلع کرنے کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول (الجن، ۷۲: ۲۶،۲۷)

ترجمہ: ”وہ غیب کا جاننے والا ہے پس وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے“۔

اس آیت کریمہ سے انبیاء علیہم السلام کے لئے اطلاع علی الغیب کا عقیدہ ثابت ہے اور یہ آیات شک وشبہ سے بالا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ پسندیدہ اور مجتبیٰ و مصطفیٰ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اس لئے یہ بات نص

قطعی سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مطلع علی الغیب ہونے پر تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل واعلیٰ ہیں۔

آیت نمبر ۵

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کے بیان میں سورہ نساء درج ذیل آیت کریمہ میں نہایت ہی فصیح وبلیغ جامع انداز اختیار کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وعلمك مالم تكن تعلم وكان فضل الله عليك عظيما

(النساء، ۴: ۱۱۳)

اور اس نے آپ کو وہ سب علم عطا کر دیا جو آپ نہیں جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا بہت بڑا فضل ہے۔

اس آیت کے تحت علماء کرام کے چند ارشادات ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

(وعلمك مالم تكن تعلم) من الاحكام، وقيل، من علم الغيب (معالم التنزيل، ۱: ۴۷۹)

(اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ سب علم عطا کر دیا جو آپ نہیں جانتے تھے) یعنی احکام میں سے اور یہ علم غیب میں سے۔

۲۔ تفسیر جلالین میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں

(وعلمك مالم تكن تعلم) من الاحكام والغيب (تفسیر جلالین: ۹۷)

”اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو احکام اور غیب کا وہ سب علم عطا کر دیا جسے آپ نہیں جانتے تھے“۔

۳۔ امام خازن رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت رقم طراز ہیں۔

وعلمك مالم تكن تعلم يعني من احكام اشرع وامور الدين وقيل علمك من علم الغيب مالم تكن تعلم وقيل معناه وعلمك من خفيات الامور واطلعك على ضمائر القلوب وعلمك من احوال المنافقين وكيدهم مالم تكن تعلم .

(لباب التاویل،۱:۲۰۳)

''اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ سب علم عطا کر دیا جو آپ نہیں جانتے تھے یعنی احکام شرعیہ اور امور دینیہ کا علم اور کہا گیا کہ علم غیب میں سے جو آپ نہیں جانتے تھے وہ آپ کو سکھا دیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو پوشیدہ امور کا علم دیا اور دلوں کے راز بتا دیئے اور آپ کو منافقین کے احوال اور ان کی بری چالوں کا علم جو آپ نہ جانتے تھے عطا فرمادیا''۔

۴- علامہ بیضاوی علیہ الرحمۃ نے اس آیت کی تفسیر میں بیان فرمایا ہے کہ اس سے مراد ہے۔

من خفيات الامور اومن امور الدين والا حكام

(تفسیر بیضاوی،۱:۳۸۰)

''یعنی امور مخفیہ کا علم یا امور دینیہ اور احکام کا علم''۔

۵- امام اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح اشارہ فرمایا:

وعلمك (بانواع الوحي مالم تكن تعلم اي الذي لم تكن تعلمه من خفيات الامور ضمائر الصدور ومن جملتها وجوه ابطال كيدا لكائدين اومن امور الدين واحكام الشرع كماروى عن ابن عباس رضي الله عنهما ومن

الخير والشر كما قال الضحاك اومن اخبار الاولين والا خيرين كماقيل من جميع ما ذكر كمايقال .

(روح البیان،۵:۱۴۴)

''اور اس نے آپ کو وحی کی مختلف قسمیں کے ذریعے وہ سب علم عطا کر دیا جو آپ نہ جانتے تھے یعنی پوشیدہ باتوں کا اور دل کے بھیدوں کا اور دشمن کی چالوں کو ناکام کرنے کا علم دیا۔ امور دین اور احکام شرع کا جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے یا خیر وشر کا جیسا کہ ضحاک نے کہا ہے یا اگلوں کا اور پچھلوں کی خبروں کا جیسا کہ کہا گیا ہے یا مذکورہ بالا تمام چیزوں کا علم جو آپ نہ جانتے تھے عطا فرمادیا''۔

۶- اس آیہ کریمہ کے تحت تفسیر حسینی میں لکھا ہوا ہے۔

آنچه نبودی که نجود بدانی ازخفیات امور و مکتونات ضمائر و جمهور گفته اند آن علم است بربوبیت حق وجلال اوشناختین عبودیت نفس وقدر حال اوودر بحر الحقائق میفر ماید کذ آں علم ماکان وما سیکون است که حق سبحانه درشب اسری بدان حفوت عطا فرموده چنانچه دراحادیث معراجیه آمده است که در زیر عرش بودم قطره درحلق من ریختند فعلمت بهاماکان وما سیکون لس دانستم آنچه بود و آنچه خواهدبود . (تفسیر حسینی،۱:۱۲۳)

''جو نہ تھا کہ آپ سے جان لیتا چھپی ہوئی باتیں اور دلوں کے بھید اور بہت علماء نے کہا ہے کہ وہ علم ہے ربوبیت حق اور اس کے جلال کا اور پہچاننا عبودیت نفس کا اور اس کے قال کا اور بحر الحقائق میں لکھا ہے کہ جو

کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہوگا یہ اس کا علم ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے شب معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمایا جیسا کہ معراج کی حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ میں عرش کے نیچے تھا ایک قطرہ میرے حلق میں ڈال دیا پس جان لیا میں نے جو کچھ ہو گیا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے"۔

آیت نمبر ۷

یہ امر مسلم ہے کہ نبی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیب پر آگہی حاصل ہوتی ہے اور وہ اسے اپنی امت کے سامنے بیان بھی فرماتا ہے اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرض منصبی کے حسن ادائیگی کو یوں بیان فرماتا ہے۔

وما هو على الغيب بضنين ۔(التکویر: ۸۱:۲۴)

"اور وہ نبی کریم غیب کے بتانے پر بالکل بخیل نہیں ہیں"۔

۱۔تفسیر خازن میں اس آیت کے تحت لکھا ہوا ہے

وماهو يعني محمد صلى الله عليه وآله وسلم (على الغيب) اى الوحى وخبر السماء واطلع عليه مما كان غائبا عن علمه من القصص والانبياء (بضنين) معناه، ببخيل يقول انه ياتيه علم الغيب ولا ينجل به عليكم ويخبركم به ولا يكتمه ۔

(لباب التاویل:۴:۳۵۷)

"یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وحی اور آسمانی خبر اور وہ چیزیں اور واقعات جو آپ کے علم میں نہ تھے اور جن پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اطلاع دی کے بیان میں بخل نہیں فرماتے بضنین کا معنی بخیل ہے اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس علم غیب آتا ہے اور وہ تمہیں بیان کرتے ہیں بخل نہیں فرماتے تمہیں اس کی خبر دیتے ہیں اور تم سے چھپاتے نہیں۔

۲۔امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت مقدسہ کے تحت لکھتے ہیں:

(وماهو) وما محمد عليه الصلوٰة والسلام (على الغيب) على الوحى اليه وغيره من الغيوب (بضنين) بالضاد وهو البخل اى لا يبخل يا تبليغ والتعليم ۔(انوار التنزیل ۴:۳۸۹)

ترجمہ: "اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وحی اور اس کے علاوہ غیوب کی تبلیغ اور تعلیم میں بخل نہیں فرماتے ضنین ضاد کے ساتھ ہے اور اس میں بخل کا معنی پایا جاتا ہے"۔

اطلاع علی الغیب اللہ تعالیٰ کی وہ نعمت عظمیٰ ہے جو ہر نبی اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حصے میں آتی رہی اور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بدرجہ اولیٰ اور اتم ارزانی ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے آگے بیان فرمانے میں بخل سے کام نہیں لیتے۔ بخیل اسے کہتے ہیں جس کے پاس مال و دولت ہو اور وہ اس میں سے خرچ نہ کرے بلکہ اسے چھپا چھپا کر رکھے جو خود مفلس و نادار ہو وہ کسی کو دے یا نہ دے اسے بخیل نہیں کہا جاسکتا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غیب بتانے میں بخیل نہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس غیب کے خزانے ہیں جنہیں آپ خود تک محدود نہیں رکھتے بلکہ دوسروں کو بتا دیتے ہیں۔ رہا یہ سوال نبی کتنا غیب جانتے ہیں اور کتنا نہیں جانتے اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنا غیب جانتے ہیں کہ کوئی جو چاہے پوچھ لے وہ غیب بتانے میں بخل نہیں کرتے وہ غیب حقیقی کی بھی خبر دیتے ہیں اور غیب اضافی کی بھی۔ آیۃ مذکورہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وسعت علم غیب کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے اگر غیب سے مراد قرآن پاک لیا جائے تو بھی ہمارا مدعا ثابت ہے کیونکہ قرآن پاک بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم میں شامل ہے اور قرآن پاک میں ہر چیز کا بیان ہے۔

علم غیب کی تعریف اور اس کی اقسام

ضروری وضاحت

علم غیب چونکہ دقیق اور اختلافی موضوع ہے مناسب سمجھتا ہوں کہ اس کی تعریف اور اقسام بھی بیان کر دوں تا کہ اصل مقصود حاصل ہو۔

علم غیب مرکب اضافی ہے علم مضاف اور غیب مضاف الیہ ہے۔ علم مضاف اپنے مضاف الیہ غیب سے مل کر مرکب اضافی ہوا۔

علم کی لغوی تعریف

علم چونکہ عربی زبان کا لفظ ہے اس لئے یہ باب علم یعلم سے مصدر ہے اور ع، ل، م، اس کا مادہ اشتقاق ہے اس سے تفعیل کے وزن پر تعلیم اور تفعل کے وزن پر تعلم آیا ہے اسی مادے سے علیم اور علام بطور مبالغہ اور اسم فاعل عالم کے الفاظ قرآن مجید میں آئے ہیں "معلوم" اسم مفعول جس کی جمع "معلومات" ہے بھی اسی سے مشتق ہے۔ المنجد میں لفظ علم کا معنی ادراک الشیء بحقیقتہ (کسی شے کی حقیقت کو جان لینا اور الیقین والمعرفۃ۔ یقین اور معرفت مذکور ہے اردو میں لفظ علم کا ترجمہ جاننا، آگاہی واقفیت حاصل کرنا ہے)۔

علم کی اصطلاحی تعریف

علم کی اصطلاحی تعریف میں خاصہ اختلاف ہے۔

بعض نے تصور اور تصدیق کو علم کہا ہے اور بعض کے نزدیک عالم اور معلوم کے مابین صفت اضافہ کا نام علم ہے بعض نے علم کو ایک ایسی صفت قرار دیا جس کے ذریعے حقائق اشیاء کی معرفت وحقیقت کا ادراک ہوتا ہے بعض کے نزدیک علم ثبوت ہے اور کسی نے کہا علم صورۃ الشیء فی الذھن (ذہن میں کسی شے کی صورت ہے) کسی نے کلی

ادراک کو علم کہا خواہ وہ حکماً ہو یا مفہوماً

علم کی تعریفات کی کثرت کا ظہور اس وجہ سے ہوا کہ تعریف کرنے والا کوئی فلسفی تھا تو کوئی منطقی تھا کوئی صوفی تھا تو کوئی اصولی تھا۔ ان سب نے کوئی جامع تعریف نہیں کی۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف "تفسیر کبیر" میں علماء کی وضع کردہ متعدد تعریفات کو دلائل سے باطل قرار دیتے ہوئے آخر میں رقم طراز ہیں۔

جب یہ ثابت ہوگیا کہ وہ تمام تعریفات جو علماء نے بیان کی ہیں باطل ہیں تو جان لیجئے کہ کسی شے کی تعریف سے عاجز آجانا کبھی تو مطلوب کے بہت زیادہ مخفی ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے اور کبھی اس قدر واضح ہونے کی وجہ سے کہ اس سے زیادہ واضح کوئی شے نہ پائی جائے جو اس کی تعریف کر سکے۔ تعریف علم سے عاجز آجانا بھی اسی قبیل سے ہے۔

بعض صاحبان علم نے جو تعریفات کی ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف

معرفة المعلوم علی ماھو بہ: کسی شے کو اس حقیقت وماہیت کے حوالے سے جس پر وہ قائم ہو پہچان لینا علم ہے۔ (المستصفی، ۱:۲۴)

۲۔ امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف

ھو تیقن الشی علی ماھو علیہ

کسی شے کی اس حقیقت پر یقین کرنا علم ہے جس پر وہ قائم ہو۔

(الاحکام فی اصول الاحکام، ۱:۲۶)

۳۔ امام اشعری علیہ الرحمہ کی تعریف

ادراك المعلوم علی ماھو بہ۔

کسی شے کو اس حقیقت وماہیت کے حوالے سے جس پر وہ قائم ہو جان لینا علم ہے۔ (دائرہ معارف اسلامیہ: ۱۳:۴۴۵)

۴۔امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف

العلم ادراك الشيء بحقيقته

کسی شے کو اس کی حقیقت کے حوالے سے جان لینا علم ہے۔(المفردات:۳۴۳)

امام جرجانی علیہ الرحمہ کی تعریف

هو الاعتقاد الجازم المطابق للواقع

علم وہ پختہ اعتقاد جو واقعہ کے عین مطابق ہو۔(التعریفات:۲۰۰)

علم کی تعریف کے بعد اب مناسب ہے کہ اس کی اقسام کو بیان کیا جائے کیونکہ تعریف جو کسی چیز کی ہوتی ہے اس کے ذریعے اس کی حد کو سمجھا جاتا ہے اور اقسام سے اس کا حوالہ ہو جاتا ہے۔

علم کی اقسام

علم کی کثرت تعریفات کی طرح اس کی اقسام بھی کثیر ہیں۔

تقسیم اول

اس کی دو اقسام ہیں

۱۔علم عقلی ۲۔علم سمعی

علم عقلی

وہ علم جو صرف عقل کی بنیاد پر حاصل کیا جائے۔

جیسے علم ریاضی۔علم منطق وغیرہ

ان میں عقل کی پرکھ اور سمجھنا پایا جاتا ہے۔

علم سمعی

وہ علم جو محض عقل سے حاصل نہ ہو بلکہ بذریعہ نقل وسماعت حاصل کیا جائے سمعی

علم کے ذیل میں آتا ہے جیسے علم حدیث، علم تفسیر، علم فقہ واصول فقہ، علم میراث، علم کلام وغیرہ یہ علوم انسان نقل وسماعت کے ذریعے حاصل کرتا ہے۔

(المفردات فی غریب القرآن:۳۴۳)

تقسیم ثانی

کسی شے کے ادراک کے حوالے سے علم کی دو اقسام ہیں

الحکم علی شیء بوجود شیء ہو موجود له ونفی شئ ہو منفی عنه

ایک چیز پر کسی صفت کیساتھ حکم لگانا جو (فی الواقع) اس کے لئے ثابت ہو یا ایک چیز کی دوسری چیز سے نفی کرنا جو (فی الواقع) اس سے نفی ہو۔

ایسی صورت میں لفظ علم کے دو معنی ہوں گے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے۔

فان علمتموهن مومنتٍ فلا ترجعوهن الى الكفار ۔(ممتحنہ ۶۰:۱۰)

پھر اگر تمہیں ان کے ایمان کا یقین ہو جائے تو انہیں کفار کی طرف واپس نہ کرو۔

اس آیت میں مسلمانوں کو تلقین فرمائی جارہی ہے کہ کفار کی عورتیں اپنا وطن چھوڑ کر تمہارے پاس آئیں تو تم ان کے بارے میں تحقیق کرلیا کرو اگر تمہیں ان کے صاحب ایمان ہونے کے بارے میں یقین آجائے تو انہیں کفار کی طرف واپس نہ بھیجو۔آیت کریمہ میں مذکورہ عورتوں پر صفت ایمان سے متصف ہونے کا حکم لگایا جا رہا ہے کہ ایمان کی صفت ان کے اندر موجود ہونی چاہیے۔آیت میں لفظ علم کے دو مفعول ہیں۔

هن اور مومنٰت

ادراك ذات الشيء

کسی شے کی ذات کا ادراک کرلینا

اس صورت میں لفظ علم کا مفعول ایک ہوتا ہے۔جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے۔

لاتعلمونهم الله يعلمهم ـ(الانفال ـ ۶۰)

جن کی چھپی دشمنی کو تم نہیں جانتے اللہ تعالیٰ انہیں جانتا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو آگاہ فرما رہا ہے کہ تم منافقین کی اندرونی کیفیات کو نہیں جانتے اس کا علم فقط اللہ تعالیٰ کو ہے، وہی جانتا ہے کہ یہ لوگ درپردہ اسلام کے خلاف سازشیں کرتے ہیں۔ یہ ظاہری طور پر دھوکہ دینے کے لئے مسلمان کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہیں لیکن اندر سے مسلمانوں کے خطرناک دشمن ہیں۔

تقسیم ثالث

تیسری قسم کی دو اقسام ہیں۔

ا۔ علم نظری

ما اذا علم فقد کمل

نظری وہ علم ہے جو حاصل ہونے کے ساتھ ہی مکمل ہو جائے۔

علم نظری نظر و تامل سے حاصل ہوتا ہے جیسے موجودات کائنات کا علم کہ زمین، آسمان، چاند، ستاروں وغیرہ کا علم انسان نظر و فکر سے حاصل کرتا ہے۔

علم عملی

مالا یتم الا بان یعمل

وہ علم جو عمل کے بغیر تکمیل نہ پائے۔

علم عملی عمل و تجربہ سے حاصل ہوتا ہے جیسے عبادات کا علم، اخلاقیات کا علم، اقتصادیات کا علم اور سیاسیات کا علم وغیرہ۔ ان سب کا تعلق عمل اور تجربہ سے ہے۔

لفظ علم کا قرآنی مفہوم

صاحب قاموس القرآن ''الدامغانی'' کے مطابق قرآن پاک میں لفظ علم تین صورتوں میں آتا ہے۔

ا۔ علم بمعنی اذن

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

فاعلموا انما انزل بعلم الله (هود، ۱۱: ۱۴)

تو یقین رکھو کہ قرآن پاک فقط اللہ کے علم سے اتارا گیا ہے۔

یہاں بعلم اللہ سے مراد باذن اللہ ہے یعنی قرآن پاک کے اذن سے اتارا گیا ہے۔ (قاموس القرآن للدامغانی: ۳۳۰)

علم بمعنی رؤیت (دیکھنا)

اس کے لئے قرآن پاک کی آیت دلیل ہیں۔

۱ ۔**ولنبلونكم حتى نعلم المجاهدين منكم** (محمد ـ ۴۷ـ ۳۱)

''اور البتہ ہم تم لوگوں کو آزمائیں گے تاکہ معلوم کریں کہ تم میں مجاہد کون ہیں''؟

۲ ۔**ام حسبتم ان تدخلوا الجنة ولمّا يعلم الذين جاهدوا منكم ويعلم الصابرين** ـ(آل عمران، ۳: ۱۴۲)

''کیا تم یہ گمان کئے ہوئے ہو کہ تم (یونہی) جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ تعالیٰ نے تم میں سے جہاد کرنے والوں کو پرکھا ہی نہیں اور نہ ہی صبر کرنے والوں کو جانچا ہے''۔

۳ ۔**ولما يعلم الله الذين جاهدوا منكم ولم يتخذوا من دون الله ولا رسوله ولا المومنين وليجة** ـ(توبہ ۹، ۱۶)

''حالانکہ (ابھی) اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو متمیز نہیں فرمایا جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا اور اس کے رسول کے سوا اور اھل ایمان کے سوا (کسی کو) محرم راز نہیں بنایا''

آیات مذکورہ میں لفظ علم رؤیت کے معنی میں آیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے مجاہد اور صابر ہونے کا علم تو ہے مگر وہ تمہیں عملاً جہاد کرتے ہوئے اور صبر کرتے ہوئے دیکھنا چاہتا ہے۔

۳۔ علم بمعنی جاننا

واللہ یعلم ماتسرون وما تعلنون (النمل ۔ ۱۶:۱۹)

''اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو''۔

اس آیت میں لفظ علم بعینہٖ علم کے معنی میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری پوشیدہ باتوں کو بھی جانتا ہے اور ظاہری باتوں کو بھی۔

علم کی اہمیت

علم...... خشیت الٰہی کا باعث

علم سے انسان کے اندر خوف وخشیت الٰہی پیدا ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء (فاطر، ۳۵:۲۸)

''اللہ تعالیٰ کے بندوں میں جو علم والے ہیں وہ اللہ تعالیٰ ہی سے ڈرتے ہیں''۔

علم...... بنائے شرف آدم

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے وہ پہلو جو انسان کو دیگر تمام مخلوقات سے بہتر کرتا ہے اس کا صفت علم سے متصف ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے علمی فضیلت کی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام کو مسجود ملائک ہونے کا شرف عطا فرمایا۔

ارشاد فرمایا:

وعلم آدم الاسماء کلھا ۔(البقرہ: ۲:۳۱)

''اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام (اشیاء کے) نام سکھا دیئے''۔

امام ابن کثیر اس آیہ کریمہ کے تحت فرماتے ہیں۔

ھذا مقام ذکر اللہ تعالٰی فیہ شرف آدم علی الملائکۃ بما اختصہ من علم اسماء کل شیء دونھم ۔(تفسیر القرآن العظیم۔۱:۷۳)

''اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی اس فضیلت کو بیان فرمایا ہے کہ جو انہیں فرشتوں کے مقابلے میں علم الاسماء کی خصوصیات کے

باعث حاصل ہوئی"۔

اس فضیلت علمی کے باب میں امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

فی هذه الاية دليل على فضل العلم واهله

(الجامع لاحکام القرآن،۱:۲۸۸)

اس آیت میں علم اور اہل علم کی فضیلت کی دلیل پائی جاتی ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کو نہ صرف علم الاسماء سے نوازا گیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو آپ کی علمی برتری کا علمی مشاہدہ بھی کرایا۔

ارشاد فرمایا: **قال یآدم انبئهم باسمائهم** (البقرہ،۲:۳۳)

"اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم (اب تم) انہیں ان اشیاء کے ناموں سے آگاہ کرو"۔

حضرت آدم علیہ السلام نے استفسار پر تمام اشیاء کے نام بتادیئے۔ یہ مشاہدہ فرشتوں کے لئے ایک ایسی تجزی توثیق کا درجہ رکھتا تھا جس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کی علمی فضیلت اور اس کی بناء پر ان کے استحقاق خلافت کی نسبت کسی شک وشبہ اور حیرت واستعجاب کی گنجائش باقی نہ رہی اس سے ملائکہ پر یہ حقیقت آشکار کرنا مقصود تھا کہ بنی آدم میں صرف خونریزی اور فساد انگیزی کا بھی مادہ موجود نہیں بلکہ اسے علم وشعور کی وہ استعداد عطا کی گئی ہے جس کے باعث وہ کائنات کی تکوینی حکمتوں اور مصلحتوں کو سمجھ سکتا ہے اچھائی اور برائی میں واضح امتیاز کرسکتا ہے اور اشیائے عالم کو اپنے تصرف میں لاسکتا ہے اوان کے خواص وافعال جاننے کی وجہ سے انہیں اپنے اختیار سے نیک یا بد مقاصد کے حصول کے لئے استعمال بھی کرسکتا ہے اس کے اسی علم و آگہی اور شعور ومعرفت کی بنا پر اسے کرہ ارضی کی خلافت عطا کی گئی چونکہ وہ خیر وشر کی دونوں قوتوں اور ان کی خاصیتوں سے شناسا ہے اس لئے وہ ان سے نہایت کامیابی

کے ساتھ نمٹنے کی اہلیت وصلاحیت بھی رکھتا ہے۔

علم ...... انسان کی امتیازی خصوصیت

اسلام علم پر اس قدر زور دیتا ہے کہ کسی سطح پر جہالت کو گوارہ نہیں کرتا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ انسان اور حیوان کے درمیان عقل وعلم کا استعمال ہی بنیادی فرق کا حامل ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر ارشاد فرمایا:

قل هل يستوى الذين يعلمون والذين لايعلمون ۔ (الزمر،۳۹:۹)

"آپ فرمادیجئے کہ سمجھ والے اور بے سمجھ کہیں برابر ہوتے ہیں"۔

عالم اور جاہل کبھی برابر نہیں ہوسکتے کیونکہ علم روشنی اور جہالت تاریکی ہے۔ علم ہدایت ہے اور جہالت گمراہی ہے۔ علم انسان میں احساس بندگی کو جاگزیں کرکے اس کے اندر احساسِ برتری اور غرور وتکبر کو چن چن کر نکال دیتا ہے۔

علم ...... ہدایت انسانی کا نقطہ آغاز

علم کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ کلام الٰہی کا وہ سلسلہ جسے حضور ونہیں ہے پر نازل کیا گیا اور باری تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب کے ذریعے جس کلام کو انسانی رابطے کا نقطہ آغاز قرار دیا اور جہاں سے ہدایت ربانی عالم انسانی کی طرف اترنا شروع ہوئی۔ اس کا پہلا کلام وپیغام ہی پیغام علم تھا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اقرا باسم ربك الذى خلق ۔ خلق الانسان من علق ۔ اقرا وربك الاكرم ۔ الذى علم بالقلم ۔ علم الانسان مالم يعلم ۔

(العلق۔۳۰۔۱:۵)

"اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رب کے نام سے (آغاز کرتے ہوئے) پڑھیے جس نے (ہر چیز کو) پیدا فرمایا اس نے انسان کو (رحم

مادر میں) جونک کی طرح معلق وجود سے پیدا کیا۔ پڑھیے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے (لکھنے پڑھنے کا) علم سکھایا جس نے انسان کو (اس کے علاوہ بھی) وہ (کچھ) سکھا دیا جو وہ نہیں جانتا تھا''۔

اس پہلی وحی اور پہلے پیغام سے انسانیت کی رشد و ہدایت کا آغاز ہوا اور یہ بات واضح کر دی گئی کہ اسلام اوّل تا آخر علم کا پیغام ہے۔

مرتبہ علم نبوت

کوئی فرد بشر تکمیل علم کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ ایسا کرنا بے معنی سی چیز ہوگی۔ علم تو ایک سمندر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں۔ علم تو اکتسابی بھی ہوتا ہے اور عطائی بھی اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ رسولوں اور نبیوں کو علم کا وہ نور عطا کرتا ہے جو عام انسانوں کے حصے میں نہیں آتا۔ ان کے لئے علم کے وہ سربستہ دروازے بھی کھول دیئے جاتے ہیں جو عام انسانوں پر مقفل ہوتے ہیں۔ انہیں وحی کے ذریعے ان مغیبات کا علم بھی عطا کر دیا جاتا ہے۔ جہاں تک عام انسانوں کی رسائی ممکن نہیں علم درجات اور مراتب پر مشتمل ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وفوق کل ذی علم علیم (یوسف، ۱۲:۷۶)

''اور ہر صاحب علم سے اوپر (بھی) ایک علم والا ہوتا ہے''۔

یہ بات ذہن میں مستحضر رہے کہ تمام مراتب علم جہاں پہنچ کر ختم ہو جاتے ہیں وہاں سے مرتبہ علم نبوت کا آغاز ہوتا ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام کے مراتب علم جہاں پہنچ کر ختم ہو جاتے ہیں وہاں سے مرتبہ علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آغاز ہوتا ہے گویا کہ مرتبہ علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات کے مراتب علم سے ارفع و اعلیٰ ہے۔ اس کے اوپر مرتبہ علم الوہیت ہے جس کا تصور بھی ذہن انسانی میں آنا محال ہے۔ اس شان کمال علم کے باوجود اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ہدایت فرما رہا

ہے کہ۔

قل رب زدنی علما ۔ (طٰہٰ: ۲۰: ۱۱۴)

''اور آپ (رب کے حضور یہ) عرض کیا کریں کہ میرے رب! مجھے علم میں اور بڑھا دے''۔

حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محبوب رب دو جہاں ہیں اللہ تعالیٰ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور کائنات کا ذرہ ذرہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین پاک کی خیرات ہے۔ رب کائنات نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کن کن علوم سے نوازا اور کتنا نوازا یہ ہمارے حیلہ شعور سے باہر ہے۔

سب کچھ عطا کیا ہے خدا نے حضور کو
سب کچھ ریاض دامن خیر البشر میں ہے

اہل علم کے لئے بلندی درجات کا وعدہ

اللہ تعالیٰ کس طرح اہل علم کے درجات بلند فرماتا ہے۔ اس کا اظہار اس ارشاد ربانی سے ہوتا ہے۔

یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین اوتو العلم درجات
(المجادلہ۔ ۵۸:۱۱)

''اللہ تم میں سے ایمان والوں کے اور ان لوگوں کے جن کو علم عطا کیا گیا ہے درجے بلند کرے گا''۔

جب بارگاہ خداوندی سے انسان کو علم عطا ہوتا ہے تو وہ احساس ممنونیت کے پانیوں میں ڈوب جاتا ہے۔ اس کی جبین نیاز اپنے مالک کے حضور جھک جاتی ہے اور وہ سجدہ شکر بجا لا کر اپنی بندگی کا اظہار کرتا ہے اگر علم اور عبادات کے زعم میں وہ حکم عدولی پر اتر آئے اور اس کی گردن اکڑ جائے تو یہ سمجھ لیجئے کہ وہ شیطان مردود کا پیرو بن

گیا۔ اس لئے کہ جھکنے میں ہی رفعت اور سربلندی ہے جب انسان اپنے اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکتا ہے تو پھر اسے عزت اور بلندی سے سرفراز کر دیا جاتا ہے۔ مخلوق خدا اس کی طرف علم کی پیاس بجھانے کے لئے کشاں کشاں چلی آتی ہے۔ جوں جوں انسان اپنے آپ کو جھکاتا چلا جاتا ہے اس کے اندر علم کی پیاس بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اسے بلند سے بلندتر کرتا چلا جاتا ہے۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہیے
کہ دانہ خاک میں ملکر گل وگلزار ہوتا ہے

غیب کی لغوی تعریف

''غیب'' غاب یغیب (ض) سے مصدر ہے جو چیز آنکھ سے مخفی ہو غیب کہلاتی ہے۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کی لغوی تعریف

الغیب فی کلام العرب کل ماغاب عنك، غایت الشمس تغیب والغیبة معروفة واغابت المراۃ فھی مغیبة اذاغاب عنھازوجھا ووقعنافی غیبة وغیابة ای ھبلة من الارض والغیابة الاجمة وھی جماع الشجر یغاب فیھا ویسمی المطئمن من الارض الغیب لانه غاب عن البصر۔

(الجامع لاحکام القرآن)

''محاورہ عرب میں غیب وہ ہے جو آپ کی نظروں سے پوشیدہ ہو۔ جب سورج غروب ہو جاتا ہے تو کہتے ہیں ''غابت الشمس'' اور غیب یا غیبت کا معنیٰ تو معروف ہے (یعنی کسی کی غیر موجودگی میں اس کی عیب گوئی کرنا) اور جب کسی عورت کا شوہر غائب ہو جائے تو کہا جاتا ہے ''اغابت المراۃ'' وہ عورت مغیبہ کہلاتی ہے۔ اور ہم

''غیبة وغیابة'' میں گر گئے سے مراد ہے کہ ہم گڑھے میں گر گئے اور ''الغیابة'' درختوں کے جھنڈ کو کہا جاتا ہے۔ کیونکہ اس میں ایک جگہ کافی درخت جمع ہوتے ہیں جن کے اندر چھپا جا سکتا ہے اور پست زمین کو ''الغیب'' کہا جاتا ہے کیونکہ زمین کا یہ حصہ نظر سے پوشیدہ ہوتا ہے۔

قرآن پاک کی درج ذیل آیات کریمہ مذکورہ بالا لغوی معنیٰ پر دلالت کر رہی ہے۔

۱۔ **فَلَنَقُصَّنَّ علیھم بعلم وما کنا غائبین** ۔ (الاعراف، ۷:۷)

''پھر ہم ان پر (اپنے) علم سے (ان کے سب) حالات بیان کریں گے اور ہم (کہیں) غائب نہ تھے (کہ انہیں دیکھتے نہ ہوں)''۔

۲۔ **الذین یخشون ربھم بالغیب** ۔ (الانبیاء، ۲۱:۴۹)

''وہ جو بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں''۔

اللہ تعالیٰ کی ذات اس جہان میں دکھائی نہیں دیتی، اس کے موجود ہونے کا علم نظر واستدلال سے حاصل ہوتا ہے''۔

۲۔ امام ابن منظور الافریقی لفظ غیب پر فرماتے ہیں

والغیب کل ماغاب عنك ابواسحاق فی قوله تعالیٰ: یومنون بالغیب ای یومنون بماغاب عنھم مما اخبر ھم به النبی صلی اللہ علیه وآلہٖ وسلم من امر البعث والجنة والنار وکل ماغاب عنھم مما انبا ھم به فھو غیب ۔ (لسان العرب، ۱:۶۵۴)

''جو چیز تم سے غائب ہو وہ غیب ہے امام ابواسحاق نے ''یؤمنون بالغیب'' کی تفسیر میں کہا ہے جو چیز متقین سے غائب ہوتی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو اس کی خبر دی وہ غیب ہے جیسے مرنے کے بعد اٹھنا، جنت، دوزخ اور ہر وہ چیز جو ان سے غائب تھی اور نبی صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اس کی خبر دی وہ غیب ہے"۔

امام ابن منظور ابن الاعرابی غیب کے حوالے سے لکھتے ہیں

والغیب ایضاً ماغاب عن العیون وان کان محصلافی القلوب ۔(لسان العرب: ۱ : ۶۵۴)

"اور وہ چیز بھی غیب ہی ہے جو آنکھوں سے تو غائب ہو مگر دلوں میں موجود ہو"۔

غیب کی اصطلاحی تعریف

لغوی طور پر تو ہر وہ شے جو ہماری نظروں سے پوشیدہ ہو غیب کے زمرے میں آتی ہے مگر اصطلاحی طور پر غیب کا اطلاق صرف ان اشیاء پر ہوتا ہے جن کا علم نہ تو حواس خمسہ سے حاصل ہو سکے اور نہ ہی بداہت عقل کے ذریعے معلوم ہوں بلکہ ان کی خبر انبیاء علیہم السلام کے ذریعے حاصل ہو۔ پاکستان کے باشندوں کے لئے مدینہ منورہ غیب نہیں کیونکہ یا تو انہوں نے خود اپنی آنکھوں سے اس کی زیارت کی ہوگی یا پھر کسی زائر کی زبانی اس شہر حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ سنا ہوگا مگر یہ کہ اس وقت مدینہ منورہ کے فلاں گھر کے فلاں کمرے میں یہ ہو رہا ہے۔ یہ ہو رہا ہے بلا کسی ذریعہ علم کے غیب ہے یا مثلاً کسی ذریعہ علم کے دور دراز علاقہ میں بیٹھ کر یہ بتانا کہ اس وقت فلاں گھر‘ مسجد میں‘ دکان میں‘ ادارے میں‘ یہ کام ہو رہا ہے فلاں شخص ملک میں فلاں مقام پر اس وقت یہ سوچ رہا ہے‘ یہ کر رہا ہے‘ یہ کرنے کا منصوبہ بنا رہا ہے‘ غیب ہے بغیر کسی ظاہری اسباب کے یہ بتانا کہ فلاں کے پیٹ میں یہ ہے یہ بھی غیب ہے۔ پس مکہ مکرمہ و مدینہ وغیرہ کا علم اجمالی تو علم غیب نہیں مگر اس کی تفاصیل بلا کسی سبب ظاہری کے صحیح صحیح بتا دینا علم غیب ہے۔

علم غیب کی یہ تعریف جمہور مفسرین کی متفق علیہ ہے۔

شیخ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غیب کی تعریف

وھو ماغاب عن الحس والعقل غیبة کاملة بحیث لایدرک لواحد منهما ابتداء بطریق البداهة ۔(تفسیر روح البیان،۱:۳۲)

"غیب سے مراد وہ امور ہیں جو حواس اور عقل سے مکمل طور پر اس طرح پوشیدہ ہوں کہ ابتدا بدیہی طور پر ان کا ادراک کسی کو نہ ہو سکے"۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غیب کی تعریف

الغیب کل ما اخبر به الرسول علیه السلام مما لا تهتدی الیه العقول من اشراط الساعة وعذاب القبر والحشر والنشر والصراط والمیزان والجنة النار ۔

(الجامع لاحکام القرآن،۱:۱۶۳)

"غیب وہ سب کچھ ہے جسکی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی ان امور میں سے جن تک عقل راہ یاب نہیں ہو سکتی یعنی علامات قیامت عذاب قبر، حشر نشر، پل صراط میزان، جنت اور دوزخ"۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غیب کی تعریف

والمراد به ماغاب عن ابصارهم من ذات الله وصفاته والملائكة والبعث والجنة والنار و الصراط والمیزان وعذاب القبر وغیر ذالك ۔(التفسیر المظهری ۔ ۱: ۲۰)

غیب سے مراد وہ ہے جو لوگوں کی نظروں سے غائب ہے جیسے ذات وصفات باری تعالیٰ، ملائکہ، بعث جنت و دوزخ، پل صراط، میزان، عذاب قبر اور اسی طرح کے دیگر امور"۔

علامہ زمخشری علیہ الرحمہ غیب کی تعریف یوں کرتے ہیں

والمراد به الخفى الذى لا ينفذفيه ابتداء الاعلم اللطيف الخبير وانما نعلم منه ما اعلمناهٔ اونصب لنادليلا عليه .

(الکشاف،۱:۳۹)

"غیب سے مراد وہ مخفی چیز ہے جس کی ابتدا کا صرف اللہ تعالیٰ کو علم ہوتا ہے اور ہمیں اس میں سے صرف انہی چیزوں کا علم ہوتا ہے جن کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں علم دیا ہے یا جن کے علم پر دلیل قائم فرمائی ہے"۔

امام نسفی علیہ الرحمہ کے نزدیک غیب کا مفہوم

(بالغيب) بما غاب عنهم مما انباهم به النبى صلى الله عليه وآله وسلم من امر البعث والنشور والحساب وغير ذلك .

(مدارک التنزیل،۱:۱۳)

غیب سے مراد وہ امور ہیں جو متقین کی نظروں سے پوشیدہ تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ان امور کی خبر دی جیسے مرنے کے بعد اٹھایا جانا۔ حشر نشر، حساب اور دیگر امورِ غیب"۔

قاضی ناصر الدین بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غیب کا مفہوم

والمراد به (اى بالغيب) الخفى الذى لا يدركه الحس لا يقتضيه بديهة العقل . (انوار التنزيل ، ۱ : ۲۸)

"غیب سے مراد ہر وہ خفی شے ہے جس کا ادراک نہ تو حواس کر سکیں اور نہ ہی وہ عقل کی سریع الفہمی کے دائرے میں آ سکے"۔

امام راغب اصفہانی غیب کی اصطلاحی تعریف یوں کرتے ہیں

مالا يقع تحت الحواس ولا تقتضيه بداية العقول وانما

يعلم بخبر الانبياء عليهم السلام . (المفردات فی غریب القرآن:۳۶۷)

"غیب وہ ہوتا ہے جو حواس خمسہ میں نہ آ سکے اور نہ ہی عقل کی تیزی اس کا ادراک کر سکے اور وہ صرف انبیاء علیہم السلام کی خبر سے معلوم ہو"۔

علم غیب کیا ہے

علم غیب ان حقیقتوں کا علم ہے جو نہ تو بداہتِ عقل سے حاصل ہوں اور نہ انسان کے حواس خمسہ کے ذریعے ان تک رسائی ہو سکے دوسرے لفظوں میں وہ نہ آنکھ سے نظر آئیں نہ کان سے سنائی دیں نہ ناک سے سونگھ کر یا زبان سے چکھ کر ان کا علم ہو سکے اور نہ ہی ہاتھ سے چھو کر ان کو محسوس کیا جا سکے اور نہ فطرت و وجدان ہی ان کی حقیقت و ماہیت کو جان سکیں یہاں تک کہ انسان کی ساری خلقی طبعی اور کبھی استعدادی صلاحیتیں جواب دے جائیں۔ جب کہ ان حقائق غیبیہ کا علم اللہ تعالیٰ کو از خود ہے یعنی وہ اپنے علم میں کسی ذریعہ اور وسیلہ کا محتاج نہیں۔ اس کے برعکس نبوت وحی کے ذریعے ان پر مطلع ہوتی ہے اور ان پوشیدہ حقائق کی خبر اہلِ علم کو پہنچاتی ہے اس طرح وہ امور بھی غیب کے ضمن میں آتے ہیں جن کا حصول انسانی ذرائع علم سے ممکن ہو مگر واقعۃً ان کا علم ان ذرائع کے بغیر اطلاع خداوندی سے ہو رہا ہو۔

قرآن حکیم کی متعدد آیات جن میں غیب کا تذکرہ ہے اس معنیٰ پر دلالت کرتی ہیں ان آیات کا تذکرہ آئندہ صفحات میں مختلف عنوانات کے تحت کیا جائے گا۔

علم غیب کے معنی کی نسبت ایک مغالطہ کا ازالہ

علم غیب کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ ایسا علم جو کسی کو معلوم نہ ہو بلکہ اس سے مراد وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر کسی دوسرے ذریعے سے معلوم نہ ہو سکے۔ اس کی وضاحت قرآن مجید میں مذکورہ مثالوں کے ذریعے پیش کی جاتی ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات اور بیت المقدس کی تعمیر کا واقعہ

حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس تعمیر کروایا۔ اللہ تعالیٰ نے جنات کو ان کے قبضے میں دے رکھا تھا۔ آپ نے جنات کو حکم دیا وہ مزدوری کرنے لگے اور خود عصا کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے۔ اسی اثناء آپ علیہ السلام وفات پا گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی وفات کو جنات پر ظاہر نہ ہونے دیا۔ آپ لکڑی کی ٹیک کے ساتھ کھڑے رہے جسد مبارک نہ گرا خدا جانے کتنا عرصہ بیت گیا۔ جنات یہ سمجھتے رہے کہ آپ بدستور اُن کی نگرانی فرما رہے ہیں۔ یہ تو جب لکڑی کو دیمک نے کھانا شروع کر دیا اور بالآخر دیمک نے لکڑی کو کھا لیا اور وہ ٹوٹ کر نیچے جا گری تو جسم اقدس بھی زمین پر آ گیا جنات کو تب معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام تو مدت ہوئی وفات پا چکے تھے اس پر جنات نے جو کہا قرآن کریم نے اس کو یوں بیان فرمایا ہے۔

فلما قضينا عليه الموت ما دلهم على موته الا دابة الارض تاكل منساته فلما خر تبينت الجن ان لو كانوا يعلمون الغيب مالبثوا فى العذاب المهين ۔(السباء، ۳۴:۱۴)

’’پھر ہم نے جب ان کے لئے موت کا حکم صادر فرمایا تو کسی چیز نے ان (جنات) کو ان کی موت سے آگاہ نہ کیا بجز ایک گھن کے کیڑے کے جو سلیمان علیہ السلام کے عصا کو کھاتا رہا (جس کے سہارے وہ عبادت میں مہینوں مشغول رہا کرتے) پھر (جب مسجد کی تعمیر ہو گئی اور) جب وہ گر پڑے تب جنوں کو معلوم ہوا (کہ حضرت سلیمان علیہ السلام) وفات پا چکے ہیں اور ان پر یہ بھی عقد کھلا) کہ اگر وہ غیب (کا علم) جانتے ہوتے تو اس ذلت کے تکلیف میں نہ (پھنسے) رہتے‘‘۔

مذکورہ بالا آیہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت کے

واقع ہونے کے بعد اس مدت کو جس کے دوران وہ ان کی آنکھوں کے سامنے کھڑے رہے غیب کہا ہے حالانکہ ان کے بے جان جسم کو حواس اور آنکھیں دیکھ رہی تھیں مگر اللہ تعالیٰ کی جانب سے انہیں اس کی حقیقت کے بارے میں علم نہیں تھا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعات

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعات کا علم انسانی ذرائع علم کے بغیر عطا فرمایا یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ یہ وہ واقعات تھے جنہیں دنیا دیکھ چکی تھی۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کو علم غیب سے تعبیر کیا اور فرمایا۔

ذلك من انباء الغيب نوحيه اليك ۔(یوسف ۱۲، ۱۰۲)

’’(اے حبیب مکرم) یہ قصہ غیب کی خبروں میں سے ہے جس کو ہم آپ کی طرف وحی فرما رہے ہیں‘‘۔

اسی طرح آسمانوں میں موجود چیزوں کو قرآن میں غیب کہا گیا ہے یہ ہمارے لئے تو مخفی ہیں مگر آسمانوں میں فرشتے انہیں دیکھ رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ لہٰذا وہ اشیاء جسے لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں مخلوق دیکھ رہی ہے وہ زمین والوں کے لئے غیب ہے۔

قرآن پاک سے استنباط کرتے ہوئے معلوم ہوا کہ غیب کا تعلق فقط اس علم سے ہے جو براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہو۔ اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ غیب کی دو صورتیں ہیں۔

۱۔ جو آنکھوں کے سامنے ہو مگر اس کی حقیقت وہ ماہیت کے بارے میں علم نہ ہو۔

۲۔ جو آنکھوں سے تو اوجھل ہو مگر اس کے بارے میں علم ہو۔

یہ دونوں صورتیں غیب ہی کہلائیں گی مگر ان کو نوعیت مختلف ہے۔

علم غیب عطا ہو کر بھی غیب ہی کہلاتا ہے

بعض اہل علم کو ایک مقام پر یہ مغالطہ ہوا کہ جو علم دے دیا جائے وہ علم عطائی غیب نہیں رہتا۔ یہ تصور اس لئے غلط ہے کہ قرآن پاک کے مطابق اللہ تعالیٰ نے جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعات کی خبر دی تو اس باب میں ارشاد فرمایا:

ذلك من انباء الغيب نوحيه اليك ۔(یوسف : ۱۲:۱۰۲)

''(اے حبیب مکرم) یہ قصہ غیب کی خبروں میں سے ہے جسے ہم آپکی طرف وحی فرما رہے ہیں''۔

سو معلوم ہوا کہ علم غیب وحی کے ذریعے عطا ہونے کے بعد بھی قرآن پاک کی اصطلاح میں ''غیب'' ہی کہلاتا ہے۔ علاوہ ازیں تمام مندرجات قرآن کا علم بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غیب میں سے ہے۔ چنانچہ امام ابن کثیر اس حوالے سے ایک قول نقل فرماتے ہیں۔

قال سفيان الثورى عف عاصم عن زرقال الغيب القرآن ۔

(تفسیر ابن کثیر، ۱:۴۱)

''سفیان ثوری نے عاصم سے اور انہوں نے زر سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا غیب سے مراد قرآن ہے۔

قرآن بھی کرتا ہے مدحِ رسول ﷺ
اے جانِ رسالت تم پر کروڑوں سلام

علم غیب کی اقسام

قرآن کریم کی رو سے علم غیب کی بنیادی طور پر دو اقسام ہیں۔

ا۔علم غیب حقیقی ۲۔علم غیب اضافی

علم غیب حقیقی

علم غیب حقیقی ان امور کا علم ہے جو نوع انسانی کے ہر فرد کے لئے غیب ہوں اور ان پر کوئی دلیل قائم ہو سکے جیسے ذات وصفات باری تعالیٰ، ملائکہ، جنت، دوزخ، عالم برزخ حیات بعد الممات، قیامت، احوال قیامت، یہ سب امور غیب حقیقی ہیں اور ان کے اثبات پر قرآن پاک کی آیات سے استدلال کیا جاتا ہے ان امور غیبیہ کی خبریں اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے ذریعے ان کی امتوں کو دی ہیں اور ان سے ان پر ایمان بالغیب کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ قرآن پاک نے اہل ایمان متقین کی صفات میں ایمان بالغیب کا ذکر کیا ہے۔

ارشاد فرمایا گیا:

الذين يومنون بالغيب ۔(البقرہ، ۲:۳)

''جو غیب پر ایمان لاتے ہیں''۔

آیۂ مذکورہ میں جمہور مفسرین کے نزدیک غیب سے مراد غیب حقیقی ہے اور یہ غیب بذریعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن عامۃ المسلمین کو بلا تخصیص حاصل ہوتا ہے۔

نسیم الریاض شرح الشفاء میں ہے

ولم يكلفنا الله الايمان بالغيب الاوقد فتح لناباب غيبه

(نسیم الریاض من شرح الشفاء، ۳:۵۵۱)

''اللہ تعالیٰ نے ایمان بالغیب کی تکلیف نہیں دی مگر یوں کہ قطعاً ہمارے لئے اپنے غیب کا دروازہ کھول دیا''۔

امام زرقانی فرماتے ہیں

وما كلفنا الله الايمان بالغيب الاوقد يفتح لناباب غيبه

(الزرقانی علی المواهب، ۷:۲۰۱)

''اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایمان بالغیب کا مکلّف نہیں ٹھہرایا مگر اس طرح کہ وہ اپنے غیب کا دروازہ یقیناً ہمارے لئے کھول دیتا ہے''۔

امام رازی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں

واما الذی علیه دلیل فلا یمتنع ان تقول نعلم من الغیب مالنا علیه دلیل ویفید الکلام و لا یلتبس ۔(التفسیر الکبیر،۲:۲۸)

''اور وہ غیب جس پر دلیل ہے پس آپ کا یہ کہنا منع ہے کہ غیب سے ہم وہ جانتے جن پر ہمارے لئے دلیل ہے یہ کلام مفید ہے اور اس میں کوئی التباس نہیں''۔

امام بیضاوی علیہ الرحمہ ''یومنوں بالغیب'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

والایمان فی اللغة عبارة عن التصدیق ...... وقدیطلق بمعنی الوثوق وکلالوجهین حسن فی یومنون بالغیب ۔

(انوار التنزیل۔۱:۲۷)

''ایمان لغۃً تصدیق سے عبارت ہے اور کبھی اس کا اطلاق یقین اور وثوق کے معنی پر بھی کیا جاتا ہے۔اور یہ دونوں صورتیں مستحسن ہیں''۔

یہاں پر ایمان کا معنی تصدیق ہے جبکہ تصدیق علم ہی کی ایک قسم ہے چنانچہ ''یومنون بالغیب'' کا معنی ہوگا ''یعلمون الغیب'' یعنی وہ غیب کو جانتے ہیں لیکن وہ بلا دلیل غیب کو نہیں جان سکتے۔ پس یہاں پر اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کو ان غیوب کی اطلاع دینا ہی سب سے مضبوط دلیل ہے۔

علم غیب اضافی

علم غیب کی دوسری قسم علم غیب اضافی ہے وہ شے جو کسی ایک کے لئے تو غیب ہو مگر دوسروں کے لئے حاضر ہو غیب اضافی ہوگئی۔ جیسے اگر کوئی شخص کمرے کے اندر

بیٹھا ہو تو وہ کمرے سے باہر والوں کے لئے حاضر نہیں بلکہ غیب ہے اور کمرے کے اندر والوں کے لئے حاضر ہے کسی ایسی شے کے بارے میں جاننا جو کسی ایک کے لئے تو غیب ہو مگر کسی دوسرے کے لئے حاضر ہو اور اس پر کوئی دلیل بھی قائم نہ ہو علم غیب اضافی کہلاتا ہے۔ جیسے قیامت کا علم، رحم مادر میں بچے کا علم کہ وہ سعید ہے یا شقی ہے ان امور کے بارے میں کوئی دلیل قائم کرنا ممکن نہیں جس کے ذریعے انہیں معلوم کیا جا سکے۔اس دوسری قسم کے غیب کو مفاتح الغیب کہتے ہیں اور کہا گیا ہے۔

امام رازی علیہ الرحمہ نے اس کی دو اقسام کی ہیں

ثم هذا الغیب ینقسم الی ماعلیه دلیل والی مالیس علیه دلیل ۔(التفسیر الکبیر۔۱:۲۷)

''غیب کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ ہے جس پر دلیل قائم ہو اور دوسری وہ جس پر دلیل قائم نہ ہو۔

امام بیضاوی علیہ الرحمہ نے علم غیب کی دو اقسام ذکر کی ہیں

وهو قسمان قسم لا دلیل علیه وهو المعنی بقوله تعالیٰ ''وعندمفاتح الغیب لایعلمها الاهو'' وقسم نصب علیه دلیل کالصانع وصفاته والیوم ال آخر واحواله ۔

(انوار التنزیل۔۱:۲۷)

غیب کی دو قسمیں ہیں ایک قسم وہ ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو۔اور یہ اس فرمان باری تعالیٰ، **وعنده مفاتح** ...... الخ سے ہی مفہوم ہے اور دوسری قسم وہ ہے جس پر کوئی دلیل قائم ہو جیسے صانع (ذات باری تعالیٰ) اور اس کی صفات یوم آخرت اور احوال قیامت۔

صاحب روح البیان امام اسماعیل حقی علیہ الرحمہ غیب کی اقسام کا ذکر ان الفاظ

میں کرتے ہیں:

”وھو قسمان قسم لا دلیل علیہ وھو الذی ارید بقولہ سبحانہ وعندہ مقاتح الغیب لایعلمھا الا ھو وقسم نصب علیہ دلیل کا الصالغ وصفاتہ“ ۔(تفسیر روح البیان : ۱ ۔۳۲)

غیب کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جس پر دلیل قائم نہ ہو۔ اور فرمان الٰہی وعندہ مفاتح ۔الخ سے یہی مراد ہے اور دوسری قسم وہ ہے جس پر دلیل قائم ہو جیسے صانع اور اس کی صفات۔

علم غیب اضافی کی اقسام

علم غیب اضافی کو زمانے کے لحاظ سے پھر تین اقسام میں منقسم کیا گیا ہے۔

۱۔علم غیب اضافی باعتبار ماضی۔

۲۔علم غیب اضافی باعتبار حال۔

۳۔علم غیب اضافی باعتبار مستقبل۔

قرآن پاک کی آیات بینات کے حوالے سے تینوں اقسام کی توضیح وتشریح کچھ اس طرح ہے۔

علم غیب اضافی باعتبار مستقبل

ایسے واقعات جو آج رونما نہیں ہوئے لیکن انہیں مستقبل میں ظہور پذیر ہونا ہے۔ ان کا علم بغیر کسی ظاہری ذریعے کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی ہو جانا علم غیب اضافی باعتبار مستقبل کہلائے گا۔ ایسا علم انبیاء کرام علیہم السلام کو ارزانی ہوا جیسا کہ درج ذیل آیات قرآنیہ سے اس کا واضح ثبوت مہیا ہو رہا ہے۔

۱ ۔قال یبنی لاتقصص رؤیاک علی اخوتک فیکیدوا لک کیدا ۔(یوسف ، ۱۲: ۵)

”انہوں نے کہا اے میرے بیٹے اپنا یہ خواب اپنے بھائیوں سے بیان نہ کرنا ورنہ وہ تمہارے خلاف کوئی پرفریب چال چلیں گے“۔

۲ ۔واذ قال عیسیٰ ابن مریم یبنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقا لما بین یدی من التوراۃ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد ۔(الصف، ۶۱:۶)

”اور (اسی طرح وہ واقعہ یاد کرو) جب عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم نے کہا اے نبی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں (جو) تمہاری طرف (بھیجا گیا ہوں) میں تصدیق کرنے والا تورات کا ہوں جو مجھ سے پہلے آئی ہے اور خوشخبری سنانے والا ہوں ایک رسول کو جو میرے بعد آئیں گے ان کا نام احمد ہے“۔

ان دونوں آیتوں میں مستقبل کی طرف اشارہ ہے۔

۱۔ پہلا یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے کی خوشخبری زمانہ مستقبل میں دیتا ہے۔

۲۔ دوسری یہ کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو زمانہ مستقبل میں آنے والے واقعات سے آگاہ فرمانا ہے۔

علم غیب اضافی باعتبار ماضی

زمانہ ماضی میں وقوع پذیر ہونے والے وہ واقعات جو اس وقت نہ تو کسی مشاہدے کی صورت میں موجود ہوں، نہ کسی کتاب میں درج ہوں، نہ ہی ان واقعات کی کسی نے خبر دی ہو اور انسانی ذرائع علم بشمول فطرت، وجدان، حواسِ خمسہ اور عقل ان کی خبر دینے سے عاجز ہوں اور ماسوائے وحی الٰہی والہام ان کے جاننے کا کوئی اور امکانی ذریعہ بھی موجود نہ ہو۔ ان واقعات کا علم اور بیان علم غیب اضافی باعتبار ماضی

کے ذیل میں آتا ہے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر ماضی میں پیش آنے والے واقعات اور قصص کا تذکرہ موجود ہے جیسے قرآن پاک میں ایک جگہ ارشاد ہوا۔

ذلك من انباء الغيب نوحيه اليك وما كنت لديهم اذ يلقون اقلامهم ايهم يكفل مريم وماكنت لديهم اذ يختصمون ۔

(آل عمران، ۳:۴۴)

''(اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی فرماتے ہیں حالانکہ آپ (اس وقت) ان کے پاس نہ تھے جب وہ (قرعہ اندازی کے طور پر) اپنے قلم پھینک رہے تھے کہ ان میں کون مریم کی کفالت کرے اور نہ آپ اس وقت ان کے پاس تھے جب وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے''۔

قرآن پاک کی مذکورہ آیت کریمہ واضح اور بیّن انداز میں یہ بیان فرما رہی ہے کہ ماضی میں گزرا ہوا کوئی واقعہ جس کا تعلق خواہ حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے سے ہو یا وہ حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ ہو یا اوپر درج کردہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی کفالت کا معاملہ بلاشبہ یہ سب امور غیب میں سے ہیں جن کا علم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی الٰہی کے ذریعے دیا گیا۔

علم غیب اضافی باعتبار حال

وہ غیبی امور جن کا تعلق ہو تو زمانہ حال کے کسی لمحہ موجود سے مگر ان کا علم ظاہری ذرائع کی بجائے وحی الٰہی کے ذریعہ دیا جا رہا ہو۔ علم غیب اضافی باعتبار حال کے ضمن میں قرآن پاک کی مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا درج ذیل کلام ہے جو آپ بطور معجزہ اپنے ہم عصر لوگوں سے کرتے ہیں۔

وانبئكم بما تاكلون وما تدخرون في بيوتكم ان في ذلك

لاية لكم ان كنتم مؤمنين ۔ (آل عمران، ۳:۴۹)

''اور جو کچھ تم کھا کر آئے ہو اور جو کچھ تم اپنے گھروں میں جمع کرتے ہو میں تمہیں (وہ سب کچھ) بتا دیتا ہوں بے شک اس میں تمہارے لئے نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو''۔

علم غیب اضافی باعتبار حال کی دوسری نمایاں مثال مافی الارحام کا علم ہے۔ جس کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ويعلم مافي الارحام (لقمان، ۳۱:۳۴)

''اور جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے''۔

شکم مادر کے اندر جو کچھ ہے وہ مغیبات حال میں سے ہے جیسے اللہ تعالیٰ جانتا ہے اگر وہ بغیر کسی ظاہری ذریعے کے اس کا علم اپنے بندے کو عطا فرما دے تو اس کے لئے یہ علم غیب باعتبار حال ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ علم بھی عطا فرمایا، جس کا ذکر آئندہ صفحات میں آئے گا۔

علم غیب خاصۂ نبوت ہے

نبوت کی خصوصیات میں سے ایک انتہائی اہم اور بنیادی خصوصیت علم غیب ہے جس طرح نبوت ایک وہبی عطا ہے اور یہ نبوت کا خاصہ ہے اسی طرح علم غیب بھی نبوت کا لازمہ اور خاصہ ہے اسی طرح جیسے یہ امر مسلمہ ہے کہ نبوت کسبی نہیں ہو سکتی بالکل اسی طرح نبوت کا تصور بھی علم غیب کے بغیر ممکن نہیں۔ بلکہ اگر ہم یہ کہیں کہ نبوت خود علم غیب سے عبارت ہے تو بے جا نہ ہوگا بایں طور کہ ایک جہت کے اعتبار سے نبی کا معنٰی ہی علم غیب بتانے والا ہے۔

عربی لغت کی کتاب المنجد میں نبوت کا معنی درج ہے۔

والنبوة الاخبار عن الغيب او المستقبل بالالهام من الله......

الاخبار عن الله ومايتعلق به تعالى ۔(المنجد: ۷۸۴)

''نبوت کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام پا کر غیب یا مستقبل کی خبر دینا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے متعلقات کی خبر دینا''۔

قاضی عیاض علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

البنوة هي الاطلاع على الغيب والا علام بخواص النبوة ۔

(الشفاء، ۱:۱۳۱)

''نبوت کا معنی ہے غیب پر مطلع ہونا اور خصوصیات نبوت بتانا''۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں

النبوة فى لغة من همزة ماخوذة من انباء وهو الخبر والمعنى ان الله تعالى اطلعه على غيبه واعلمه انه نبيه اويكون مخبرا عمابعثه الله تعالى به ومنبا بما اطلعه عليه ۔

(الشفاء، ۱:۱۶۰)

''نبوت اس شخص کی لغت میں جو ہمزہ پڑھتا ہے نبا سے ماخوذ ہے بمعنی خبر۔ مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے غیب پر مطلع فرمادیا اور اسے بتایا کہ وہ اللہ کا نبی ہے یا وہ خبر دینے والا ہے اس وحی کی جس کے ساتھ اللہ نے اسے بھیجا ہے اور بتانے والا ہے ان حقائق کا جن پر اللہ تعالیٰ نے اسے مطلع فرمادیا''۔

امام زبیدی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں

النبى المخبر عن الله فان الله تعالى اخبرة عن توحيده واطلعه على غيبه واعلمه انه نبيه ۔(تاج العروس للزبیدی، ۱:۱۲۱)

''نبی کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دینے والا بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی توحید کی خبر دی اور اپنے غیب پر مطلع فرمایا اور آپ کو آپ کا نبی ہونا بتایا''۔

عربی قاعدہ کی رو سے لفظ نبی نبا ینبا سے فعیل کے وزن پر صفت مشبہ ہے نبا کا معنی خبر دینا اور نبی کا معنی ہوا خبر دینے والا اور خبر رکھنے والا کیونکہ بے خبر خبر نہیں دے سکتا خبر وہی دے سکتا ہے جو باخبر ہو گویا نبی کا معنی مخبر ہی نہیں بلکہ ہمہ وقت مخبر بھی ہے۔

امام ابن تیمیہ حرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

النبوة مشقة من الانباءِ والنبى فعيل وفعيل قديكون بمعنى فاعل اى منبىء وبمعنى مفعول اى منبى وهما هنا متلازمان ۔(کتاب النبوۃ: ۳۳)

''نبوت انباء سے مشتق ہے بمعنی خبر دینا اور نبی فعیل کے وزن پر ہے اور فعیل کبھی اسم فاعل کے معنی میں آتا ہے یعنی خبر دینے والا اور کبھی اسم مفعول کے معنی میں یعنی خبر دیا ہوا اور یہاں دونوں مفہوم لازم ملزوم ہیں یعنی خبر دینے والا ہونے کے لئے ضروری ہے کہ خود اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دی گئی ہو''۔

چونکہ نبی صفت مشبہ ہے اور صفت مشبہ کی یہ خصوصیت ہے کہ اس میں دوام اور استمرار کے معنی پائے جاتے ہیں اس لئے نبی کے اندر بھی دوام اور استمرار کا مفہوم موجود ہے یعنی نبی وہ ہوتا ہے جو ہمہ وقت باخبر اور خبر دینے والا ہو۔

کیا ہر خبر دینے والے کو نبی کہا جائے گا؟

یہاں سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ نبی سے کونسی خبر دینے والا مراد ہے کیا ہر خبر دینے والے کو نبی کہا جائے گا۔ اس سوال کا جواب نفی میں ہے اس لئے کہ قرآن

پاک اور سنت سے یہ بات ثابت ہے کہ ہر خبر دینے والا مخبر تو کہلاتا ہے مگر نبی نہیں کہلاتا۔ نبی فقط وہ ہوتا ہے جو غیب کی خبریں دے اور وہ خبریں اس کے سوا کوئی اور نہ دے سکے۔ درج ذیل قرآنی آیات اس معنی کی وضاحت ہوتی ہے۔

۱۔ **ذلك من انبآء الغيب نوحيه اليك** ۔ (آل عمران، ۳:۴۴)

''(اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ (علم) غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں''۔

دوسرے مقام پر فرمایا۔

تلك من انباء الغيب نوحيها اليك ۔ (هود، ۱۱:۴۹)

''یہ (بیان ان) غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں''۔

انباء نبا کی جمع ہے اسی سے لفظ نبی بنا ہے آیات مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کی گئی وحی کو انباء الغیب (غیب کی خبریں) قرار دے رہا ہے۔

گویا وحی غیب کا علم ہوا اور نبی وہ ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ غیب کا علم عطا فرمائے اور اس کی زبان حق ترجمان سے غیب کی خبریں لوگوں تک پہنچیں۔

ثابت ہوا کہ منصب نبوت اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم غیب کے عطا کئے جانے سے عبارت ہے۔ اطلاع علی الغیب کی استعداد کے بغیر کوئی نبی، نبی نہیں ہوسکتا۔

نبی اور رسول کا علم غیب

علم جب تک حتمیت اور قطعیت کے درجے تک نہ پہنچے۔ اس وقت تک وہ باکمال نہیں بن سکتا۔ گویا سارے ذرائع اقدام خطا پر مبنی معلومات رکھتے ہیں لیکن نبوت و رسالت کے تمام علوم واکتشافات ہر قسم کی خطا اور غلطی سے منزہ ہیں اور وہ شروع سے آخر تک حتمیت اور قطعیت کی شان لئے ہوئے ہیں۔

اسی بنا پر قرآن کریم نے ارشاد فرمایا:

والذين امنو وعملو الصّٰلحت وامنوا بما نزل على محمد وهو الحق من ربهم ۔ (محمد ۴۷:۲)

''اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور جو کچھ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا۔ اسے مانا یہی ان کے پروردگار کی طرف سے حق ہے''۔

رسول اور نبی جو بات اپنی زبان سے کہتا ہے وہ ابدی صداقتوں کی امین ہوتی ہے سورج مشرق کے بجائے مغرب سے طلوع ہوسکتا ہے کائنات میں شب و روز کا نظام بدل سکتا ہے لیکن نبی کی زبان سے صادر ہونے والی بات وہ حقیقت ہے جو کبھی غلط نہیں ہوسکتی۔

نظام رسالت و نبوت انسان کو وہ علم عطا کرتا ہے جو ہر اعتبار سے حتمی اور قطعی ہوتا ہے۔ وہ اپنے آغاز ہی سے مرتبہ کمال پر فائز ہوتا ہے۔ اس علم کو مرحلہ وار تجرباتی توثیق سے گزرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہ علم بنیادی اور دائمی حقیقتوں کی بات کرتا ہے انسانی عقل جوں جوں فروغ پاتی جاتی ہے علم نبوت و رسالت کی بیان کردہ حقیقتوں کے قریب سے قریب تر ہوتی چلی جاتی ہے بالآخر انسانی علم کی انتہا علم نبوت کی تصدیق کرنے لگتی ہے۔

نظام رسالت و نبوت کے ذریعے قدرت نے انسانوں کو وہ سرچشمہ علم عطا کر دیا جو انسان و کائنات کا مقصد تخلیق بھی بتلاتا ہے اور سب کے خالق و مالک کی ذات کی نشاندہی بھی کرتا ہے علم نبوت رب کائنات کی صفات و ذات اور افعال کی معرفت بھی عطا کرتا ہے یہاں تک کہ مرنے کے بعد کی زندگی کے احوال بھی بیان کرتا ہے گویا وہ سب بنیادی حقائق جو چشم عالم سے مخفی تھے علوم نبوت کے طفیل آشکارا ہوگئے۔ جن کی جستجو انسان ازل سے کرتا آرہا تھا۔ اور جن کی حتمی معرفت سے انسان کے حواس عقل

اور وجدان کے ذرائع ایک ایک کرکے سب ناکام ہو چکے تھے۔ علم بالوحی کے انوار سے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حقائق پر پڑے تمام حجابات اٹھادیئے۔ ایمان وایقان کی روشنی سے ہر چیز نکھر کر انسان کے سامنے بے نقاب ہوگئی جس کے علم کی تلاش نے اسے صدیوں وقف اضطراب رکھا ہوا تھا۔

اس بحث سے یہ بات الم نشرح ہوگئی کہ علم غیب خصائص نبوت سے ہے اور یہ لازم نبوت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا علم غیب عطا کرنا وحی کے ذریعے

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غیب کی خبروں سے بذریعہ وحی آگاہ فرمایا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ذلك من انباء الغيب نوحيه اليك ۔(یوسف،۱۲:۱۰۲)

’’اے حبیب کریم یہ (قصہ) غیب کی خبروں میں سے ہے۔ جسے ہم آپ کی طرف وحی فرمارہے ہیں‘‘۔

علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ اس آیۃ کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں

ان هذا النباء غيب لم تعرفه الابالواحی ۔(انوار التنزیل،۲:۳۲۸)

’’یہ خبر غیب ہے جسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ جانا مگر وحی کے ذریعے‘‘۔

اس سے معلوم ہوا کہ علم غیب کا ذریعہ وحی ہی ہے۔

امام قسطلانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں

علم ان الغيب يختص به تعالیٰ وماوقع منه علی لسان رسوله وغيره فمن الله تعالیٰ ۔ اما بوحي او الهام ۔

(المواھب اللدنیہ،۳:۵۵۴)

’’بے شک غیب اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے اور جو غیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کسی اور کی زبان سے صادر ہوا وہ بھی اللہ ہی کی طرف سے بذریعہ وحی یا الہام انہیں عطا ہوا‘‘۔

علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ

آیۃ کریمہ: **وما کان الله ليطلعكم على الغيب** الخ

(آل عمران]۳:۱۷۹)

’’کی تفسیر میں ذریعہ علم غیب کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:

ولكن يجتبي لرسالته من يشاء فيوحي اليه ويخبره ببعض المغيبات ۔(انوار التنزیل،۱:۳۰۸)

’’مگر اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی رسالت کے لئے منتخب فرمالیتا ہے پھر اس کی طرف وحی فرماتا ہے اور اسے بعض مغیبات سے آگاہ فرماتا ہے‘‘۔

علامہ سعد الدین تفتازانی علیہ الرحمہ شرح عقائد نسفی میں فرماتے ہیں:

بالجملة العلم الغيب امر تفرد به الله تعالیٰ لاسبيل اليه للعباد الا باعلام منه والالهام بطريق المعجزه والكرامة ۔

(شرح العقائد النسفیہ:۱۳۲)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ علم غیب وہ امر ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے بندوں کے لئے اس کے حصول کا بجز وحی الٰہی یا الہام کے کوئی راستہ نہیں جو انہیں بطور معجزہ یا کرامت عطا ہوتے ہیں‘‘۔

علامہ رشید رضا نے وحی کی تعریف کرتے ہوئے مضامین وحی میں انباء الغیب کا ذکر کیا ہے وہ لکھتے ہیں۔

وهوما انزله تعالیٰ علی انبيائه وعرفهم به من انباء الغيب

والشرائع والحکم ۔(الوحی المحمدی:۴۴)

''وحی وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں پر نازل فرمایا اور اس کے ذریعے انہیں غیب کی خبروں اور شریعت اور احکام سے آگاہ فرمایا''۔

علامہ عبدالعزیز پرھاروی رحمۃ اللہ علیہ شرح عقائد کی اس عبارت کی شرح میں رقم طراز ہیں

فانہ لایمکن معرفتہ الا بوحی او لھام کا القیامۃ واشراطھا ۔

(النبراس:۵۷۴)

''پس غیب کا وحی یا الھام کے بغیر جاننا ممکن نہیں جیسا کہ قیامت اور اس کی علامات کا علم''

مذکورہ عبارات اس بات پر دلیل ہیں کہ بندوں کے لئے علم غیب کا ذریعہ اور واسطہ وحی یا الھام ہے اسے وحی کے ذریعے کے بغیر کوئی فردغیب پر مطلع نہیں ہوسکتا۔ البتہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ان ذرائع سے مغیبات کا علم عطا فرما دیتا ہے وحی کا ذریعہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے جب کہ الھام اولیاء کے لئے مخفیات کو جاننے کا ذریعہ ہے۔

آئمہ علماء کا علم غیب کے بارے میں عقیدہ

آئمہ علما کا علم غیب کے بارے میں عقیدہ یہ ہے کہ بندے بھی غائب جانتے ہیں۔ اپنے اس مدعا میں یہ دلیلیں پیش فرماتے ہیں:

ملاعلی قاری علیہ الرحمہ کا عقیدہ

ملاعلی قاری مرقاہ شرح مشکوۃ شریف میں کتاب العقائد۔ تالیف حضرت شیخ ابوعبداللہ شہرازی سے نقل فرماتے ہیں۔

نعتقد ان العبد ینقل فی الاحوال حتی یصیر الی لغت الروحانیۃ فیعلم الغیب ۔

''ہمارا عقیدہ ہے کہ بندہ ترقی مقامات پا کر صفت روحانی تک پہنچتا ہے اس وقت اسے علم غیب حاصل ہوتا ہے''۔

یطلع العبد علی حقائق الاشیاء و یتجلی لہ الغیب وغیب الغیب ۔ نور ایمان کی قوت بڑھ کر بندہ حقائق اشیاء پر مطلع ہوتا ہے اور اس پر غیب نہ صرف غیب بلکہ غیب کا غیب روشن ہوجاتا ہے۔

پھر مزید فرماتے ہیں:

الناس ینقسم الی فطن یدرك الغائب کا المشاھدۃ وھم الانبیاء والیٰ من الغائب علیھم متابعۃ الحش والوھم فقط وھم اکثر الخلائق فلابذلھم من معلم یکشف لھم المغیبات وما ھو الا النبی المبعوث لھذ الامرہ ۔

''آدمی دو قسم کے ہیں ایک وہ زیرک کہ غیب کو شہادت کی طرح جانتے ہیں اور یہ انبیاء ہیں دوسرے وہ جن پر صرف حس و وہم کی پیروی غالب ہے اکثر مخلوق اسی قسم کی ہے تو ان کو ایک بتانے والے کی ضرورت ہے جو ان پر غیبوں کو کھول دے اور وہ بتانے والا نہیں مگر نبی کو خود اس کام کے لئے بھیجا جاتا ہے''۔

پھر مزید فرماتے ہیں شرح فقہ اکبر میں حضرت ابوسلمان درانی رضی اللہ عنہ سے ناقل ہیں۔

الفراسۃ مکاشفۃ النفس ومعاینۃ الغیب وھی من مقامات الایمان

''فراست مومن (جس کا ذکر حدیث میں ارشاد ہوا ہے) وہ روح کا کشف اور غیب کا معائنہ ہے اور یہ ایمان کے مقاموں میں سے ایک مقام ہے''۔

تفسیر خازن اور تفسیر معالم میں غیب پر قول

یقول انه صلی الله علیه و آله وسلم یاتیه علم الغیب فلایبخل به علیکم بل یعلمکم

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غیب کا علم آتا ہے وہ تمہیں بتانے میں بخل نہیں فرماتے بلکہ تم کو بھی اس کا علم دیتے ہیں''۔

تفسیر بیضاوی میں قول ''وعلمنه من لدنا علما'' کی تفسیر

ای مما یختص بنا ولا یعلم الا بتوفیقنا وھو علم الغیوب

''یعنی اللہ عزوجل فرماتا ہے وہ علم کہ ہمارے ساتھ خاص اور ہمارے بتائے ہوئے معلوم نہیں ہوتا وہ علم غیب ہم نے خضر کو عطا کیا ہے''۔

تفسیر ابن جریر میں حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے

قال انك لن تستطیع معی صبرا وکان رجل یعلم علم الغیب قدعلم ذالك ۔

''خضر علیہ الصلوۃ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا آپ میرے ساتھ نہ ٹھہر سکیں گے خضر علم غیب جانتے تھے انہیں علم غیب دیا گیا تھا''

امام قسطلانی کا علم غیب پر قول

امام قسطلانی علیہ الرحمہ مواہب لدنیہ شریف میں فرماتے ہیں۔

النبوۃ ماخوذہ من النباء وھو الخبر ای ان اللہ تعالیٰ اطلعه علی غیبه ۔

''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی اس لئے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے غیب کا علم دیا''۔

اسی میں ہے

قد اشتھر وانتشر امرہ صلی اللہ علیه وآله وسلم بین اصحابه بالاطلاع علی الغیوب ۔

''بے شک صحابہ کرام علیہم الرضوان میں مشہور معروف تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غیبوں کا علم ہے''۔

سی کی شرح زرقانی میں ہے

اصحابه صلی الله علیه وآله وسلم جازمون باطلاعه علی الغیب

صحابہ کرام یقین کے ساتھ حکم لگاتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غیب کا علم ہے۔

ملا علی قاری بردہ شریف میں فرماتے ہیں

علمه صلی الله علیه وآله وسلم حاو لفنون العلم (الی ان قال) ومنها علمه بالامور الغیبیة ۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم اقسام علوم کو حاوی ہے غیبوں کا علم بھی علم حضور کی شاخوں سے ایک شاخ ہے''۔

تفسیر طبری اور تفسیر در منثور کا قول

ابوبکر بن ابی شیبہ استاد امام بخاری ومسلم وغیرہ آئمہ محدثین سیدنا امام مجاہد، تلمیذ خاص حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے۔

انه قال فی قوله تعالیٰ ولئن سالتھم لیقولن انما کن نخوض ونلعب قال رجل من المنافقین یحدثنا محمد ان ناقه فلا ن

بورا کذا و کذا وما یدریه بالغیب ۔

انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے قول "ولئن سالتھم " الخ کی تفسیر میں کہ منافقین میں سے ایک شخص نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سے بیان کرتے ہیں کہ فلاں کی اونٹنی فلاں فلاں وادی میں ہے۔ بھلا وہ غیب کی بات کیا جانیں (مترجم)

یعنی کسی کا ناقہ گم ہوگیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ فلاں جنگل میں ہے ایک منافق بولا محمد غائب کیا جانیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ اتاری کہ ان سے فرمادیجئے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی آیتوں سے ٹھٹھا کرتے ہو۔ بہانے نہ بناؤ۔ تم کافر ہوچکے ایمان کے بعد۔

قارئین

وہابیہ کے نزدیک آئمہ دین کافر اور انہی گستاخوں کے نزدیک سب صحابہ کافر۔ وہ صحابہ جن کو میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے تمام صحابہ جنتی ہیں۔ گستاخانِ رسول اللہ وصحابہ بزرگانِ دین کا انجام برا ہوا اور یہ دنیا آخرت میں ذلیل وخوار ہونگے۔ اللہ تعالیٰ ان پر دولت جیسی آفت ڈالے گا تاکہ اس کی محبت میں سارا دن ساری رات پریشان رہیں اور اسی دولت پر ان کو موت آئے گی۔

امام حجر مکی شرح ہمزیہ میں فرماتے ہیں:

انه تعالیٰ اختص به لکن من حیث الاحاطة فلا ینامی اطلاع الله تعالیٰ بعض خواصه علی کثیر من المغیبات حتی من الخمس التی قال صلی الله علیه و آله وسلم لا یعلمهن الا الله ۔

ترجمہ: "غیب اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے مگر بمعنی احاطہ تو اس کے منافی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض خاصوں کو بہت سے غیبوں کا علم دیا

یہاں تک کہ ان پانچ میں سے جن کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا ہے"۔

تفسیر کبیر میں ہے

قوله ولا اعلم الغیب یدل علی اعترافه بانه غیر عالم بکل المعلومات

ترجمہ: "یعنی آیت میں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد ہوا تم فرمادو! میں غیب نہیں جانتا اس کے یہ معنی ہیں کہ میرا علم جمیع معلومات الٰہیہ کو حاوی نہیں"۔

امام قاضی عیاض شفا شریف اور علامہ شہاب الدین خفاجی اس کی شرح نسیم الریاض میں فرماتے ہیں:

(هذه المعجزة) فی اطلاعه صلی الله علیه و آله وسلم علی الغیب (معلومة علی القطع) بحیث لایمکن انکارها او التردد فیها لاحد من العقلاء لکثرة رواتها واتفاق معانیها علی اطلاع علی الغیب) وهذا لا ینافی الایات الدالة علی انه لا یعلم الغیب الا الله وقوله ولو کنت اعلم الغیب لا ستکثرت فی الخیر فان المنفی علمه من غیر واسطة واما اطلاعه صلی الله علیه و آله وسلم باعلام الله تعالیٰ له فامر متحقق لقوله تعالیٰ فلا یظهر علیٰ غیبه احدًا الا من ارتضی من رسول ۔

ترجمہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ علم غیب یقیناً ثابت ہے جس میں کسی عاقل کو انکار یا تردد کی گنجائش نہیں کہ اس میں احادیث

بکثرت آئیں اور ان سب سے بالاتفاق حضور کا علم غیب ثابت ہے اور یہ ان آیتوں کے کچھ منافی نہیں جو بتاتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا اور یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کہنے کا حکم دیا کہ میں غیب جانتا تو اپنے لئے بہت خیر جمع کر لیتا اس لئے کہ آیتوں میں نفی اس علم کی ہے جو بغیر خدا کے بتائے ہو اور اللہ تعالیٰ کے بتائے سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غیب ملنا تو قرآن عظیم سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا سوا اپنے پسندیدہ رسول کے‘‘۔

تفسیر نیشاپوری میں ہے

لاعلم الغیب فیه دلالة علی ان الغیب بالاستقلال لا یعلمه الاالله ۔

ترجمہ: ’’آیت کے یہ معنی ہیں کہ علم غیب جو بذات خود ہو وہ خدا کے ساتھ ہے‘‘۔

تفسیر انموذج جلیل میں ہے

معناهٔ لایعلم الغیب بلا دلیل الاالله اوبلا تعلیم الاالله اوجمیع الغیب الا الله

ترجمہ: ’’آیت کے یہ معنی کہ غیب کو بلا دلیل و بلا تعلیم جاننا یا جمع غیب کو محیط ہونا یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے‘‘۔

جامع القولین میں ہے

یجاب باند یمکن التوفیق بان المنفی هو العلم بالاستقلال لا العلم یا لا علام اوالمنفی هوالمجزوم به لا المظنون ویویده قوله تعالیٰ اتجعل فیها من یفسد فیها آلایة لانه غیب اخبر بدالملائکه ظنامنهم اورباعلامه الحق

فینبغی ان یکفر ادعاهٔ مستقلا لا لواخبربه غلام فی نومه اویقظته نبوع من الکشف اذلامنافاه بینه وبین الایة لمامر من التوفیق ۔

ترجمہ: ’’یعنی فقہاء نے دعویٰ علم غیب پر حکم کفر کیا اور حدیثوں اور آئمہ ثقات کی کتابوں میں بہت غیب کی خبریں موجود ہیں جن کا انکار نہیں ہو سکتا اس کا جواب یہ ہے کہ ان میں تطبیق یوں ہو سکتی ہے کہ فقہاء نے اس کی نفی کی ہے کہ کسی کے لئے بذات خود علم غیب مانا جائے خدا کے بتانے سے علم غیب کی نفی نہ کی یا نفی قطعی کی ہے نہ ضمنی کی اور اس کی تائید یہ آیۃ کریمہ کرتی ہے فرشتوں نے عرض کی کہ تو زمین میں ایسوں کو خلیفہ کرے گا جو اس میں فساد خونریزی کریں گے ملائکہ غائب کی خبر بولے مگر بتایا خدا کے بتائے سے تو تکفیر اس پر چاہیے کہ کوئی بے خدا کے بتائے علم غیب ملنے کا دعویٰ کرے نہ یوں کہ براہ کشف جاگتے یا سوتے میں خدا کے بتائے سے ایسا علم غیب آیت کے کچھ منافی نہیں‘‘۔

تفسیر جمل شرح جلالین وتفسیر خازن میں ہے

المعنی لا اعلم الغب الاان یطلعنی الله تعالیٰ علیه

ترجمہ: ’’آیت میں جو ارشاد ہوا کہ میں غیب نہیں جانتا اس کے معنی یہ ہیں کہ میں بے خدا کے بتائے نہیں جانتا‘‘۔

مدارج النبوت شریف میں ہے

هرچه در دنیااز زمان آدم تااوان نفحهٔ اولی بردے صلی الله علیه وآله وسلم منکشفا ساختند تاهمه احوال اور ازاول تا آخر معلوم گردیدویاران خود رانیز ازبعضے ازاں احوان

خبر داد

ترجمہ: ''جو کچھ دنیا میں ہے آدم علیہ السلام کے زمانے سے نفخۂ اولیٰ حضور علیہ السلام پر منکشف کر دیا ہے یہاں تک کہ تمام احوال آپ کو اول سے آخر تک معلوم ہو گئے۔ ان میں سے کچھ اپنے دوستوں کو بھی بتا دیئے''۔

نسیم الریاض میں ہے

ذکر العراقی فی شرح المهذب انه صلی الله علیه و آله وسلم عرضت علیه الخلائق من لدن آدم علیه الصلوٰة والسلام الی قیام الساعة فعرفهم کلهم کما علم آدم الاسماء۔

ترجمہ: ''امام عراقی، شرح مہذب میں فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام سے لیکر قیامت تک کی تمام مخلوقات الٰہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عرض پیش کی گئیں تو حضور نے فرمایا ان سب کو پہچان لیا جس طرح آدم علیہ السلام کو تمام نام تعلیم ہوئے تھے''۔

ام القری شریف میں ہے

وسع العالمین علما وحلمًا

ترجمہ: ''حضور علیہ السلام کا علم وحلم تمام جہان کو محیط ہے''۔

امام ابن حجر مکی اس کی شرح میں فرماتے ہیں

لان الله تعالیٰ اطلعه علی العالم فعلم علم الاوّلین والآخرین ماکان ومایکون۔

ترجمہ: ''اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو تمام عالم پر اطلاع دی تو سب اولین وآخرین کا علم حضور کو ملا جو ہو گزرا اور جو ہونے والا ہے سب جان لیا''۔

امام محمد بوصیری قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں

فان من جودك الدنیا وضرتها

ومن علومك علم اللوح والقلم

''یا رسول اللہ دنیا وآخرت دونوں حضور کی بخشش سے ایک حصہ میں اور لوح وقلم کا علم (جس میں تمام ماکان ومایکون ہے حضور علیہ السلام کے علوم سے ایک ٹکڑا ہے''۔

ملا علی قاری اس کی شرح میں فرماتے ہیں

کون علمهما من علومه صلی الله علیه وآله وسلم ان علومه تتنوع الی الکلیات والجزئیات وحقائق ودقائق وعوارف ومعارف تتعلق بالذات والصفات وعلمهما انما یکون سطرا من سطور علمه ونهرا من بحور علمه ثم مع هذا هو من برکة وجوده صلی الله علیه وآله وسلم۔

ترجمہ: ''لوح وقلم کا علم، علوم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک ٹکڑا اس لئے ہے کہ حضور کے علم انواع انواع میں کلیات، جزئیات حقائق، دقائق عوارف اور معارف کہ ذات وصفات الٰہی سے متعلق ہیں اور لوح وقلم کا علم تو حضور کے مکتوب علم سے ایک سطر اور اس کے سمندروں سے ایک نہر ہے پھر بایں ہمہ وہ حضور ہی کی برکت سے تو ہے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم''۔

حدیث صحیح جامع ترمذی میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

تجلی لی کل شیء وعرفت

ترجمہ: ''ہر چیز مجھ پر روشن ہو گئی اور میں نے پہچان لی''۔

اور فرمایا

صافی السموت والارض

میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اورزمین میں ہے۔

امام قاضی عیاض شفا شریف میں فرماتے ہیں

هذا مع انه صلی الله علیه وآله وسلم کان لایکتب ولکنه اوتی علم کل شی حتی فدوروت اثار بمعرفته حروف الخط وحسن تصویر ها کقوله لاتمد بسم الله الرحمٰن الرحیم رواهُ ابن شعبان من طریق ابن عباس وقوله الحدیث الافسر الذی روی عن معویة رضی الله عنه انه کان یکتب بین یدیه صلی الله علیه وآله وسلم فقال له التی الدواة حرف القلم واقم الیاؤ فرق السین ولا تعور المیم وحسن الله ومدار لمن وجود الرحیم .

ترجمہ: "یعنی حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھتے نہ تھے مگر حضور کو ہر چیز کا علم عطا ہوا تھا یہاں تک بے شک حدیثیں آتی ہیں کہ حضور کتابت کے حروف پہچانتے تھے اور یہ کہ کس طرح لکھے جائیں تو خوبصورت ہوں گے جیسے ایک حدیث ابن شعبان نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بسم اللہ کشش سے نہ لکھو (سین میں دندانے ہوں نری کشش نہ ہو) دوسری حدیث (مسند الفردوس) میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہوئی کہ یہ حضور کے سامنے لکھ رہے تھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ دوات میں صوف ڈالو اور قلم پر ترچھا قط دو اور بسم اللہ سب کھڑی لکھو اور اس کے دندانے جدا رکھو اور میم اندھا نہ کرو۔ (اس کے چشمہ کے سفید کھلی رہی

اور لفظ اللہ خوبصورت لکھو اور لفظ رحمان میں کشش ہو۔ جیسے (یا رحمٰن یا رحمٰن یا رحمٰن یا رحمٰن) اور لفظ رحیم اچھا لکھو۔

حافظ الحدیث میری احمد سلجماسی قدس سرہ اپنے شیخ کریم حضرت سیدی عبدالعزیز ابن مسعود دباغ رضی اللہ عنہ سے کتاب مستطاب ابریز میں روایت فرماتے ہیں کہ انہوں نے آیۃ کریمہ (وعلم ادم الاسماء کلها) کے متعلق فرمایا

المراد بالاسماء الاسماء العالیة لا لا سماء النازلة فان کل مخلوق له اسم عال واسم نازل فالاسم النازل هوالذی یشعر بالمشی فی الجمله والا سم العالی هو الذی یشعر باصل المسمٰی ومن ای شی یصلح الناس من سائر مایستعمل فیه وکیفیة صنعة الحداد لهُ فیعلم من مجرد سماع لفظه هذه العلوم والمعارف المتعلقة بالفاس وهکذا کل مخلوق والمراد بقوله تعالٰی الاسماء کلها الاسماء التی یطیقها آدم ویحتاج الیها سائر البشر اولهم بها تعلق وهی من کل مخلوق تحت العرش الی ما تحت الارض فیدخل فی ذلك الجنة والنار والسمٰوٰت اسبع وما فیهن وما بینهن وما بین السماء والارض ومافی الارض من البراری وارقضاء ولاودیة والبحار ولا شجارفکل مخلوق فی ذالك ناطق اوجامد الاو آدم یعرف من اسمه تلك الامور الثلثة اسله وفاته وکیفتة ترتیبه ووضع شکله فیعلم من اسم الجنه من این خلقت ولای شیء خلقت وترتیب

مراتبها وجمع مافيها من الحور وعدد من يسكنها بعدالبعث ويعلم من لفظ النار مثل ذالك ويعلم من لفظ اسماء مثل ذالك ولاى شى كانت اولىٰ فى محلها والثانية وهكذا فى كل سماء ويعلم من لفظ الملائكه من اى شى خلقوا ولاى شى خلقو او كيفية خلقهم وترتيب مراتبهم وباى شى استحق هذا لملك هذا لمقامِ واستحق غيره مقاما اخر وهكذا فى كل ملك فى العرش الىٰ ماتحت الارض فهذه علوم آدم اولاده من الانبياء عليهم الصلوٰة السلام والا ولياء الكمل رضى الله عنهم اجمين وانما خص آدم بالذكر لانه اول من علم هذه العلومِ ومن علمهامن اولادهِ فانما علمها بعده وليس المراد انه لايعلمها الارم وانما خصصناها بما يتحاج اليه وزرتيه ولما يطيقونه لئلايلزم من عدم التخصيص الاحاطه بمعلومات الله تعالىٰ وفرق بين علم النبى صلى الله عليه وآلهٖ وسلم وبهذا العلوم وبين علم ادمِ وغيره من الانبياء عليهم الصلوٰة السلام فانهم اذاتو جهوالبها يحصل لهم شبه صنام شاهدة الحق سبحانه وتعالىٰ واذاتوجهوا نحو مشاهدة الحق سبحانهٗ تعالىٰ واذاتوجهوا نحوشاهدة الحق سبحانه وتعالىٰ حصل لهم شبه النورم عن هذه العلوم ونبنيا صلى الله عليه وآلهٖ وسلم لقوته لايشفله هذا عن هذا هواذاتوجدنحوالحق سبحانه تعالىٰ حصلت كدالمشاهدة التامة وحصل له مع ذالك مشاهدة هذه العلوم وغيره ممالايطاق واذا اتوجد

نحوهذه العلوم حصلت له مع حصول هذه المشاهدة فى الحق سبحانهٗ وتعالىٰ فلا تحجبد شاهدة الحق عن شاهدة الخلق ولا شاهدة الخلق عن شاهدة الحق سبحانه و تعالىٰ ۔

ترجمہ: ''اس کلام نورانی اور اعلام ربانی کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر چیز کے دو نام ہیں علوی و سفلی، سفلی نام تو صرف مسمّٰی سے ایک گونہ اگاہی دیتا ہے اور علوی نام سنتے ہی یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ مسمّٰی کی حقیقت و ماہیت کیا ہے اور کیونکر پیدا ہوا اور کاہے سے بنا اور کس لئے بنا آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے یہ علوی نام تعلیم فرمائے گئے جس سے انھوں حسب طاقت وحاجت بشری تمام اشیاء جان لیں اور نہ زیر عرش سے زیر فرش تک کی تمام چیزیں ہیں جس میں جنت و دوزخ و ہفت آسمان اور جو کچھ ان میں ہے او جو کچھ ان کے درمیان ہے اور جو کچھ زمین و آسمان کے درمیان ہے اور جنگل اور صحرا اور نالے اور دریا اور درخت وغیرہ جو کچھ زمین میں ہے غرض یہ تمام مخلوقات ناطق وغیر ناطق ان کے صرف نام سننے سے آدم علیہ السلام کو معلوم ہو گیا کہ عرش سے فرش تک ہر شے کی حقیقت ہے اور فائدہ یہ ہے کہ اس ترتیب سے اس شکل پر ہے جنت کا نام سنتے ہی انہوں نے جان لیا کہ کہاں سے بنی اور کس لئے بنی اور اس کے مرتبوں کی ترتیب کیا ہے اور جس قدر اس میں حوریں ہیں اور قیامت کے بعد اتنے لوگ اس میں جائیں گے اسی طرح ناریوں ہی آسمان اور یہ کہ پہلا آسمان وہاں کیوں ہوا اور دوسرا دوسری جگہ کیوں ہوا۔ اس طرح ملائکہ کا لفظ سننے سے انہوں نے جان لیا کہ کاہے سے بنے اور کیونکر بنے اور ان کے مرتبوں کی ترتیب کیا ہے اور کس لئے یہ فرشتہ اس مقام کا مستحق ہوا اور دوسرا دوسرے کا اسی طرح عرش سے زیر زمین تک ہر فرشتہ کا حال اور یہ تمام علوم صرف

آدم علیہ السلام ہی کو نہیں بلکہ ہر نبی اور ولی کامل کو عطا ہوئے ہیں۔ علیہم السلام۔ آدم کا نام خاص اس لئے کہ ان کو یہ علوم پہلے ملے۔ پھر فرمایا کہ ہم نے بقدر طاقت وحاجت کی قید لگا کر صرف عرش تا فرش کی تمام اشیاء کا احاطہ اس لئے رکھا کہ جملہ معلومات الٰہیہ کا احاطہ لازم نہ آئے اور ان علوم میں ہمارے نبی علیہ السلام ودیگر انبیا علیہم السلام میں یہ فرق ہے کہ۔ جب ان علوم کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو ان کو مشاہدہ حضرت عزت جلالہ سے ایک گونہ غفلت سی ہو جاتی ہے اور جب مشاہدہ حق کی طرف توجہ فرمائیں تو ان علوم کی طرف سے ایک نیندسی آجاتی ہے مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی کمال قوت کے سبب ایک علم دوسرے علم سے مشغول نہیں کرتا وہ عین مشاہدہ حق کے وقت ان تمام علوم اور ان کے سوا اور علموں کو جانتے ہیں جن کی طاقت کسی میں نہیں، اور ان علوم کی طرف عین توجہ میں مشاہدہ حق فرماتے ہیں اور ان کو نہ مشاہدہ حق مشاہدہ خلق سے پردہ ہو نہ مشاہدہ خلق، مشاہدہ حق سے پاکی وبلندی اسے جس نے ان کو یہ علوم اور یہ قوتیں بخشیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم''۔

امام احمد قسطلانی شرح صحیح بخاری پھر ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ خمس لایعلمھن الا اللہ کی شرح میں فرماتے ہیں

فمن ادعی علم شیء منها غیر مسندالی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان کاذبافی دعواہ۔

ترجمہ: ''یعنی تو جو کوئی قیامت وغیرہ خمس سے کسی شے کے علم کا ادعا کرے اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نسبت نہ کرے کہ حضور کے بتائے سے مجھے یہ علم آیا وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے''۔

شیخ محقق قدس سرہ لمعات شرح مشکوٰۃ میں اسی حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں

المراد لاتعلم بدون تعلیم اللہ تعالیٰ

ترجمہ: ''مراد یہ ہے کہ قیامت وغیرہ غیب بے خدا کے بتائے معلوم نہیں ہوئے''۔

علامہ بیجوری شرح بردہ شریف میں فرماتے ہیں

لم یخرج صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم من الدنیا الابعد ان اعلمہ اللہ تعالیٰ بھذہ الامور ای الخمسہ

ترجمہ: ''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے تشریف نہ لے گئے مگر بعد اس کے اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان پانچوں غیبوں کا علم دیدیا''۔

علامہ شنوانی نے جمع النہایہ میں اسے بطور حدیث بیان کیا کہ

قدوردان اللہ تعالیٰ لم یخرج النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حتی اطلعہ علی کل شی۔

''بے شک وارد ہو کہ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا سے نہ لے گیا جب تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام اشیاء کا علم عطا نہ فرمایا''۔

حافظ الحدیث سیدی احمد مالکی غوث الزماں سید شریف عبدالعزیز مسعود حسینی رضی اللہ عنہ سے راوی

ھو صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لایخفی علیہ شی من الخمس المذکورۃ فی الایۃ الشریفۃ وکیف یخفی علیہ ذالک والاقطاب السبعۃ من امتہ الشریفۃ لعلمونھا وھم دون الغوث فکیف بالغوث فکیف بسید الاولین والآخرین الذی ھو سبب کل شیء ومنہ کل شی۔

ترجمہ: ''یعنی قیامت کب آئیگی مینہ کب اور کہاں اور کتنا برسے گا۔ مادہ کے پیٹ میں کیا ہے کل کیا ہوگا فلاں کہاں مرے گا یہ پانچوں غیب جو آیۂ کریمہ میں مذکور ہیں ان میں سے کوئی چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مخفی نہیں اور کیونکر یہ چیزیں حضور سے پوشیدہ ہیں حالانکہ حضور کی امت سے ساتوں قطب ان کو جانتے ہیں اور ان کا مرتبہ غوث سے نیچے ہے۔ غوث کا کیا کہنا پھر ان کا کیا پوچھنا جو سب اگلوں اور پچھلوں سارے جہان کے سردار اور ہر چیز کے سبب ہیں اور ہر شے انہی سے ہے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم''۔

امام قسطلانی شرح بخاری تفسیر سورہ رعد میں فرماتے ہیں

لایعلم متی تقوم الساعة الا اللہ الامن ارتضی من رسول فانه یطلعه علی من یشاء من غیبه والولی تابع له یاخذ عنه

ترجمہ: ''کوئی غیر خدا نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی سوا اس کے پسندیدہ رسولوں کے کہ انہیں اپنے جس غیب پر چاہے اطلاع دیتا ہے (یعنی وقت قیامت کا علم بھی ان پر بند نہیں ہے) اولیا رسولوں کے تابع ہیں ان سے علم حاصل کرتے ہیں''۔

یہاں اس غیب کے علم بھی اولیا؟ کے لئے راہ رکھی مگر یوں کہ اصالۃً انبیاء کو ہے اور ان سے ان کو ملتا ہے اور حق یہی ہے کہ آیۂ کریمہ غیر رسل سے علم غیوب میں اصالت کی نفی فرماں ہے نہ کہ مطلق علم کی۔

علامہ حسن بن علی مدابغی حاشیہ فتح المبین امام ابن حجر مکی اور فاضل ابن عطیہ فتوحات وھبیہ شرح اربعین امام نووی میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم قیامت عطا ہونے کے باب میں فرماتے ہیں۔

الحق کما قال جمع ان اللہ سبحانه وتعالی لم یقبض نبینا

صلی اللہ علیه وآله وسلم حتی اطلعه علی کل ما ابھمه منه الا انه امر بکتم بعض والا علام ببعض۔

ترجمہ: ''یعنی حق مذہب وہ ہے جو ایک جماعت علماء نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے نبی علیہ السلام کو دنیا سے نہ لے گیا یہاں تک کہ جو کچھ حضور سے مخفی رہا تھا اس سب کا علم حضور کو عطا فرما دیا ہاں بعض علوم کی نسبت حضور کو حکم دیا کہ کسی کو نہ بتائیں اور بعض کے بتانے کا حکم دیا''۔

علامہ عشماوی کتاب مستطاب عجب العجائب شرح صلاۃ حضرت سیدی احمد بدوی کبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

قیل انه صلی اللہ علیه وآله وسلم اوتی علمھا (ای خمس) فی اخر الام لکنه امر فیھا بالکتمان وھذا القیل ھو الصحیح۔

ترجمہ: ''یعنی کہا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخر میں ان پانچوں غیبوں کا بھی علم عطا ہو گیا مگر ان کے چھپانے کا حکم تھا اور یہی قول صحیح ہے''۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں کو بھی علم غیب تھا

ابن النجار ابو المعتمر مسلم بن اوس وجاریہ بن قدامہ سعدی سے راوی کہ امیر المومنین ابو الائمہ الطاہرین سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے فرمایا

سلونی قبل ان تفقدونی فانی لا اسأل عن شی دون العرش الااخبر فاعنه۔

ترجمہ: ''مجھ سے سوال کرو قبل اس کے کہ مجھے نہ پاؤ کہ عرش کے نیچے جس کسی چیز کو مجھ سے پوچھا جائے میں بتا دوں گا''۔

عرش کے نیچے کرسی، ہفت آسمان، ہفت زمین اور آسمانوں اور زمینوں کے درمیان جو کچھ ہے تحت الثریٰ تک سب داخل مولیٰ علی فرماتے ہیں کہ اس سب کو میرا علم محیط ہے ان میں جو شے مجھ سے پوچھو میں بتادوں گا رضی اللہ عنہ

امام ابن الباری کتاب المصاحف میں اور امام ابوعمر بن عبدالبر کتاب العلم میں ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ سے راوی

قال شهدت علی ابن ابی طالب یخطب فقال فی خطبته سلونی فوالله لا تسالونی عن شی الی یوم القیمة لا حدثتکم ۔

ترجمہ: ''میں مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے خطبہ میں حاضر تھا امیر المومنین نے خطبہ میں ارشاد فرمایا مجھ سے دریافت کرو کہ خدا کی قسم قیامت تک جو چیز ہونے والی ہے مجھ سے جو کچھ پوچھو میں بتادوں گا۔ امیر المومنین فرماتے ہیں کہ میرا علم قیامت تک کی تمام کائنات کو حاوی ہے''۔

یہ دونوں حدیثیں امام جلیل جلال الملۃ والدین سیوطی نے جامع کبیر میں ذکر فرمائیں۔

علامہ سید شریف رحمہ اللہ تعالیٰ شرح مواقف میں فرماتے ہیں

الجفر والجامعة کتابان لعلی رضی الله عنها قدذکر فیهما علی طریقة علم الحروف الحولاث التی تحدث الی انقراض العالم وکانت الائمة المعرفون من اولاده یعرفونها ویحکمون بهما فی کتاب قبول الهدالذی کتبه علی بن موسیٰ رضی الله عنها الی المامون انك قدعرفت من حقوقنا مالم یعرفه ابائوك فقبلت منك عهدك الا ان الجفروالجامعةیدلان علی انه لا یتم والمشائخ المغاربة نصیب من علوم اطروف نیتسبون فیه الیٰ اهل البیت

ورایت انا بالشام نظما اشیرفیه بالرموز الی احوال ملوك مصروسمعت انه مستخرج من زینك ۔

ترجمہ: ''یعنی جفر وجامعہ امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی دو کتابیں ہیں بے شک امیر المومنین نے ان دونوں میں علم الحروف کی روشن پر ختم دنیا تک جتنے وقائع ہونے والے ہیں سب ذکر فرمادیئے ہیں اوران کی اولاد امجاد سے آئمہ مشہورین رضی اللہ عنہ ان کتاب کے رموز پہچانتے اوران سے احکام لگاتے تھے اور مامون رشید نے جب حضرت امام علی رضا ابن امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کو اپنے بعد ولی عہد کیا اور خلافت نامہ لکھ دیا۔ امام رضی اللہ عنہ نے اس کے قبول میں فرمان بنام مامون رشید تحریر فرمایا اسی میں ارشاد فرماتے ہیں کہ تم نے ہمارے حق پہچانے جو تمہارے باپ دادا نے نہ پہچانے۔ اس لئے میں تمہاری ولی عہدی قبول کرتا ہوں۔ مگر جفر وجامعہ بتارہی ہیں کہ یہ کام پورا نہ ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور امام رضی اللہ عنہ نے مامون رشید کی زندگی ہی میں شہادت پائی۔ اور مشائخ مغرب اس علم سے حصہ اوراس میں اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم سے اپنے انتساب کا سلسلہ رکھتے ہیں اور میں نے ملک شام میں ایک نظم دیکھی جس میں شاہانِ مصر کے احوال کی طرف رمزوں میں اشارہ کیا ہے میں نے سنا کہ وہ احکام انہی دونوں کتابوں سے نکالے ہیں''۔

حضور پرنور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

وعزة ربی ان السعداء والاشقیاء لیعرضون علی عینی فی اللوح المحفوظ ۔

ترجمہ: ''عزت الٰہی کی قسم بے شک سب سعید وشقی میرے سامنے پیش کیے جاتے ہیں میری آنکھ لوح محفوظ میں ہے''۔

مزید فرماتے ہیں۔

لولالجام الشريعة على لسانی لاخبر تكم لماتا كلون وماتد خرون فی بيوتكم انتم بين يدی كالقواريئرارى مافی بواطنكم وظواهر كم ۔

ترجمہ: ''اگر میری زمیں پر شریعت کی روک نہ ہوتی تو میں تمہیں خبر دیتا جو کچھ تم کھاتے اور جو کچھ اپنے گھروں میں اندوختہ کر کے رکھتے ہو میرے سامنے شیشہ کی مانند ہو میں تمہارا ظاہر و باطن سب دیکھ رہا ہوں''۔

مزید فرماتے ہیں رضی اللہ عنہ

قلبی مطلع علی اسرار الخليفة ناظر الی وجوه القلوب قدصفاه الحق عن دنس روية سواه حتی صارلوحا ينقل اليه مافی اللوح المحفوظ وسلم عليه ازمة اموراهل زمانه وصرفه فی عطائهم ومنعهم ۔

ترجمہ: ''میرا دل اسرار مخلوقات پر مطلع ہے سب دلوں کو دیکھ رہا ہے اللہ تعالیٰ نے اسے رؤیت ماسوا کے میل سے صاف کر دیا کہ ایک لوح ہو گیا جس کی طرف وہ منتقل ہوتا ہے جو لوح محفوظ میں لکھا ہے (اللہ تعالیٰ) تمام اصل زمانہ کے کاموں کی باگیں اسے سپرد فرمائیں اور اجازت فرمائی کہ جسے چاہیں عطا کریں جسے چاہیں منع فرمادیں''۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا غیب دان ہونا

چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تاریخ الخلفاء میں ارقام فرماتے ہیں۔

اخرج مالك عن عائشه ان ابابكر نحلها جداد عشرين وسقا من ماله بالغابة فلما حضرته الوفا ة قال يا بنية والله مامن الناس احداحب الی غنی منك ولا اعزعلی فقرابعدی منك وانی كنت نحلتك جداد عشرين وسقافلو كنت جددته اجترزته كان لك وانما هواليوم مال وارث ونما هواخواك واختاك فاقسموهٗ علی كتاب الله فقالت يا ابت لو كان كذااو كذا التركة انما هی اسماء فمن الاخری قال ذوبطن ابنة خارجة اراها جارية واخرجه ابن سعد وقال فی آخره قال ذات بطن ابنة خارجة قد القی فی روعی انهاجارية فاستوصی بهاخيرفولدت ام كلثوم ۔

ترجمہ: ''یعنی حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کو ایک درخت کھجور کا دے دیا تھا جس سے بیس وسق کھجوریں حاصل ہوتی تھیں۔ جب ان کو موت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا!

اے بیٹی خدا کی قسم مجھے تیرا غنی ہونا بہت پسند اور غریب ہونا بہت ناگوار اس درخت سے اب تک جو کچھ تم نے نفع اٹھایا ہے وہ تمہارا تھا لیکن میرے بعد یہ مال وارثوں کا ہے اور وارث تمہارے صرف دو بھائی اور دو بہنیں ہیں۔ اس ترکہ کو موافق حکم شرعی کے تقسیم کر لینا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا!

ایسا ہو سکتا ہے لیکن میری تو صرف ایک بہن اسماء ہی ہے۔ آپ نے دوسری کونسی بتائی؟

آپ نے فرمایا! ایک تو اسماء ہیں دوسری بہن اپنی ماں کے پیٹ میں ہے۔ میں جانتا ہوں کہ وہ لڑکی ہے پس ام کلثوم رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔

قارئین کرام

گستاخانِ رسول کیا اب بھی انکار کریں گے کہ کیا صحابہ کرام کو علم غیب نہ تھا۔ بلکہ اس حدیث سے ثابت ہوگیا کہ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی علم غیب تھا۔

حضرت زید کے غیب داں ہونے کا ثبوت

امام ابوحنفیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ اکبر میں شیخ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے جامع کبیر میں طبری اور نعیم نے حارث بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

قال : مررتُ باالنبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم فقال .

کیف اصبحت یاحارث

قلت: اصبحت مومنا حقا .

فقال: انظر ما تقول فان لکل شی حقیقة وما حقیقة ایمانك؟

قلت: قد عرضت نفسی عن الدنیا واسهرت لذالك لیلی واظمات نهاری وکانی انظر الی عرش ربی بارزا وکانی انظرالی اهل الجنة تیزاورون فیها وکانی انظر ائی اهل النار یتضاغون وفی روایة یتعادون فیها .

فقال: یاحارث عرفت فالزم قالها ثلثاً

وفی روایة ابن عسا کر قال علیه السلام وانت امرانور اللہ قلبه عرفت فالزم

خلاصہ: مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زید رضی اللہ عنہ کو بطفیل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علم غیب عطا فرمایا تھا چنانچہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کہتے تھے کہ مجھ کو تمام زمین وآسمان کے رہنے والوں اور جنت اور دوزخ میں داخل

ہونے والوں کا علم ہے۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا غیب دان ہونا

حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ کے علم غیب کے ثبوت میں بے شمار احادیث نبویہ اور روایات ثقہ کتب احادیث اور تاریخ میں موجود ہیں منجملہ ان کی صرف ایک حدیث پر اکتفا کیا جاتا ہے کیوں کہ مومن کے یقین کرنے کے لئے صرف اشارہ ہی کافی ہے۔

تاریخ الخلفاء میں مروی ہے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جمعہ کے روز حسب معمول مسجد نبوی میں منبر مبارک پر خطبہ پڑھ رہے تھے اور اس قدر لوگ کثرت سے جمع تھے کہ مسجد میں تل بھر بھی جگہ خالی نہ تھی۔ آپ یکا یک اثنائے خطبہ میں بایں الفاظ پکار اٹھے۔

یا ساریة الجبل الجبل

اے ساریہ (رضی اللہ عنہ)! پہاڑ کی طرف توجہ کر تمام حاضرین آپ کے ان کلمات کو سن کر حیران و ششدر رہ گئے کہ یہ کیا معاملہ ہے لیکن نماز کے بعد بھی کسی کو آپ سے پوچھنے کی جرأت نہ ہوئی مگر حاضرین نے دن اور تاریخ کو یاد رکھا۔ الغرض! اس وقت ساریہ رضی اللہ عنہ کفار سے لڑائی میں مشغول تھے کہ انہوں نے اثنائے جنگ میں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی آواز اپنے کانوں سے سنی۔ اور یہ سمجھا کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے ہیں۔ فوراً آپ کے ارشاد پر عمل کیا گیا۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسلمانوں کو فتح ہوئی اور کفار کو شکست فاش ہوئی۔

توجہ فرمائیں۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سینکڑوں کوس کے فاصلے سے مقام نہاوند میں جنگ کے موقعہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آواز دی اور ساریہ رضی اللہ عنہ نے اس آواز کو سن کر اس پر عمل کیا اور فتح پائی۔

ذرہ اندازہ فرمائیں کہ کیا کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ کو بطفیل آپ کے عطا فرمایا تھا۔

الغرض! جب فوج واپس فتح پا کر آئی تو مسلمانوں نے ان سے دریافت کیا کہ فلاں تاریخ فلاں دن اور فلاں وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عین خطبہ میں یا ساریہ الجبل با آواز بلند پکارا تھا۔ کیا آپ لوگوں کو بھی اس کی کچھ خبر ہے۔ انہوں نے کہا۔ ہاں اس وقت کچھ کفار پہاڑ کے درہ میں گھات لگائے اس ارادہ سے بیٹھے تھے کہ مسلمانوں کو غافل پا کر اب حملہ کر دیں اسی وقت حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی آواز سنائی دی آپ رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے مطابق عمل درآمد کیا گیا تو کفار کو ہزیمت ہوئی۔ اور مسلمانوں کو فتح ونصرت ہوئی۔

قارئین کرام

گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واولیاء کو اب سوچنا چاہئے کہ جو کہتے ہیں کہ ہم صحابہ والے ہیں صحابہ کو مانتے ہیں ان کا ماننا اب کہاں گیا ہے۔ مانتے ہوتے تو اس حدیث کو بھی دیکھ لیتے۔

ایک نوعمر صحابی کا غیب داں ہونا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابی بالعموم غیب داں تھے چنانچہ کتاب حیوۃ الحیون میں علامہ کمال الدین دمیری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

عن ابی لهیعة عن ابی الاسود عن عروة قال لقی رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم رجلاً من اهل البادیة وهو متوجه الی بلدلقیة بالروحاء فسئله القوم عن الناس فلم یجدوا عنده خبرا .

فقالو: له سلم علی رسول الله صلی الله علیه وآله

وسلم

فقال: افیکم رسول الله .

فقالو: نعم فجاء وسلم علیه ثم قال .ان کنت رسول صلی الله علیه وآله وسلم فاخبرنی عمافی بطن ناقتی هذه فقال له سلمة بن سلامة بن وقش وکان غلاما ماحدثالاتسئل رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم واقبل علی فانا اخبرك عن ذالك نزوت علیها ففی بطنها سخلة منك فقال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم افعشت الرجل ثم اعرض عنه رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم فلم یکلم بکلمة واحدة حتّٰی قفلوا واستقبلهم المسلمون بالروحاء یهنئو نهم فقال سلمة : یا رسول الله مالذی یهنؤك؟

والله ان رئینا الاعجائز صلعا کالبدن المتعلقة فنحرنا ها

فقال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم

ان لکل قوم فراسة وانما یعرفها الاشراف روا ه الحاکم فی المستدرك وحکام ابن هشام فی سبیرته .

ترجمہ: ابولہیہ سے روایت ہے وہ ابوالاسود سے اور وہ عروہ سے روایت کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک بدوی ملا اور آپ مقام بدر کی طرف جا رہے تھے وہ آپ کو روحا کے مقام پر ملا تھا لوگوں نے غنیم کے متعلق اس سے سوال کیا تو اس سے کوئی بات معلوم نہ ہوئی پھر انہوں نے کہا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کرو!

اس نے پوچھا: کیا تم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف رکھتے ہیں؟

لوگوں نے کہا: ہاں

تو وہ حاضر ہوا اور سلام عرض کیا۔ پھر عرض کیا کہ آپ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں تو مجھے بتائیے کہ میری اس اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے۔

پس مسلمہ بن سلامت بن وقش رضی اللہ عنہما نے جو ابھی نو عمر لڑکا تھا کہا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سوال نہ کرو میری طرف توجہ کرو میں تمہیں بتاتا ہوں۔

تم نے اس کے ساتھ جفتی کی ہے پس اس کے پیٹ میں تمہارا بچہ ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

تم نے اس شخص کو فحش بات کہہ دی پھر آپ نے اس سے منہ پھیر لیا اور ایک لفظ نہ فرمایا حتی کہ سب نے کوچ کیا۔ اور روحاء کے مقام سے مسلمان آکر ان کو مبارک باد دینے لگے تو مسلمہ نے کہا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس بات کی مبارک باد دیتے ہیں؟

واللہ ہم نے نہیں دیکھا مگر بوڑھی عورتوں کو جو کم مو اور باریک گردن تھیں جیسے رسی سے بندھی اونٹنیاں ہوں۔ اور انہوں نے اس اونٹنی کو قتل کر ڈالا۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

ہر قوم میں فراست ہوتی ہے۔ بڑے اس کو جانتے ہیں

اس کو حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے اور ابن ہشام نے اپنی سیرت میں ذکر کیا ہے۔

قارئین کرام

گستاخانہ رسول کو سوچنا چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادنی غلام (نو عمر صحابی) نے پیٹ کا حال بتا دیا کیا اب بھی حضرات اولیاء اللہ کے غیب داں ہونے میں شک کرنے کے لئے تیار ہوں گے اللہ تعالیٰ ان کو عشاق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنائے۔ آمین۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا غیب داں ہونا

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے غیب داں ہونے کے ثبوت میں بے شمار احادیث نبویہ اور واقعات صحیحہ کتب احادیث اور تاریخ میں موجود ہیں لیکن چند روایات پر اکتفا کیا جاتا ہے کیوں کہ مومن کے اطمینان قلب کے لئے صرف اشارہ ہی کافی ہے۔

فاضل اجل حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب جامی رحمۃ اللہ علیہ شواہد النبوۃ میں ارقام فرماتے ہیں۔

جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کوفہ سے لشکر طلب فرمایا تو اس لشکر کے آنے سے پیشتر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حاضرین کو فرمایا۔

کوفہ سے بارہ ہزار فوج آئی ہے چنانچہ حاضرین میں سے ایک شخص فوج کے انتظار میں راستہ میں آن بیٹھا ہے کہ دیکھیں تو سہی کہ فوج کے کتنے آدمی آتے ہیں پس جب لشکر قریب آ گیا تو اس نے ایک ایک آدمی کو گننا شروع کیا تو واقعی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے مطابق بارہ ہزار آدمی تعداد میں نکلے ایک بھی کم وبیش نہ تھا۔

دوسری روایت میں ہے

منقول ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مسجد کوفہ میں نماز سے فارغ ہو کر ایک شخص سے فرمایا۔

فلاں مقام پر ایک مرد اور ایک عورت باہم لڑ رہے ہیں ان کو جا کر بلالاؤ۔ چنانچہ وہ ان کو بلالایا تو آپ نے فرمایا کہ آج رات تم دونوں میاں بیوی آپس میں بہت جھگڑتے رہے ہو اس کی وجہ کیا ہے اس نے عرض کیا کہ میں نے جب اس عورت سے نکاح کیا ہے تو مجھے طبعاً اس سے نفرت آتی ہے اس واسطے یہ عورت مجھ سے لڑتی جھگڑتی ہے چنانچہ جب آپ نے ہمیں بلایا تھا تو اس وقت تک بھی جھگڑا ہو رہا تھا۔ آپ نے حاضرین سے فرمایا کہ بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ جن کا اظہار کرنا غیر مرد کے سامنے معیوب ہوتا ہے۔ یہ سن کر حاضرین سمجھ گئے اور وہاں سے اٹھ کر چلے گئے وہ میاں بیوی ہی وہاں پر رہ گئے آپ نے اس عورت سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تو اس جوان کو جانتی ہے تو اس نے عرض کی ہرگز نہیں۔ فرمایا کہ میں تجھے اس کی شناخت کراتا ہوں۔ مگر تو منکر نہ ہو جانا۔ اس نے عرض کیا کہ میں ہرگز امر واقعی سے انکار نہ کروں گی۔ اس پر آپ نے فرمایا۔

کیا تو فلاں شخص کی بیٹی نہیں ہے؟

اس نے عرض کی: واقعی میں اُسی شخص کی بیٹی ہوں۔

پھر آپ نے پوچھا: کیا کوئی تیرے چچا کا بیٹا تھا جس کو تجھ سے محبت تھی اور تجھے اس سے۔

اس نے عرض کیا: بے شک یہ سچ بات ہے۔

پھر آپ نے دریافت کیا۔

کیا تو ایک رات کسی ضرورت کے لئے باہر جا رہی تھی اس نے تجھے پکڑا تیرے ساتھ ہم بستر ہوا۔ اور تو حاملہ ہو گئی تو نے اس راز کی اپنی ماں کو اطلاع دی مگر باپ سے اس کو چھپایا۔ جب تجھے دردزہ شروع ہوا اور وضع حمل کا وقت قریب آیا تو تیری ماں تجھ گھر سے باہر لے گئی۔ جب تو نے لڑکا جنا تو نے اس کو لپیٹ کر کوڑے پر ڈال دیا پھر

ایک کتا اس کو سونگھنے لگا تو نے کتے کو پتھر دے مارا لیکن وہ بچہ کے سر پر جالگا جس سے اس کا سر زخمی ہو گیا۔ اور تیری ماں نے کپڑا اپھاڑ کر اس کے سر پر باندھا اور پھر تمہیں اس بچہ کا حال معلوم نہ ہوا۔

اس عورت نے عرض کیا۔ بے شک ایسا ہی واقعہ ہوا۔ اس راز کی خبر میرے اور میری ماں کے سوا کسی اور کو نہ تھی۔

پھر آپ نے فرمایا جب صبح ہوئی تو فلاں قبیلہ نے اس بچہ کو لیکر اس کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ بڑا ہو گیا پھر وہ اس قبیلے کے ساتھ وہیں آیا اور تیرے ساتھ نکاح کیا۔ یہ وہی جوان ہے۔ پھر آپ نے اس جوان کو کہا کہ سر کو دکھلاؤ تو سر میں پتھر کے زخم کا نشان موجود تھا۔

آپ نے فرمایا کہ یہ تیرا بیٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے تمہاری حفاظت فرمائی اور حرام سے بچایا۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی علم غیب رکھتے تھے۔

حارث بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کا غیب داں ہونے کا ثبوت

حارث بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کو بطفیل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ طاقت عطا ہوئی تھی کہ دنیا میں ہی اپنی آنکھوں سے بہشت و دوزخ کو دیکھتے تھے۔

چنانچہ شرح عین العلم جلد اول میں لکھا ہے۔

وفی روایۃ الطبرانی وابونعیم عن الحارث بن مالک لانصاری

قال: مررت باالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال

کیف اصبحت یا حارث

قلت اصبحت مومنا حقا

فقال: انظر ماتقول فان لكل شي حقيقة وما حقيقة ايمانك

قلت قدعرفت نفسي عن الدنيا واسهرت لذالك ليلي واظمات نهاري وكافي انظرالي عرش ربي بارزاوكاني انظر الى اهل الجنة يتزاورون فيها وكاني انظر الى اهل النار يتضاعون وفي رواية يتعادون فيها

فقال يا حارث عرفت فالزم قالهاثلثا

وفي رواية ابن عسا كر قال عليه السلام

وانت امرانور الله قلبه عرفت فالزم

ترجمہ: طبرانی میں حارث بن مالک انصاری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جارہا تھا تو آپ نے فرمایا:

اے حارث تو نے کیوں کر صبح کی؟

میں نے کہا: میں نے صبح کی اس حال میں کہ میں سچا ایمان دار ہوں۔

آپ نے فرمایا: کہ دیکھ کیا کہتا ہے تحقیق ہر شے کے لئے حقیقت ہے پس کیا حقیقت ہے تیرے ایمان کی؟

میں نے کہا: تحقیق میں نے پہچان لیا اپنے نفس کو دنیا سے رات کو میں نے اپنی آنکھ کو بیدار رکھا اور میں دن میں پیاسا رہا گویا کہ میں دیکھتا ہوں اہل جنت کی طرف کہ وہ باہم زیارت کررہے ہوں اور دیکھ رہا ہوں میں اہل جہنم کی طرف کہ وہ شور کررہے ہیں اور چلا رہے ہیں۔

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

تو ایک مرد ہے: اللہ تعالیٰ نے تیرے قلب کو منور کردیا۔ پس لازم پکڑ اسکو۔

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غیب داں ہونے کا ثبوت

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ حج کرنے کے ارادہ سے مکہ معظمہ کو پیادہ پا روانہ ہوئے۔ راستے میں چلتے چلتے پاؤں مبارک متورم ہو گئے۔ ایک غلام نے عرض کیا کہ حضور تھوڑا سا سفر تو سواری پر طے فرمالیں کیوں کہ آپ کے پاؤں مبارک پر ورم آگیا ہے۔

آپ نے فرمایا: نہیں منزل پر پہنچ کر ایک حبشی شخص ملے گا۔ اس کے پاس روغن ہے اس سے خرید لینا۔

غلام نے عرض کیا: حضور میں نے اس سے پہلے کبھی کسی منزل میں نہیں دیکھا کہ کسی کے پاس ایسا روغن ہو۔ بھلا اس منزل میں کہاں سے ملے گا آخر منزل پر پہنچ کر ایک حبشی نظر آیا آپ نے فرمایا:

یہ وہی شخص ہے جس کی بارے ہم نے کہا تھا فوراً جاؤ اور اس سے روغن خرید لاؤ۔

غلام نے جا کر اس حبشی سے روغن مانگا۔

اس نے دریافت کیا کس کے لئے درکار ہے؟

کہا: امام حسن رضی اللہ عنہ کے لئے

اس نے کہا: مجھے ان کی خدمت اقدس میں لے چل میں ان کا نیاز مند ہوں پس جب وہ انکی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو دست بدستہ عرض کی کہ آپ میرے آقا ہیں میں آپ سے کیا قیمت لے سکتا ہوں لیکن اس وقت میری بیوی کے دردزہ ہو رہا ہے۔ دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ صحیح وسالم بچہ عنایت فرمائے!

آپ نے فرمایا: جا اللہ عزوجل نے تجھے ویسا ہی فرزند عطا فرمایا ہے جیسا تو چاہتا ہے لیکن یہ بچہ ہمارا نیاز مند ہوگا۔ پس جونہی وہ اپنے مکان پر پہنچا تو واقعی حضرت کے ارشاد کے مطابق صبح کو لڑکا ہوا۔

تو اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بھی علم غیب تھا۔

کیوں نہ ہو ان کو غیب کا علم اے نجدیو گستاخو
میرے آقا ﷺ کے شانہ مبارک کی سواری جو کیا کرتے

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کا غیب داں ہونا

شواہد النبوۃ میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ میں مکہ معظمہ میں تھا۔ مجھے امام باقر رضی اللہ عنہ کی زیارت کا شوق دامن گیر ہوا۔ چنانچہ میں نے ان کی قدم بوسی کے ارادہ سے مدینہ منورہ حاضر ہوا۔ جس رات کو مدینہ منورہ پہنچا تو آسمان پر بادل چھایا ہوا تھا۔ بارش بڑے زور سے ہو رہی تھی۔ سردی بڑی سخت تھی آدھی رات کا وقت تھا جب میں امام صاحب کے در دولت پر پہنچا تو اس وقت مجھے یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ آیا میں اپنے پہنچنے کی اطلاع امام صاحب کو ابھی کروں یا صبح کے وقت جب امام صاحب خود تشریف لائیں۔ اس وقت تک صبر کروں میں اسی فکر میں ہی تھا کہ امام صاحب کی آواز میرے کان میں آئی کہ باندی سے فرماتے ہیں فلاں شخص بھیگا ہوا آیا ہے اور وہ سردی سے ٹھٹھر رہا ہے اور دروازہ پر حیران و متفکر بیٹھا ہوا ہے۔ چنانچہ اس نے امام کے حکم سے فوراً دروازہ کھول دیا اور میں مکان کے اندر داخل ہو گیا۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کو بھی علم غیب تھا۔

حضرت بایزید بسطامی کا غیب داں ہونا

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ جو ایک بڑے پایہ کے بزرگ ہیں ان کا ذکر کرتے ہیں کہ ایک روز وہ اپنے چند مریدین کے ساتھ جنگل میں پھر رہے تھے کہ اچانک آپ کو خوشبو آئی جس سے آپ کی حالت بدل گئی اور وجد طاری ہو گیا۔ ایک مرید نے عرض کیا کہ آپ کا اس وقت کیا حال ہے کیوں کہ حضور کے چہرہ مبارک کا رنگ بدل رہا ہے کبھی تو زرد معلوم ہوتا ہے اور کبھی سرخ اور کبھی سفید آپ نے فرمایا کہ

مجھے اس طرف سے ایک بار کی خوشبو پہنچ رہی ہے کہ اتنے سال کے بعد یہاں اسلام کا بادشاہ پیدا ہوگا کہ جس کے خیمے آسمان پر ہوں گے۔

مریدوں نے اس کا نام دریافت کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان کا نام ابوالحسن ہوگا اور حصہ قد اور رنگ غرضیکہ تمام باتیں بیان فرمائیں اور یہ بھی فرمایا کہ میرے ہی سلسلہ میں وہ مرید ہوگا اور میری تربیت سے اس کو فیض پہنچے گا۔ مریدوں نے اس کی تاریخ وغیرہ لکھ لی چنانچہ ٹھیک اس تاریخ کو ابوالحسن صاحب پیدا ہوئے۔ اور جو اوصاف حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمہ بیان فرماتے تھے۔ سب ان میں موجود تھے۔

لوح محفوظ غوث الوریٰ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے پیش نظر تھی

زبدۃ الاسرار اور بہجۃ الاسرار میں لکھا ہے کہ شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں۔

عینی فی لوح محفوظ

میری آنکھیں لوح محفوظ میں ہیں جو کچھ ہوتا ہے یا ہوگا وہ مجھے معلوم ہو جاتا ہے کیوں کہ لوح محفوظ میری پیش نظر رہتی ہے اور اس میں سب کچھ مکتوب ہے۔

قارئین کرام

غور کرنے کا مقام ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں اور نام لیواؤں کو ایسے ایسے اسرار علوم عطا فرما دیئے ہیں کہ جو ہماری تمہاری عقل میں نہیں آسکتے تو پھر یہ عقیدہ خود بخود حل ہو جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جن کی ہستی بعد از خدا سب سے برتر اور اعلیٰ ہے اللہ تعالیٰ نے کس قدر اسرار و علوم مرحمت فرمائے ہوں گے۔

تمام کرہ ارض وسما اور کرہ عالم بعض ولیوں کے پیشِ نظر

ایک ولی اللہ کی اس قدر قوت تھی کہ تمام کرہ عالم ان کے پیش نظر تھا۔

چنانچہ کتاب ابریز مطبوعہ مصر میں مرقوم ہے۔

ولقد رأيت وليأ بلغ مقاما عظيمًا

وهوانه يشاهد المخلوقات الناطقة والصمامة والوحوش والحشرات والسموت ونجومها والارضين وما فيها وكرة العالم بامرها تستمد منه ويسمع اصواتها وكلامها في لحظة واحدة انح .

ترجمہ: ''تحقیق دیکھا میں نے ایک ولی کو کہ پہنچ گیا بڑے مقام پر کہ وہاں سے کل مخلوقات ناطقہ وصامتہ وحوش وحشرات، آسمان وتاروں تمام زمینوں اور مافیہا کو دیکھتا ہے۔ کرہ عالم کا معاینہ کرتا ہے اور سب کی آوازیں اور کلام کو ایک لحظہ میں سنتا ہے''۔

اولیاء اللہ کی نظر میں زمین مثل ایک دسترخوان

ملا علی قاری رحمة الله علیه مرقات جلد ثانی میں قاضی عیاض رحمة الله علیه سے زیر حدیث

صلوا علی مان صلو تکم تبلغنی حیث کنتم کے نقل فرماتے ہیں۔

وذالك ان النفوس الزكية القدسية اذا تجررت عن العلائق البدنية خرجت والصلت بالملأ الاعلى ولم ريبق لها حجاب فترى الكل كاالمشاهد بففسها وباخبار الملك لها وفيه سر يطلع من تتسير له .

ترجمہ: ''جہاں سے درودشریف مجھ پر بھیجو گے مجھ کو پہنچے گا۔ یہ اس لیے کہ نفوس زکیہ قدسیہ جبکہ مجرد اور خالی ہو جاتے ہیں علائق بدنیہ سے تو عروج کرکے ملاء اعلیٰ فرشتوں سے مل جاتے ہیں ان کے لئے حجاب باقی نہیں رہتا کل کا مشاہدہ کرتے ہیں جس طرح اپنی ذات کا مشاہدہ ہوتا ہے یا فرشتوں کے خبر دینے سے جانتے ہیں جس طرح اپنی ذات کا مشاہدہ ہوتا ہے یا فرشتوں کے خبر دینے سے جانتے ہیں اور اس میں ایک بھید ہے جس کو میسر اور آسان ہو وہی واقف ہے''۔

روضہ مقدسہ کے ایک فرشتہ کی قوت

اللہ تعالیٰ نے روضہ مقدسہ کے ایک فرشتہ کو اس قدر قوت عطا فرمائی ہوئی ہے کہ وہ تمام جہان کے درودشریف سن لیتا ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے۔

عن عماربن یاسر قال .

ان الله ملكا اعطاه سماع الخلائق كلها قائم على قبري الى يوم القيمة فما من احد يصلى على صلوة الابلغنيها .

(رواہ الطبرانی والزرقانی فی شرح المواہب)

ترجمہ: ''طبرانی اور زرقانی میں عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

ایک فرشتہ روضہ نبوی پر متعین ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قوت سماعت اس قدر عطا فرمائی ہے کہ تمام انسانوں اور جنوں کا دُرود (خواہ روئے زمین کے کسی ملک یا گاؤں سے بھیجے) سن لیتا ہے اور وہ فرشتہ سب کے دُرود نام بنام حضور علیہ الصلوٰۃ کے روبرو پیش کرتا ہے۔

قارئین کرام!

حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کے روضہ مبارک کے خادم کی تو یہ قدرت اور قوت کہ وہ روئے زمین کے تمام دُرود خوانوں کا دُرود شریف خود سنتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں نام بنام مع ولایت اور قومیت عرض کرتا ہے حالانکہ گستاخانِ رسول کے عقیدہ کے مطابق اور دور و نزدیک سے ہر وقت سننا خاصہ وخدا ہے اور غیر کے واسطے تسلیم کرنا شرک ہے تو پھر بھلا حضور علیہ السلام کے یہ شرک فرشتہ کے حق میں کیوں جائز رکھا۔ حقیقت میں دور و نزدیک سے کسی نبی یا ولی کا کسی کی آواز سن لینا حضور علیہ السلام کے عین ارشاد کے مطابق ہے۔ یہ شرک نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔

مقام غور ہے کہ آپ کا ایک ادنی خادم یعنی فرشتہ جو جہاں بھر کے دُرود شریف سن لیتا ہے اس میں تو یہ طاقت اور قدرت ہے تو کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے خادم اور غلام سے بھی سماعت میں کمتر ہیں کہ وہ خود سن نہیں سکتے اور ان میں اتنی طاقت شنوائی نہیں ہے کیا یہ بات ماننے کے قابل ہے۔ تمام محققین کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مخلوق سے افضل واعلیٰ ہیں اور آپ کی ہر ایک قوت وطاقت (حواسِ خمسہ) وغیرہ تمام مخلوق سے خواہ وہ انسان ہوں یا فرشتے ہوں سب سے افضل واعلیٰ ہے۔

ضروری گزارش

میں نے پہلے اولیاء اللہ کے علم غیب کو ثابت کیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں کی شان ہے۔ وہ غلام جو میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر وقت پیچھے رہتے تھے سنت کو دیوانہ وار ادا کرتے تھے میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت میں پروانہ وار سرگوش رہتے تھے ان کی یہ شان

ہے تو میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کیا شان ہوگی جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا:

لولاك لما اظهرت الربوبية

ترجمہ: ''اے محبوب اگر میں تجھے پیدا نہ کرتا تو اپنا رب ہونا بھی ظاہر نہ کرتا''۔

میرے آقا کی یہ شان ہے۔ تفسیر نعیمی میں لکھا ہوا ہے۔

''کعبہ اللہ تعالیٰ کی مسجودیت کا مظہر اور حضور علیہ السلام اللہ کی اطاعت کے مظہر ہیں''۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ ۔

ترجمہ: ''اور جس نے میرے رسول کی اطاعت کی تحقیق اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی''۔

گویا کہ معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت نہ کریں تو بہت سارے معاملات ایسے ہیں جس کی وجہ سے اسلام میں پورے نہیں اترتے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

واقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ ۔

ترجمہ: ''نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو''۔

اس آیت میں نماز کا حکم فرمایا گیا ہے اور امر دیا گیا ہے اور ''اقیمو'' امر کا صیغہ ہے اور امر وجوب کے لئے ہوتا ہے تو گویا کہ نماز قائم کرنا واجب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پورے قرآن کے اندر صرف **اقیمو الصلوٰۃ** کا لفظ ارشاد فرمایا ہے یہ کہیں نہیں فرمایا کہ نماز کو رکوع اور قیام سجود کے ساتھ ادا کرو، سو کر ادا کرو، بیٹھ کر ادا کرو اس نماز کو قائم کرنے کے لیے فرمایا۔

واطیعوالرسول

اے لوگو میرے رسول کی اطاعت کرو۔

جب تم میرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کروگے تمہیں نماز کے تمام معاملات آجائیں گے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مختار کل بنایا ہے۔

اگر اسی مضمون کو بڑھاتا رہا تو کئی صفحات گزر جائیں گے لیکن کیوں کہ یہاں مقصود صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان بتانی تھی وہ میں نے عرض کردی ہے۔ اب مناسب سمجھتا ہوں کہ اولیاؤں کے بعد حضرت انبیاء علیہم السلام جتنے ہیں ان کا تذکرہ خیر کروں تاکہ انبیاء علیہم السلام کا علم غیب بھی ہمیں معلوم ہوجائے اور گستاخِ رسول چونکہ علم غیب کی نفی کرتے ہیں ان کے منہ بند ہوجائیں ان بزرگ ہستیوں کا تذکرہ کرنے سے

اصول وقاعدہ

اصول اور قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی بڑی ہستی جہاں پر تشریف لاتی ہے کسی محفل میں تو اس کو آخر میں ٹائم دیا جاتا ہے تاکہ لوگوں کو اس کی عظمت کا پتہ چل جائے۔ اسی اصول کی رو سے میں نے پہلے اولیاء اللہ کا تذکرہ کیا اب مناسب سمجھتا ہوں کہ حضرات انبیاء علیہم السلام جتنے ہیں ان کا تذکرہ کرتا ہوں۔

انبیاء علیہم السلام کا علم غیب پر مطلع ہونا

انبیاء علیہم السلام کے لئے اطلاع علی لغیب کا ثبوت ہونا قرآن پاک کی متعدد آیات سے ملتا ہے۔ جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم السلام کو علم غیب دیا ہے۔

آیت نمبر 1

وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء .

ترجمہ: ''اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ اے (عامۃ الناس) تمہیں غیب پر مطلع فرمادے لیکن اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے (غیب کے علم کے لئے) چن لیتا ہے''

فائدہ: اس آیت کریمہ میں ''کم''، ضمیر کے ساتھ عام لوگوں سے خطاب ہے جس کا مفاد یہ ہے کہ انہیں اس بات کی خبر دی جارہی ہے کہ دیکھ! اللہ کی یہ شان نہیں کہ کس وناکس کو وہ اپنے غیب پر مطلع فرمادے بلکہ اس نعمت عظمٰی کے لئے وہ فقط اپنے برگزیدہ رسولوں کو مختص کرتا ہے۔

امام خازن اس آیت کے تحت لکھتے ہیں

یعنی ولکن اللہ یصطفی ویختار من رسلہ من یشاء فیطلعہ علی مایشاء من غیبہ (لباب التاویل: ۱: ۳۰۸)

ترجمہ: ''اس کا مطلب یہ ہے مگر اللہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے پھر اسے غیب پر جس قدر چاہتا ہے مطلع فرمادیتا ہے''۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت رقمطراز ہیں

فان سنۃ اللہ جاریۃ بانۃ لایطلع عوام الناس علی غیبہ بل لا سبیل نکم لی معرفۃ ذالک الامتیاز الابالا امتحانات مثل ما ذکرنا من وقوع المحن و الاضات حتی یتمیز عندھا الموافق من المنافق فاما معرفتہ ذالک علی سبیل الاطلاع من الغیب فھومن خواص الانبیاء فلھذاقال ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء ای ولکن اللہ یصطفی من رسیلہ من یشاء

فخصهم باعلامهم ان هذا مومن وهذا منافق...... ويحتمل ولكن الله يجتبي فيمتحن خلقه بالشرائع على ايديهم حتى يتميز الفريقان بالامتحان ويحتمل ايضًا ان يكون المعنى وما كان الله ليطلعكم ليجعلكم كلكم عالمين بالغيب من حيث يعلم الرسول حتى تصيروا مستغنين عن الرسول بل الله يخص من يشاء من عباده بالرسالة ثم يكلف الباقين طاعة هولاء الرسل ۔(التفسير الكبير، ۹: ۱۱۱)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ کا جاری کردہ اصول ہے کہ وہ عوام کو اپنے غیب پر مطلع نہیں فرماتا بلکہ تمہارے سے امتیاز ایمان ونفاق کی پہچان کے سلسلہ میں بجز اس کے کوئی راستہ نہیں کہ امتحانات ہوں جیسے ہم نے ذکر کیا کہ آفات وآلام نازل ہوں تاکہ موافق اور منافق میں تمیز ہو سکے۔ رہا اس پر خبردار ہونا علم غیب پر دسترس حاصل کرکے تو یہ نبیوں کا خاصہ ہے اس لئے فرمایا ''لیکن اللہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے چن لیتا ہے''۔ پھر انہیں یہ خبر دے کر خاص فرماتا ہے کہ بے شک یہ مومن ہے اور بے شک یہ منافق ہے اور یہ احتمال بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے چن لیتا ہے پھر ان کے ذریعے احکام شرع بھیج کر اپنی مخلوق کا امتحان لیتا ہے یہاں تک کہ اس جانچ سے دونوں گروہ ممتاز ہو جاتے ہیں یہ معنی بھی ممکن ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ تم سب کو غیب پر اطلاع کردے جیسے رسولوں کو علم غیب دیتا ہے کہ تم رسولوں سے بے نیاز ہو جاؤ بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے خاص کو رسالت سے سرفراز فرماتا ہے پھر باقی ماندہ کو ان رسولوں کی اطاعت کا مکلف بناتا ہے''۔

فائدہ: ایمان اور نفاق کی قلبی کیفیات غیب میں سے ہیں چونکہ عامۃ الناس مطلع علی الغیب نہیں ہوتے اس لئے ان کے لئے مومن اور منافق کا فرق جاننا بایں صورت ہی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر کوئی آزمائش نازل ہو اس کے نتیجے میں جو اس میں ثابت قدم رہا مومن ہوگا اور جس کے قدم ڈگمگائے اس کا شمار زمرۂ منافقین میں ہوگا مگر اس کے برعکس رسول کے لئے مومن اور منافق کے مابین امتیاز کا ذریعہ علم غیب ہے جس کے توسط سے اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو ان کے ایمان اور نفاق پر مطلع فرما دیتا ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مطلع فرما دیا۔ جب منافقین نے علم رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر طعن کیا اور استہزاء کیا کہ اس نبی کو ہمارے نفاق کا علم نہیں۔ اگر علم ہے تو ہمیں باہر کیوں نہیں نکال دیتے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے روز منبر پر تشریف لائے اور خطبہ ارشاد فرمایا: دوران خطبہ ایک ایک کا نام لے کر تمام منافقین کو مسجد سے باہر نکال دیا۔

امام رازی علیہ الرحمہ آیۃ کریمہ ''**لاتعلمهم ونحن نعلمهم**'' (توبہ۹:۱۰۱) کے حوالے سے یہ روایت درج کرتے ہیں۔

عن سدى عن انس بن مالك قام النبى صلى الله عليه و آله وسلم خطيبًا يوم الجمعة فقال اخرج يا فلان فانك منافق اخرج يا فلان فانك منافق فاخرج من المسجد ناسا وففحهم'' (التفسیر الکبیر،۱۶:۱۷۳)

ترجمہ: ''حضرت سعدی علیہ الرحمہ نے حضرت انس بن مالک سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے روز خطاب کے لئے کھڑے ہوئے پس فرمایا اے فلاں: تو نکل جا بے شک تو منافق ہے اے فلاں تو (بھی) نکل جا بے شک تو (بھی) منافق ہے پس آپ

نے (منافق) لوگوں کو مسجد سے رسوا کر کے نکال باہر کیا"۔

امام سلیمان بن عمر العجیلی علیہ الرحمہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں

والمعنی ولکن اللہ یجتبی ان یصطفی من رسلہ من یشاء فیطلعہ علی الغیب ۔(تفسیر الفتوحات الالھیۃ ۱:۳۴۰)

ترجمہ:"ولکن اللہ یجتبی کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے پھر اسے غیب پر مطلع فرماتا ہے"۔

امام قرطبی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں

(ولکن اللہ یجتبی) ای یختار (من رسلہ) لاطلاع غیبہ (من یشاء) ۔(الجامع الاحکام القرآن ۔۴:۲۸۹)

ترجمہ:"اور اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے اپنے غیب کی اطلاع کے لئے چن لیتا ہے"۔

اس آیت کریمہ اور اس کی تفسیر سے بالصراحت ثابت اور واضح ہے کہ اطلاع علی الغیب انبیاء علیہم السلام کے لئے ثابت ہے۔

دوسری آیت

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

ولا یحیطون بشیء من علمہ الا بما شاء ۔(البقرہ ۲:۲۵۵)

ترجمہ:"اور وہ اس کی معلومات میں سے کسی چیز کا بھی احاطہ نہیں کر سکتے مگر جس قدر وہ چاہے"۔

امام رازی علیہ الرحمہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں

لا یعلمون الغیب الا عند اطلاع اللہ بعض انبیائہ علی بعض

الغیب کما قال (عالم الغیب فلا یظہر علیٰ غیبہ احد الا من ارتضیٰ من رسول) ۔(التفسیر الکبیر ۷:۱۱)

ترجمہ:"لوگ (مطلقاً) غیب نہیں جانتے مگر جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی نبی کو کسی غیب پر مطلع فرما دے تو اسے علم غیب حاصل ہوتا ہے جیسے فرمایا: "اللہ غیب جاننے والا (ہے) تو اپنے غیب پر کسی کو (کامل) اطلاع نہیں دیتا مگر جنہیں پسند فرمالیا جو اس کے (سب) رسول ہیں"۔

تیسری آیت

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

"عالم الغیب فلا یظہر علیٰ غیبہ احدا الا من ارتضیٰ من رسول" (الجن ۔۷۲:۲۶:۲۷)

ترجمہ:"اللہ غیب جاننے والا (ہے) تو اپنے غیب پر کسی کو (کامل) اطلاع نہیں دیتا مگر جنہیں پسند فرمالیا جو اس کے (سب) رسول ہیں"۔

فائدہ: اس آیت میں نبیوں اور رسولوں کے مطلع علی الغیب ہونے کا ذکر بڑے واضح الفاظ میں کیا گیا ہے۔

امام بغوی علیہ الرحمہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں

(الا من ارتضیٰ من رسول) الا من یصطفیہ لرسالتہ فیظہرہ علیٰ مایشاء من الغیب ۔(معالم التنزیل ۔۴:۴۰۶)

ترجمہ:"(الا من ارتضیٰ من رسول) کا معنی ہے مگر جسے اللہ تعالیٰ اپنی رسالت کے لئے منتخب فرما لیتا ہے تو اسے جتنا چاہتا ہے غیب پر مطلع فرما دیتا ہے"۔

چوتھی آیت

ارشاد باری تعالیٰ ہے

(وعنده مفاتح الغيب لايعلمها الاهو) (الانعام ۶:۵۹)

ترجمہ: ”اور غیب کی کنجیاں (یعنی وہ راستے جن سے غیب کسی پر آشکار کیا جاتا ہے) اس کے پاس (اس کی قدرت وملکیت میں) ہیں انہیں اس کے سوا (از خود) کوئی نہیں جانتا“۔

فائدہ: اس آیہ کریمہ میں لفظ مفاتح قابل توجہ ہے جو فتح سے مشتق ہے جس کا معنیٰ ”کھولنا“ ہے لفظ ”مفاتح“، ”مفتح“ کی جمع ہے۔ مفتح اسم آلہ ہے اس کا معنیٰ ہے کھولنے والا آلہ، چابی کو مفتاح اس لئے کہتے ہیں کہ یہ بند تالے کو کھول دیتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ مفاتح کا مفہوم کسی بند سربستہ اور مخفی شے کو کھولنے سے عبارت ہے اور ہر وہ شے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کلیتًا اس قابل ہی نہ ہو سکے کہ اسے کھولا جا سکے اس کے لئے مفاتح کے وجود کا تصور کبھی نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ متذکرہ بالا آیہ کریمہ سے مراد یہ ہے کہ غیب کے دروازے کھول دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے بند کر دیتا ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ وہ جو چاہے کرے۔ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے اپنے نبیوں اور رسولوں کو امور غیب سے مطلع فرما دیتا ہے۔

امام قرطبی اس آیت کریمہ کے تحت رقمطراز ہیں

فالله تعالىٰ عنده مفاتح الغيب وبيده الطرق الموصلة اليه لايملكها الا هو فمن شاء اطلاعه عليها اطلعه ومن شاء حجبه عنها حجبه ولايكون من افاضته الا على رسله بدليل قوله تعالىٰ وما كان الله ليطلعكم على الغيب ولكن الله

يجتبي من رسله من يشاء وقال عالم الغيب فلا يظهره على غيبه احداك من ارتضى من رسول“ ۔(الجامع لاحکام القرآن ۷:۳)

ترجمہ: ”سو اللہ کے پاس کا علم ہے (یعنی جو مخلوق سے پوشیدہ ہے اسے اللہ تعالیٰ جانتا ہے) اور اسی کے ہاتھ میں غیب تک پہنچانے والے راستے ہیں وہی ان کا مالک ہے جس کو ان پر اطلاع دینا چاہے دیتا ہے اور جن سے پردے میں رکھنا چاہے پردے میں رکھتا ہے اور اس کا یہ فیضان (علم غیب پر اطلاع دینا) صرف اس کے رسولوں پر ہوتا ہے اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے“۔

”اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ (اے عامة الناس تمہیں غیب پر مطلع فرما دے لیکن اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے (غیب کے علم کے لیے) چن لیتا ہے“۔

اور فرمایا اگر غیب جاننے والا (ہے) تو اپنے غیب پر کسی کو (کامل) اطلاع نہیں دیتا مگر جنہیں پسند فرمایا جو اس کے (سب) رسول ہیں۔

فائدہ: اس سے یہ نتیجہ اخذ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی شان عالم الغیب ہونا ہی نہیں فاتح الغیب ہونا بھی ہے اور یہ کہ ہر کس و ناکس کو مطلع علی الغیب نہیں کیا جاتا۔ یہ اس کی عطائے خاص ہے جو بالخصوص ان منتخب بندوں پر ہوتی ہے جنہیں وہ اپنی بارگاہ ناز میں نبوت و رسالت کے لئے چن لیتا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام اور اطلاع علی الغیب

یوں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہر نبی کو اطلاع علی الغیب کے امتیازی وصف سے متصف کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے وہ خاص پیغمبر ہیں جنہیں خلیفة اللہ فی الارض ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو بھی علم غیب سے

سرفراز فرمایا۔

جس کے بارے میں قرآن پاک میں یوں مذکور ہے۔

"وعلم ادم الاسماء کلھا" (البقرہ۔۲:۳۱)

ترجمہ: "اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام (اشیاء کے) نام سکھادیئے"۔

بعض علماء نے علم الاسماء سے ملائکہ اور بعض نے نسل نبی آدم کے ناموں کا علم مراد لیا ہے جب کہ بعض نے لغات کا علم یا اسمائے الٰہیہ کا علم مراد لیا ہے لیکن ان تمام آراء کے باوجود "الاسماء کلھا" کے قرآنی الفاظ سے کسی طرح یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ علم کسی خاص نوع یا جنس تک محدود ہے یا اسے کسی ایک دائرے میں مخصوص کر دیا گیا ہے بلکہ یہ الفاظ اس کے عمومی اطلاق پر دلالت کرتے ہیں اور جیسا کہ اکثر آئمہ تفسیر نے بیان کیا ہے حضرت آدم علیہ السلام کو جملہ مخلوقات کے اسماء کا علم عطا کر دیا گیا تھا۔

امام قرطبی نے اس آیت کے تحت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما عکرمہ، قتادہ، مجاہد اور ابن جبیر کا قول نقل کیا ہے

علمه اسماء جميع الاشياء كلها جليلها وحقيرها .

(الجامع لاحکام القرآن، ۱:۲۸۲)

ترجمہ:۔

"اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء موجودات کے نام سکھادیئے خواہ بڑی تھیں یا چھوٹی"۔

علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

اس سے مراد جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے۔ سب کے نام ہیں۔ (روح المعانی، ۱:۲۲۴)

امام ابو السعود العمادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

وقیل اسماء ماکان ومایکون الی یوم القیامة (تفسیر ابی السعود، ۱:۸۴)

ترجمہ: "اور یہ قول بھی ہے کہ جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب کے نام مراد ہیں"۔

امام خازن حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل کرتے ہیں

قال ابن عباس رضی الله عنه علمه اسم كل شیء حتى القصعة والقصيعة ۔(لباب التاویل ۱:۴۲)

ترجمہ: "حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ہر شے کا نام سکھا دیا۔ حتی کہ پیالے اور پیالی کا بھی"۔

امام شوکانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں

والتاكيد بقوله (كلها) يفيد الله علمه جميع الاسماء ولم يخرج عن هذا شیء منها كائنا وما كان ۔(فتح القدیر، ۱:۶۴)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے فرمان کلھا کی تاکید کا فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام نام سکھا دیئے اور اس سے جو کچھ ہونیوالا ہے اور جو کچھ ہو چکا ہے کوئی شے بھی خارج نہیں۔

فائدہ: علم الاسماء سے مراد بلا امتیاز وتخصیص ہر شے کا علم ہے اور یہی معنی حدیث شفاعت سے بھی مترشح ہے لہٰذا تفسیر القرآن بالحدیث کے اصول پر عمل کرتے ہوئے علم الاسماء سے مراد ہر شے کا علم لیا جائے گا۔

امام ابن کثیر رضی اللہ عنہ اسی حوالے سے لکھتے ہیں:

اصحیح انه علمه اسماء الاشیاء كلها ذواتها و صفاتها

وافعالها ۔ (تفسیر القرآن العظیم : ۱:۷۳)

صحیح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے نام' ان کی شکلیں' ان کے افعال کا علم عطا فرمادیا تھا۔

قاضی بیضاوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

انہ تعالیٰ خلقہ من اجزاء مختلفۃ و قوی متباینۃ مستعد الا دراك انواع المدركات من المعقولات و المحسوسات والمتخيلات والموهومات والهمه ذوات الاشياء و خوا صها اسمائها واصول العلوم و قوانين الصناعات و كيفية الاتها (انوار التنزيل ، ۱:۸۴)

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مختلف اجزاء اور متفرق قوتوں سے پیدا کیا اور ان میں یہ صلاحیت و استعداد رکھی کہ وہ طرح طرح کے مدرکات کو خواہ وہ عقل سے جانے جاسکتے تھے یا حواس سے تخیل سے یا قوت واہمہ سے اپنے علم میں لاسکیں اور مختلف اشیاء کی ماہیت ان کے خواص وصفات ان کے اسماء علم و ادراک کے اصول وضوابط، مختلف صنعتوں کے قوانین اور آلات وذرائع کی کیفیات وغیرہ کی معرفت آپ کے دل میں القا کردی۔

فائدہ: مذکورہ بالا تصریحات سے یہ بخوبی واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو کائنات کی چھوٹی سے چھوٹی شے کا بھی علم عطا فرمایا تھا حتیٰ کہ تمام اشیاء کے اسماء ماہیات خصوصیات صفات اور افعال وکیفیات تک کا علم بھی آپ علیہ السلام کا یہ علم ما کان وما یکون کی صفت سے متصف ہونے کی وجہ سے علم غیب قرار پایا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام اور اطلاع علی الغیب:

اللہ تعالیٰ کے محبوب اور مقرب نبی حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام کے فرزند اور سیدنا ابراہیم کے پوتے تھے۔ اللہ جل شانہ نے آپ کو بہت بلند مقام عطا فرمایا۔ قرآن مجید میں سیدنا ابراہیم واسحاق علیہم السلام کے ساتھ آپ کا ذکر جمیل ان الفاظ میں آیا ہے۔

واذكر عبدنا ابراهيم و اسحاق و يعقوب اولى الايدى والابصار انا خلقنهم بخالصة ذكرى الدار وانهم عندنا لمن المصطفين الاخيار ۔(ص ، ۲۳، ۴۵، ۴۷)

اور ہمارے بندے ابراہیم واسحاق اور یعقوب کا ذکر کیجئے جو ہاتھوں اور آنکھوں کے مالک تھے اللہ کی بندگی بھی کرتے تھے اور صاحب بصیرت بھی تھے ہم نے ان (تمام انبیاء) کو بالخصوص (آخرت کے) گھر کی یاد کے لئے چن لیا تھا اور وہ (سب) ہماری بارگاہ میں منتخب اور نیک لوگوں میں سے تھے۔

برادران یوسف کے مکر کی پیش بینی:

سورہ یوسف میں یہ واقعہ مذکور ہے یہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام کے سب سے پیارے صاحبزادے سیدنا یوسف علیہ السلام نے آپ سے اپنا خواب بیان کیا۔

يا بت انى رائت احد عشر كوكبا والشمس والقمر رايتهم لى سجدين (یوسف : ۱۲:۴)

اے میرے والد گرامی! میں نے (خواب میں) گیارہ ستاروں کو اور سورج اور چاند کو دیکھا ہے میں نے انہیں اپنے لئے سجدہ کرتے ہوئے

دیکھا ہے۔

توسیدنا یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹے کا یہ خواب سن کر انہیں یہ نصیحت فرمائی۔

لا تقصص رءیاك علی اخو اتك فکیدوا لك کیدا ان الشیطن للانسان عدوٌ مبین (یوسف: ۱۲: ۵)

اے میرے بیٹے اپنا یہ خواب اپنے بھائیوں سے بیان نہ کرنا ورنہ وہ تمہارے خلاف کوئی پر فریب چال چلیں گے بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔

فائدہ: بحوالہ بالا ارشاد قرآنی اس امر کا مظہر ہے کہ آپ علیہ السلام کومن جانب اللہ اس بات سے باخبر کر دیا گیا تھا کہ بردرانِ یوسف اپنے ہی بھائی کے خلاف کوئی چال چلنے والے ہیں اس لئے آپ علیہ السلام نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں کے خفیہ عزائم کے بارے میں قبل از وقت خبردار کر دیا تھا۔

حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام ومنصب کا پیشگی علم:

قرآن مجید اس پر شاھد وعادل ہے کہ سیدنا یعقوب علیہ السلام کو اس بات پر پہلے سے علم تھا کہ ان کے فرزند ارجمند جناب یوسف علیہ السلام کو منصب نبوت پر سرفراز کیا جائے گا اور اس پر مستزاد کہ انہیں بشمول تعبیر رویاء علم وحکمت کی بے مثال دولت سے بھی نوازا جانے والا ہے چنانچہ اس بارے میں اپنے صاحب علم ہونے کا اظہار بھی فرما دیا جسے قرآن کریم نے ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے۔

و کذالك یحتبیك ربك و یعلمك من تاویل الاحایدث و یتم نعمته علیك و علی آل یعقوب کما اتمها علی ابو یك من قبل ابراهیم و اسحاق ان ربك علیم حکیم (یوسف ۱۲: ۶: ۷)

اسی طرح تمہارا رب تمہیں (بزرگی کے لئے) منتخب فرمالے گا اور تمہیں باتوں کے انجام تک پہنچنا (یعنی خوابوں کی تعبیر کا علم) سکھائے گا اور تم پر اور آل یعقوب پر اپنی نعمت تمام فرمائے گا جیسا کہ اس نے اس سے قبل تمہارے دونوں باپ (یعنی ابراہیم اور اسحاق پر تمام فرمائی تھی۔ بے شک تمہارا رب خوب جاننے والے بڑی حکمت والا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے احوال کا علم:

واقعہ کے مطابق جب برادرانِ یوسف پہلے سے طے شدہ منصوبے کے تحت اپنے والد سیدنا یعقوب علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا۔

ارسله معنا غدا یر تع و یلعب و انا له لحفظون (یوسف:۱۲:۱۲)

آپ (یوسف علیہ السلام کو) کل ہمارے ساتھ بھیج دیجئے وہ خوب کھائے اور کھیلے اور بے شک ہم اس کے محافظ ہیں۔

توسیدنا یعقوب علیہ السلام نے علم نبوت کی روشنی میں بیٹوں کے ارادوں میں کار فرما سازش کو پڑھ لیا اور علی وجہ البصیرت فرمایا۔

انی لیحزننی ان تذهبوا به و اخاف ان یا کله الذئب و انتم عنه غفلو (یوسف ۱۲: ۱۳)

بے شک مجھے یہ خیال مغموم کرتا ہے کہ تم اسے لے جاؤ اور میں (اس خیال سے بھی) خوفزدہ ہوں کہ اسے بھیڑیا کھا جائے اور تم اس کی حفاظت سے غافل رہو۔

چنانچہ جس خدشے کا آپ نے اظہار کیا تھا ویسا ہی ہوا اور بیٹوں نے آکر باپ سے کہا: **یآ بآنآ انا ذهبنا نسبق و تر کنا یوسف عند متاعنا فاکله الذئب** ''اے ہمارے باپ! ہم لوگ دوڑ میں مقابلہ کرنے چلے

گئے اور ہم نے یوسف کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا تو اسے بھیڑیے نے کھالیا۔ سیّدنا یعقوب علیہ السلام جو کہ بیٹوں کے سازشی ذہن سے پہلے ہی آگاہ تھے ان کی مت گھڑت بات سنتے بھی فرمادیا۔

بل سولت لکم انفسکم امرا فصبر جمیل واللہ المستعان علی ما تصفون ۔

حقیقت یہ نہیں ہے بلکہ تمہارے حاسد نفسوں نے ایک بہت بڑا کام تمہارے لئے آسان اور خوشگوار بنا دیا (جو تم نے کر ڈالا) پس (اس حادثہ پر) صبر بھی بہتر ہے اور اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں اس پر جو کچھ تم بیان کررہے ہو،

آپ نور نبوت سے جانتے تھے کہ یوسف علیہ السلام کو بھیڑیے نے نہیں کھایا بلکہ وہ زندہ ہیں آپ نے صبر سے کام لیا اور معاملہ اپنے اللہ تعالیٰ کے سپرد کردیا غیوب پر مطلع ہونے کی دوسری دلیل یہ ہے جب سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی بنیامین کو ایک تدبیر سے اپنے پاس رکھ لیا اور بھائیوں نے واپس پہنچ کر سارا واقعہ بیان کیا تو آپ علیہ السلام نے پیش گوئی کرتے ہوئے اپنے بیٹوں کو آگاہ کردیا۔

عسیٰ اللہ ان یاتینی بھم جمیعا: (یوسف ۱۲:۸۳)

قریب ہے کہ اللہ ان سب کو میرے پاس لے آئے۔

اس پر بیٹوں نے اپنے والد گرامی کی اس پر امیدی پر اظہار خیال کرتے ہوئے اپنا یہ اندیشہ بیان کیا۔

تاللہ تفتئوا تذکر یوسف حتیٰ تکون حرضا او تکون من الھالکین ۔ (یوسف، ۱۲:۸۵)

اللہ کی قسم آپ ہمیشہ (یوسف ہی) کو یاد کرتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ آپ قریب مرگ ہو جائیں گے یا آپ وفات پا جائیں گے۔

حضرت یعقوب نے فرمایا۔

انما اشکوا بثی و حزنی الی اللہ واعلم ما لا تعلمون ۔

(یوسف: ۱۲:۸۶)

میں تو اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اللہ کے حضور کرتا ہوں اور میں اللہ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

فائدہ:

سورہ یوسف کی مذکورہ آیات واضح انداز سے اس بات کی تائید کررہی ہیں کہ سیدنا یعقوب علیہ السلام کو اپنے بیٹے یوسف علیہ السلام کے تمام احوال کی پوری خبر تھی اور وہ نور نبوت سے بھی جانتے تھے کہ بیٹا بنیامین اپنے بھائی یوسف علیہ السلام کی تحویل میں ہے۔ اسی علم غیب کی بناء پر انہوں نے یہ پیش گوئی فرمادی تھی کہ عنقریب اللہ ان سب کو میرے پاس لے آئے گا اور یہ کہ میں اللہ کے عطا کردہ علم سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

قارئین کرام!

گستاخانِ رسول کو کہو کہ انبیاء علیہم السلام پر فتوے لگائیں کہ ان کو علم غیب کیوں عطا ہوا اور کس وجہ سے ہوا یقیناً ان کے یہ فتوے ان پر بروز قیامت وبال بنیں گے۔

خوشبوئے پیراہن یوسف علیہ السلام کی پیر کنعان تک رسائی:

برورانِ یوسف پر جب یہ کھلا کہ ان کے بھائی یوسف علیہ السلام بھی عزیز مصر ہیں تو فطری طور پر اپنی غلطیاں یاد آنے پر ان کی جبین عرق انفعال وندامت سے تر ہو گئیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام سے اپنے بھائیوں کی یہ حالت زار نہ دیکھی گئی

انہوں نے پیغمبرانہ ظرف کا مظاہرہ کرتے ہوئے عفوودرگزر سے کام لیا اور فرمایا۔

لا تثریب علیکم الیوم :(یوسف ، ۱۲ ، ۹۳)

آج کے دن تم پر کوئی ملامت اور گرفت نہیں ہے۔

ادھر ہجر وفراق کے طویل ماہ وسال نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں کی بینائی سلب کرلی تھی۔ جب بھائی یوسف علیہ السلام کی حقیقت سے آگاہ ہوکر واپس عازم سفر ہونے لگے تو انہوں نے بھائیوں کو اپنا کرتہ دیتے ہوئے فرمایا

اذھبوا بقمیصی ھذا فالقوہ علی وجہ ابی یات بصیرا

(یوسف ۱۲ : ۹۳)

میری یہ قمیض لے جاؤ سواسے میرے باپ کے چہرے پر ڈال دینا وہ بینا ہوجائیں گے۔

کرنا خدا کا کیا ہوا کہ ادھر برادران یوسف پیراہن یوسفی علیہ السلام لے کر مصر سے روانہ ہوئے ہی تھے کہ کنعان (شام) میں بیٹھے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے پیراہن کی خوشبو کو اپنے مشام جاں میں محسوس کرلیا جس کا احوال قرآن حکیم نے اس انداز سے بیان فرمایا ہے۔

لما فصلت العیر قال ابو ھم انی لا جدریح یوسف لولا ان تفندون (یوسف: ۱۲ : ۹۴)

جب قافلہ (مصر سے) روانہ ہوا ان کے والد یعقوب نے (کنعان میں بیٹھے ہی) فرمادیا بے شک میں یوسف کی خوشبو پا رہا ہوں اگر تم مجھے بڑھاپے کے باعث بہکا ہوا خیال نہ کرو۔

فائدہ: اس سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو علم غیب تھا اس لئے

تو آپ نے خوشبو کو سونگھ کر بتادیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام اور اطلاع علی الغیب:

حضرت یوسف علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ کی منتخب اور مخلص انبیاء میں سے تھے جیسا کہ قرآن ارشاد فرماتا ہے:

انہ من عبادنا المخلصین .(یوسف : ۱۲ : ۲۴)

بے شک وہ ہمارے چنے ہوئے (برگزیدہ) بندوں میں سے تھے۔

مبدءِ فیض نے حضرت یوسف علیہ السلام کو نہ صرف ظاہری اور باطنی حسن وجمال سے وافر درجہ نواز رکھا تھا بلکہ علم وحکمت اور معرفت الٰہیہ کے گراں قدر خزانے بھی آپ کو عطا فرمادیئے تھے جس میں غیبی حقائق ومصارف کا علم بھی آپ کو بطور خاص ارزانی کیا گیا تھا۔ چنانچہ جب عزیز مصر نے اپنی اہلیہ کے ایماء پر آپ کو ناروا طور پر قید خانے میں ڈالا تو آپ کے ساتھ دونوں نوجوان بھی داخل زنداں کئے گئے ان دونوں جوانوں نے اپنے اپنے خواب بیان کئے اوران کی تعبیر چاہی اس پر سیدنا یوسف علیہ السلام نے خوابوں کی تعبیر بتانے سے قبل ان سے جو کچھ فرمایا وہ قرآن کریم میں اس طرح مذکور ہے۔

لا یاتیکما طعام تر زقانہ الا نباتکما بتاویلہ قبل ان یاتیکما ذلکما مما علمنی ربی . (یوسف ۱۲ :۳۷)

جو کھانا روز تمہیں کھلایا جاتا ہے وہ تمہارے پاس آنے بھی نہ پائے گا کہ میں تم دونوں کو اس کی تعبیر تمہارے پاس اس کے آنے سے قبل بتادوں گا یہ (تعبیر) ان علوم میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے سکھائے ہیں۔

امام خازن مذکورہ آیت کے تحت لکھتے ہیں:

انہ علیہ السلام اراد ان یبین لھما درجۃ فی العلم اعلیٰ

واعظم مما اعتقد وا فیله و ذلك انهما طلبا عنه علم التعبیر ولا شك ان هذا لعلم مبنی علی الظن والتجبین فارا دان یعلهما انه یمکنه الاخبار عن المغیبات علی سبیل القطع والیقین وذالك یعجز الخلق عنه وا ذا قدر علی الاخبار عن المغیبات کان اقدر علی تعبیر الرؤیا بطریق الاولی انما عدل عن تعبیر رویا هما الی اظهاره المعجزة لانه علم ان احدهما سیصلب فاراد ان یدخله فی الاسلام و یخلصه من الکفر و دخول النار ۔ (لباب التاویل : ۳:۱۹)

ترجمہ: حضرت یوسف علیہ السلام ان کے سامنے اس درجہ علم سے بلند درجہ کو بیان کرنا چاہتے تھے جس کا انہیں آپ کی نسبت سے اعتقاد تھا۔ کیونکہ انہوں نے آپ سے علم تعبیر کا مطالبہ کیا تھا اور اس میں شک نہیں یہ علم ظن اور اندازے پر مبنی ہے سو آپ نے چاہا کہ انہیں اس بات سے آگاہ کیا جائے کہ آپ غیب کی قطعی اور یقینی خبریں دینے کی استطاعت بھی رکھتے ہیں تو خوابوں کی تعبیر بطریق اولیٰ بیان کر سکتے ہیں آپ نے اظہار معجزہ کی خاطر ان کی خوابوں کی تعبیر بتانے سے وقتی طور پر اقرار فرمایا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ ایک کو سولی چڑھا دیا جائے گا سو آپ نے کفر اور آگ سے چھٹکارا دلا کر اسے اسلام میں داخل کرنا چاہا۔

امام خازن علیہ الرحمہ اس کے بعد تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

(الانبا تکم تباویله) یعنی اخبر تکما بقدره ولو نه والوقت الذی یصل الیکما فیله (قبل ان یا تیکما یعنی قبل ان یصل الیکما وای طعام اکلتم و کم اکلتم و متی اکلتم) لباب

التاویل : ۳:۱۹)

یعنی میں تمہیں اس کی مقدار اس کا رنگ اور پہنچنے کا وقت کھانا پہنچنے سے قبل ہی بتا دوں گا اور یہ کونسا کھانا تم نے کب اور کتنا کھایا ہے تمہیں اس کی بھی خبر دوں گا۔

امام رازی علیہ الرحمہ اس آیت کی تفسیر میں یوں فرماتے ہیں:

والمعنی انه لا یا تکیما طعام ترزقانه الا اخبر تکما ای طعام هو وای لون هو و کم هو و کیف یکون عاقبة ای اذا اکله الانسان فهو یفید الصحة اوالسقم و فیه وجه آخر قیل کان الملك اذا اراد قتل انسان صنع له طعام فارسله الیه فقال یوسف لا یا تیکما طعام الا اخبر تکما ان فیه سما ام لاهذا هوا لمراد من قوله (لا یا تیکما طعام ترزقانه الا نبا تکم بتاویله) و حاصله راجع الی انه ادعی الاخبار عن الغیب وهو یجری مجری قول عیسیٰ علیه السلام و انبئکم بما تا کلون وما تدخرون ۔ (تفسیر الکبیر : ۱۸:۱۳۶)

اس آیت کا معنی ہے کہ وہ کھانا جو تمہیں دیا جاتا ہے تمہارے پاس ابھی آنے بھی نہیں پائے گا کہ میں تمہیں اس کے بارے میں خبر دے دوں گا کہ وہ کیا ہے کس رنگ کا ہے کتنا ہے اور اس کا انجام کیا ہوگا یعنی جب کوئی انسان اسے کھائے گا تو آیا وہ اس کی صحت کو فائدہ دے گا یا نقصان پہنچائے گا اس میں دوسرا قول یہ ہے کہ بادشاہ جب کسی شخص کو قتل کرنا چاہتا تو اس کے لئے کھانا تیار کروا کر بھیجتا حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارے پاس وہ کھانا ابھی آئے گا بھی نہیں کہ میں تمہیں بتا دوں گا

کہ اس میں زہر ہے یا نہیں مذکورہ آیت سے یہ مراد ہے اور حاصل کلام یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیب کی خبر دینے کی بات کی تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول اور جو کچھ تم کھا کر آئے ہو اور جو کچھ تم اپنے گھروں میں جمع کرتے ہو میں تمہیں (وہ سب کچھ) بتادیتا ہوں کی طرح ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور مطلع علی الغیب:

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نہایت ہی برگزیدہ اور مقرب نبی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو مقام عظیمہ پر فائز فرمایا جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے۔

واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا ۔ (النساء : ۴: ۱۲۵)

اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا مخلص دوست بنالیا تھا۔

قرآن کریم ایک اور مقام پر آپ علیہ السلام کی شان صدیقیت کو یوں بیان فرماتا ہے۔

واذکر فی الکتاب ابراھیم انه کان صدیقا نبیا (الریم،۱۹،۴۱)

اور آپ کتاب (قرآن مجید) میں ابراہیم کا ذکر کیجئے بے شک وہ بڑے صاحب صدق نبی تھے۔

دسرے مقام پر آپ کی دیگر صفات یوں بیان ہوئی ہیں۔

ان ابراھیم لحلیم اواہ منیب ۔ (ھود، ۱۱، ۷۵)

بے شک ابراہیم بڑے متحمل مزاج آہ وزاری کرنے والے ہر حال میں ہماری طرف رجوع کرنے والے تھے۔

آپ علیہ السلام کی خاطر نار نمرود گل وگلزار کردی گئی۔ آپ کی نسبت قربانی

شریعت مطہرہ میں آئندہ نسلوں کے لئے جاری وساری کردی گئی۔ اللہ تعالیٰ کے حضور آپ کی دعا کو شرف باریابی حاصل ہوئی اور آپ کی اولاد میں سے نبی آخر الزماں حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو جہاں دیگر کمالات و اعزازات سے نوازا تھا وہاں آپ کو زمین وآسمان کی جملہ نشانیوں اور عجائبات کا مشاہدہ کرواتے ہوئے غیبی حقائق پر بھی مطلع فرمادیا تھا۔

قرآن حکیم سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اس شان کو یوں بیان فرماتا ہے۔

وکذالك نری ابراھیم ملکوت السمٰوات والارض ۔

(الانعام،۶:۷۵)

اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں بادشاہی آسمانوں اور زمین کی اس آیہ کی تفسیر میں مفسرین نے مختلف اقوال نقل کئے ہیں۔

امام بغوی علیہ الرحمۃ نے سیدنا عبداللہ ابن عباس کا یہ قول نقل کیا ہے:

خلق السموات والارض ۔ (تفسیر البغوی ۲:۱۰۸)

اس سے مراد آسمانوں اور زمین کی تخلیق ہے۔

امام خازن علیہ الرحمہ حضرت قتادہ کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قال قتادہ ملکوت السموات الشمس و القمر والنجوم و ملکوت الارض الجبال والشجر والبحار ۔ (مدارک التنزیل،۲:۱۹)

قتادہ نے کہا آسمانوں کی بادشاہت سے مراد سورج، چاند اور ستارے ہیں اور زمین کی بادشاہت سے مراد پہاڑ، درخت اور سمندر ہیں۔

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ اس آیت کریمہ کے تحت رقمطراز ہیں:

ان اللہ تعالیٰ شق له السموات حتّٰی رأی العرش والکرسی

والی حیث ینتھی الیه فرقیة العالم الجسمانی و شق له الارض الی حیث نیتھی الی السطح الآخر من العالم الجسمانی واری مافی السموات من بعجائب والبدائع ورأی ما فی باطن الارض من العجائب والبدائع ۔

(التفسیر الکبیر ، ۱۳ : ۴۲ : ۴۳)

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے آسمانوں کو چیر دیا حتیٰ کہ آپ نے عرش کرسی اور عالم جسمانی کی بالائی انتہا تک کو دیکھ لیا اور آپ کے لئے زمین پھاڑ دی گئی، حتیٰ کہ فرشی عالم جسمانی کی آخری سطح کی انتہا تک (آپ کو دکھا دی گئی) اور آپ نے آسمانوں میں موجود عجائبات کو دیکھ لیا اور زمین کے اندر موجود عجائبات کا بھی مشاہدہ فرمالیا۔

امام ابن جریر طبری علیہ الرحمہ حضرت مجاہد علیہ الرحمہ کا قول نقل کرتے ہیں:

فرجت له السموات اسبع فنظر الی ما فیهن حتیٰ انتهی نظره الی العرش و خرجت له الارضون السبع حتیٰ نظر الی ما فیهن ۔ (جامع البیان : ۵ : ۱۶۰)

آپ کے لئے ساتوں آسمان کھول دیئے گئے اور آپ نے ان میں موجود ہر شے کو دیکھ لیا حتیٰ کہ آپ نے عرش کو بھی دیکھ لیا۔ اور آپ کے لئے ساتوں زمینیں کھول دی گئیں اور آپ نے ان میں موجود ہر شے کو دیکھ لیا۔

امام بغوی علیہ الرحمہ نے مجاہد اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہما کا قول بیان کیا ہے:

وقال مجاهد و سعید ابن جبیر یعنی آیات السموات والارض و ذلك انه اقیم علی صخر و کشف له عن

ملکوت السموات والارض حتّٰی العرش و اسفل الارضین و نظر الی مکانه فی الجنة فذالك قوله تعالی

(و آیتناه مکانه فی الجنة (معالم التنزیل ، ۲ : ۱۰۸)

اس سے مراد آسمانوں اور زمین کی نشانیاں ہیں اور اس کی صورت یہ تھی کہ آپ کو ایک چٹان پر کھڑا کر دیا گیا اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہتیں آپ کے لئے کھول دی گئیں حتیٰ کہ عرش اور تحت الثریٰ بھی اور آپ نے جنت میں اپنا مقام بھی ملاحظہ فرمالیا۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اور ہم نے ان کو دنیا میں (بھی) ان کا صلہ دیا یعنی ہم نے انہیں جنت میں ان کا قیام دکھا دیا۔

امام ابن کثیر علیہ الرحمہ نے ابن عباس علیہ الرحمہ کا قول نقل کیا ہے:

فانه تعالیٰ جلاله الامر سرهٗ و علانیته فلم یخف علیه شئی من اعمال الخلائق (تفسیر القرآن العظیم : ۲ : ۱۵۰)

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے تمام مخفی امور اور ظاہری امور کشف فرما دیے اور بندوں کے اعمال میں سے کوئی شے آپ پر مخفی نہ رہی۔

فائدہ: مذکورہ بالا تفاسیر سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم کو آسمانوں اور زمینوں کی بادشاہتوں کا اس طرح مشاہدہ کروا دیا کہ ان کے اندر پائی جانے والی ہر ہر شے خواہ وہ عیاں تھی یا نہاں آپ علیہ السلام کی چشم نبوت سے مخفی نہ رہی۔ عرش اعلیٰ سے تحت الثریٰ تک ہر شے آپ کو دکھا دی گئی۔ گویا آپ نے کرسی کو بھی دیکھ لیا اور لوح وقلم بھی آپ پر آشکار ہو گئے۔

آپ کو جنت میں اپنا مقام رفیع بھی ملاحظہ کرا دیا گیا۔ آپ نے ساتوں آسمانوں کی تمام مخلوق کو بھی دیکھ لیا اور ان کے اندر موجود عجائبات کو بھی۔

مزید برآں ساتوں زمینوں کی تہ تک تمام مخلوقات وعجائبات اور مخفی خزانوں کو بھی آپ علیہ السلام پر بے حجاب کر دیا گیا اور بندوں کے اعمال بھی آپ کو دکھا دیئے گئے۔

حضرت خضر علیہ السلام اور اطلاع علی الغیب:

حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ قرآن مجید میں بغیر نام کے مذکور ہے لیکن آپ کے نام ونسب اور نبوت وحیات کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ جمہور علماء میں سے کسی نے آپ کو نبی کہا ہے کسی نے رسول نہ کسی نے فرشتہ اور کسی نے ولی وعارف باللہ قرار دیا ہے۔

امام ابوعبداللہ قرطبی آیہ کریمہ نقل فرماتے ہیں۔

فوجدا عبدا من عبادنا (الکھف:۱۸: ۶۵)

تو دونوں نے (وصال) ہمارے بندوں میں سے ایک (خاص) بندے (خضر) کو پالیا۔

کے تحت لکھتے ہیں:

والخضر نبی عند الجمھور وقیل ھو عبد صالح غیر نبی والایہ تشتھد نبوتہ لان بواطن افعالہ لاتکون الا بوحی وایضا فان الانسان لا یتعلم ولا یتبع الامن فوقہ ولیس یجوز ان یکون فوق النبی من لیس بنبی (الجامع لاحکام القرآن:۱۱: ۱۶)

جمہور کے نزدیک حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے آپ اللہ کے نیک بندے غیر نبی تھے اور آیت آپ کی نبوت پر شاھد ہے

کیونکہ بواطن افعال کا علم صرف وحی کے ذریعے ہی حاصل ہو سکتا ہے اور یہ کہ انسان اپنے سے فوق سے سیکھتا ہے اور اس کی پیروی کرتا ہے اور ایک نبی سے غیر نبی کا برتر ہونا جائز نہیں۔

امام قرطبی نے یہ آیہ ''کریمہ اتیناہ رحمۃ من عندنا'' میں رحمت سے مراد نبوت لیا ہے وہ فرماتے ہیں:

الرحمہ فی ھذہ الایۃ النبوۃ (الجامع الاحکام القرآن : ۱۱: ۱۶)

اس آیت میں رحمت سے مراد نبوت ہے

امام سلیمان بن عمر العجیلی علیہ الرحمہ اسی آیت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

واختلف فی الخضر اھو نبی او رسول او ملک او ولی والصحیح انہ نبی (الفتوحات الاھیۃ ، ۳: ۳۴)

حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں اختلاف ہے کہ آپ نبی تھے رسول تھے فرشتہ تھے یا ولی تھے۔ صحیح یہی ہے کہ آپ نبی تھے۔

امام بیضاوی علیہ الرحمہ حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت کے قائل ہیں وہ 'اتیناہ رحمۃ من عندنا' کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ھی الوحی والنبوۃ (تفسیر انوار التنزیل : ۳: ۲۹)

رحمت سے مراد وحی اور نبوت ہے۔

اگرچہ دوسرے موقف پر بھی اقوال موجود ہیں مگر جمہور علماء میں زیادہ راجح قول آپ کی نبوت کا ہے:

امام ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) نے قصص الانبیاء میں آپ کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ سورہ الکھف میں مذکورہ واقعہ کے سباق

سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نبی تھے۔ وہ آپ کی نبوت پر داخلی دلائل دینے کے بعد اپنا موقف تحریر کرتے ہیں۔

فدلت هذه الوجوه على نبوته ولا ينا في ذلك حصول ولايته .(قصص الانبياء : ۴)

یہ دلائل آپ علیہ السلام کی نبوت پر دلالت کرتے ہیں اور آپ کا نبی ہونا آپ کی ولایت کے منافی نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کو علوم ومعارف اور اسرار ورموز کے بے بہا خزانوں سے نوازا تھا۔

قرآن مجید نے آپ علیہ السلام کی شان علم کو یوں بیان فرمایا ہے۔

وعلمناه من لان علما(الكهف: ۱۸: ۶۵)

اور ہم نے اسے اپنا علم لدنی (یعنی اسرار ومعارف کا الہامی علم) سکھایا تھا۔

مفسرین کرام نے اس آیہ کریمہ میں علم سے مراد علم غیب لیا ہے۔

امام قرطبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

(و علمناة من لانا علما) اى على الغيب .(الجامع لاحکام القرآن،۱۱:۱۶)

(اور ہم نے اسے اپنا علم لدنی سکھایا تھا) یعنی علم غیب

امام بیضاوی اور امام عجیلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

اى مما يختص بنا ولا يعلم الا بتو فيضنا وهو علم الغيوب(الفتوحات الالهية ، ۳: ۳۵)

یعنی اس میں سے جو ہمارے ساتھ خاص ہے اور کوئی ہماری توفیق کے بغیر نہیں جان سکتا اور وہ غیوب کا علم ہے۔

امام محمد بن جریر طبری علیہ الرحمہ نے اس حوالے سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول کیا ہے

قال انك لن تستطيع معنى صبرا و كان رجلاً يعلم علم الغيب قد علم ذالك (جامع البيان ، ۱۵ : ۱۸۱)

حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا آپ ہرگز میرے ساتھ نہ ٹھہر سکیں گے اور حضرت خضر علیہ السلام ایک مرد تھے جو غیب جانتے تھے انہیں یہ علم دیا گیا تھا۔

حضرت نوح علیہ السلام کا علم غیب:

حضرت نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر ہیں۔ آپ کو آدم ثانی بھی کہا جاتا ہے آپ کے برگزیدہ ہونے کی شہادت خود قرآن مجید نے دی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ان الله اصطفى آدم و نوحا و آل ابراهيم و آل عمران على العالمين .(آل عمران ، ۳: ۳۳)

بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اور نوح علیہ السلام کو اور آل ابراہیم کو اور آل عمران کو سب جہان والوں پر (بزرگی میں) منتخب فرمالیا۔

حضرت آدم علیہ السلام کے بعد حضرت نوح علیہ السلام صاحب شرف و کرامت پیغمبر ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بے شمار علوم غیب عطا فرمائے۔ آپ نے کفار کی آئندہ نسلوں اور پشتوں میں پیدا ہونے والے افراد کی خبر پہلے ہی دے دی جس کا ذکر قرآن یوں فرماتا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے:

وقال نوح رب لا تذر علی الارض من الکفرین دیارا انک
ان تذرھم یضلو عبادک ولا یلدوا الا فاجرًا کفارًا

(نوح:۲۹،۲۶:۲۷)

اورنوح نے دعا کی اے میرے رب روئے زمین پر کسی کافر کو بستا ہوا نہ چھوڑ واگر تو نے ان کو چھوڑ دیا تو یہ تیرے بندوں کو بہکاتے ہی رہیں گے اوران کی اولاد بھی بدکار اور کافر ہی ہوگی۔

یہ کہ کفار کی آئندہ نسلوں میں کفاری ہوگی اس کی اطلاع اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو پہلے ہی فرمادی تھی۔

چند مفسرین اس آیت کی تائید میں فرماتے ہیں۔

امام خازن علیہ الرحمہ کا قول اس آیت کریمہ کی تفسیر میں یوں ہے:

انما قال نوح ھذا حین اخرج اللہ کل مومن من اصلا بھم وار حام نسائھم و اعقم بعد ذلک ارحام النساء اصلاب الرجال و ذلک قبل نزول العذاب بار بعین سنة و قیل سبیعین سنة واخبر اللہ نوحا انھم لا یومنون ولا یلدون مومنا فیحنئذ دعا علیھم فا جاب اللہ دعوته فاھلکم جمیعا ولم یکن معھم صبی وقت العذاب لان اللہ تعالی اعقمھم قبل العذاب۔

ترجمہ: یہ دعا حضرت نوح علیہ السلام نے اس وقت کی جب اللہ تعالیٰ نے اس قوم کے مردوں کی پشتوں اور عورتوں کے رحموں سے پیدا ہونے والے آخری مومن کو بھی پیدا فرما دیا اور بعد ازاں انہیں بانجھ کر دیا اور واقعہ نزول عذاب سے چالیس سال پہلے کا ہے اور بھی کیا گیا ہے کہ

ستر سال پہلے کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو خبر دے دی کہ نہ تو یہ لوگ ایمان لائیں گے اور نہ ہی ان کے ہاں آئندہ آنے والی نسلوں میں کوئی مومن پیدا ہوگا اس وقت آپ نے ان پر عذاب کے لئے دعا کی اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبول فرمایا پس ان سب کو ہلاک کر دیا او رعذاب کے وقت ان کے ساتھ کوئی بچہ نہ تھا کیونکہ عذاب سے قبل اللہ تعالیٰ نے انہیں بانجھ بنا دیا تھا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا علم غیب:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ کے برگزیدوں میں سے تھے آپ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے پیغمبری اور رسول بنایا آپ کو کلمۃ اللہ اور روح اللہ بھی کہا گیا ہے۔

قرآن مجید آپ کی شان میں یوں فرماتا ہے۔

قالت الملائکة یمریم ان اللہ یبشرک بکلمة منه اسمه اذا لمسیح عیسیٰ ابن مریم و جیھًا فی الدنیا والآخرة ومن المقربین (آل عمران،۳:۴۵)

جب فرشتوں نے کہا اے مریم! بے شک اللہ تمہیں اپنے پاس سے ایک کلمۃ (خاص) کی بشارت دیتا ہے جس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا وہ دنیا اور آخرت (دونوں) میں قدر و منزلت والا اور اللہ کے خاص قربت یافتہ بندوں میں سے ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے شمار معجزات اور کمالات عطا فرمائے تھے۔ آپ کو بھی علوم غیبیہ عطا کئے گئے اور آپ کا مخفی چیزوں کی خبر دینا قرآن سے ثابت ہے۔

وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم ان فی ذلک لا

یة لکم ان کنتم مؤمنین (آل عمران : ۳:۴۹)

اور جو کچھ تم کھا کر آئے ہو اور جو کچھ تم اپنے گھروں میں جمع کرتے ہو میں تمہیں (وہ سب کچھ بتا دیتا ہوں بے شک اس میں تمہارے لئے نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے تھے۔

امام خازن علیہ الرحمہ اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

انبئکم یعنی واخبر کم (بما تاکلون) ای ممالم اعانیه (وما تدخرون فی بیوتکم) ای وما ترفعونه فتحبونه فی بیوتکم لتا کلوه فیما بعد زالك قیل و كان عیسیٰ علیه السلام یخبر ارجل بما اکل البارحة و بما یا کل الیوم و بماید خره ولعشاء (لباب التاویل ، ۱: ۲۳۷)

اور میں تمہیں بتاتا ہوں جو کچھ تم کھا کر آئے ہو یعنی اس شے کے بارے میں بتاتا ہوں جسے میں نے دیکھا نہیں اور جو کچھ تم اپنے گھروں میں جمع کرتے ہو یعنی جو کچھ تم آئندہ کل کے لئے اٹھا کر جمع کرتے ہو کہا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کسی شخص نے جو گزشتہ کل کھایا تھا اور جو آج کھائے گا اور جو رات کے کھانے کے لئے جمع کرنے کا سب کی خبر دے دیتے تھے۔

امام رازی علیہ الرحمہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں

فی ھذہ الایة قولان (احد ھما) انه علیه الصلوٰة والسلام کان من مرة یخبر عن الغیوب روی السدی انه کان یلعب مع العبیان ثم یخبر ھم بافعال آبائھم و امھاتم و کان یخبر السبی بان امك قد خبات لك كذا فیر جع الصبی الی امله

و یبکی الی ان یاخذ قذالك الشی ثم قاموا الاصبیا ھم الا تلعبوا مع حذا الساحر وجمعھم فی بیت فحاء عیسیٰ علیه السلام یطلبھم فقالوا لیسوا فی البیت فقال فمن فی ھذا البیت قالوا خنازیر قال عیسیٰ علیه السلام كذلك یکونون فاذاھم خنازیر (والقول الثانی) ان الاخبار عن الغیوب انما ظھر وقت نزول المائدة و ذلك لان القوم نھوا عن الادخار فکانوا یخزنون و یدخرون فکان عیسیٰ ان بخبرھم لذلك (التفسیر الکبیر ۸: ۵۷)

اس آیت کی تفسیر میں دونوں قول ہیں پہلا یہ کہ آپ نے پہلی مرتبہ غیبوں کی خبر اس وقت دی سدی نے روایت کیا ہے کہ آپ بچوں کے ساتھ کھیلتے پھر انہیں ان کے والدین کے افعال کی خبر دے دیتے آپ بچے کو خبر دیتے کہ اس کی ماں نے فلاں شے اس کے لئے فلاں جگہ چھپا کر رکھی ہے بچہ گھر لوٹ آتا اور رو رو کر وہ شے حاصل کر لیتا۔ ان لوگوں نے بچوں سے کہا کہ وہ اس جادوگر کے ساتھ نہ کھیلا کریں۔ انہوں نے تمام بچوں کے بارے میں دریافت فرمایا تو انہوں نے کہا کہ وہ اس مکان میں نہیں ہیں۔ آپ نے پوچھا تو پھر اس مکان میں کیا ہے انہوں نے کہا خنزیر ہیں آپ نے فرمایا ایسا ہی ہوگا۔ دیکھا تو وہ بچے خنزیر بن چکے تھے۔

دوسرا قول:

یہ ہے کہ آپ کا معجزہ اخبار غیب بوقت نزول مائدہ ظاہر ہوا وہ ایسے کہ آپ کی قوم کو (مائدہ) کے جمع کرنے اور ذخیرہ کرنے سے منع کیا گیا تھا اس کے باوجود وہ لوگ جمع کر لیتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام انہیں اس کی خبر دے دیتے۔

امام ابن کثیر اس آیہ کریمہ کے تحت لکھتے ہیں:

ای اخبر کم بما اکل احدکم الان وما هو مدخر له فی بیته لغد (تفسیر القرآن العظیم : ۱:۳۶۵)

ترجمہ: میں تمہیں اس شے کی خبر دیتا ہوں جو تم میں سے کسی نے ابھی ابھی کھائی ہے اور اس شے کی بھی جو آئندہ کل کے لئے ذخیرہ کی ہے۔

فائدہ: مذکورہ بالا آیت اور تفسیری احوال سے بخوبی ظاہر ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو علم غیب تھا اسی بنا پر آپ لوگوں کو امور غیبی کی خبریں دیتے اور انہیں بتاتے کہ انہوں نے گزشتہ کل کیا کھایا تھا آج کیا کھائیں گے اور آئندہ کل کیا کھائیں گے اسی طرح آپ بچوں کو ان کے بارے میں جوان کی مائیں ان کے لئے گھروں میں چھپا کر رکھتیں بتا دیتے کہ وہ فلاں جگہ پڑی ہیں اور جب ماؤں نے بچوں کو چھپا دیا تو بھی آپ کو معلوم ہو گیا کہ اس مکان کے اندر بچے چھپائے گئے ہیں۔

فائدہ: مذکورہ آیت کریمہ اور اس کے تحت دی گئی تفاسیر سے واضح ہے کہ علم غیب اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے مگر وہ وھبی طور اپنے منتخب انبیاء ورسل کو بھی اس علم میں سے جتنا چاہتا ہے عطا فرما دیتا ہے۔ جن انبیاء علیہم السلام کا میں نے یہاں تذکرہ کیا ہے ان کے علاوہ بھی جتنے انبیاء علیہم السلام تھے سب کو اللہ تعالیٰ نے غیب کا علم عطا فرمایا۔

بعض کو ازید عطا فرمایا اور بعض کو انقص عطا فرمایا تا کہ اللہ تعالیٰ کی رحیمی ظاہر ہو کہ اللہ تعالیٰ جن کو جتنا عطا فرمائے اس کی منشاء ہے وہ ہمارا خالق ہے، عالم ہے۔ وہ کسی بھی کام کو جس طرح کردے اسی میں ہمارے لئے حکمت اور کارگری ہے۔ اب میں مناسب سمجھتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ خیر کروں اور یہ ثابت کرتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے علم غیب عطا فرمایا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے تمام انبیاء اور اولیاء کو علم غیب عطا ہوا ہے جو کہ میں نے

گزشتہ اوراق میں ثابت کر دیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم غیب قرآن سے ثابت:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ اور سیدہ مریم علیہم السلام کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا۔

ذلك من انباء الغيب نوحية اليك . (آل عمران : ۳:۴۴)

اے محبوب یہ غیب کی خبریں جو ہم آپ کی طرف وحی فرماتے ہیں۔

امام ابن جوزی علیہ الرحمہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے فرمان (یہ غیب کی خبریں ہیں) سے حضرت زکریا، یحییٰ، عیسیٰ، سیدہ مریم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے گزرے ہوئے واقعات کی طرف اشارہ ہے اور انباء کا معنی ہے خبریں اور غیب وہ ہے جو آپ سے پوشیدہ ہے۔

اس کی عربی عبارت یہ ہے:

قوله تعالىٰ (ذلك من انباء الغيب) (ذلك) اشارة الى ما تقدم من قصة زكريا و يحيىٰ و عيسىٰ و مريم ولانبياء ولانباء الاخبار والغيب ما غاب عنك (زادالمسیر ۱:۳۸۸)

امام قرطبی آیت مذکورہ کے تحت فرماتے ہیں:

ای الذی ذکرنا من حدیث زکریا ویحیٰ و مریم علیهم السلام من اخبار الغیب (نوحيه اليك) فيه دلالة على نبوة محمد صلى الله عليه وآله وسلم حيث اخبر عنن قصة زكريا و مريم و لم يكن قراء الكتاب و اخبر عن ذالك و صدقه اهل الكتاب بذلك . (الجامع لا حكام القرآن ، ۴:۸۵)

ترجمہ: یعنی حضرت زکریا، یحییٰ و مریم علیہم السلام کا جو واقعہ ہم نے بیان کیا ہے غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم آپ کی طرف وحی فرماتے ہیں اس میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زکریا و مریم علیہما السلام کے اس واقعہ کی خبر دی درآنحالیکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کتاب نہ پڑھی تھی اور اہل کتاب نے آپ کی اس خبر کی تصدیق کی۔

امام اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

انباء الغیب ای من اخبار الغیب التی لا یوقف علیها لا بمشاهدة او قرائة کتاب او تعلم من عالم او بوحی من عند الله تعالٰی وانعدمت الثلاثة الاولٰی فتعینت الرابعة وهو الوحی ۔ (روح البیان، ۲: ۳۳)

انبیاء الغیب سے مراد غیب کی خبریں جن کو آنکھوں سے دیکھ کر یا کتاب میں پڑھ کر یا کسی عالم سے سن کر یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کے ذریعے ہی جانا جا سکتا ہے۔

اول الذکر تین ذرائع یہاں معدوم ہیں پس چوتھا ذریعہ یہاں متحقق ہے وہ وحی الٰہی ہے۔

فائدہ: کسی بھی خبر کو جاننے کے چار ذرائع ہوتے ہیں مشاہدہ قراۃ، سماعت اور وحی۔ پہلے تین ذرائع سے حاصل شدہ خبر پر غیب کا اطلاق نہیں ہوتا غیب کا اطلاق اسی خبر پر ہوگا جو چوتھے ذریعے یعنی وحی کے ذریعے حاصل ہوگی۔ غیب اور وحی کا چولی دامن کا ساتھ ہے حضرت زکریا، حضرت یحییٰ، حضرت عیسیٰ اور سیدہ مریم علیہم السلام کے احوال و واقعات بھی خبریں ہیں کہ جن کا علم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ

مشاہدے کے ذریعے حاصل ہوا اور نہ قرائۃ وسماعت ہی کے ذریعے حاصل ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ کے علوم ووحی کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان واقعات پر مطلع کیا گیا۔

امام خازن علیہ الرحمہ اس آیہ کریم کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

ذلك من انباء الغيب، يقول الله عزوجل لمحمد صلى الله عليه وآله وسلم ذلك الذى ذكرت لك من حديث زكريا و يحيىٰ و مريم و عيسىٰ عليهما لسلام من اخبار الغيب (نوحيه اليك) اى نلقيه اليك يا محمد لانه لا يمكنك ان تعلم اخبار الامم الماضين الابوحى منا اليك

(لباب التاويل، ۱: ۲۳۴)

ترجمہ: (یہ غیب کی خبریں ہیں) اللہ عزوجل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرما رہا ہے۔ کہ محبوب! حضرت زکریا، یحییٰ، مریم وعیسیٰ علیہم السلام کا جو واقعہ ہم نے بیان کیا ہے یہ غیب کی خبروں میں سے ہے (جو ہم آپ کی طرف وحی فرماتے ہیں) کیونکہ اے پیارے آپ کے لئے گزشتہ امتوں کی خبریں جاننا ہماری وحی کے بغیر ممکن نہیں۔

آیت نمبر ۲:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:

و علمك مالم تكن تعلم و كان فضل الله عليك عظيما

(النساء، ۴: ۱۱۳)

اور اس نے آپ کو وہ سب علم عطا کر دیا جو آپ نہیں جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا بہت بڑا فضل ہے۔

امام بغوی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

(وعلمك ما لم تكن تعلم) من الاحكام و قيل : من علم الغيب (معالم التنزيل، ١ : ٤٧٩)

(اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ سب علم عطا کر دیا جو آپ نہیں جانتے تھے)
یعنی احکام میں سے اور یہ علم غیب میں سے۔

تفسیر جلالین میں اس آیت کے تحت لکھا ہے۔

(وعلمك ما تم لكن تعلم) من الاحكام والغيب

(تفسیر جلالین: ٩٧)

اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو احکام اور غیب کا وہ سب علم سکھا دیا جسے آپ نہیں جانتے تھے۔

امام اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

(وعلمك) بالوحى من الغيب و خفيات الامور (ما لم تكن تعلم) ذلك الى وقت التعليم (روح البيان ، ٢: ٢٨٢)

اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی کے ذریعہ غیب کا اور پوشیدہ باتوں کا وہ علم جو آپ نہ جانتے تھے عطا فرما دیا اور نہ جاننا اللہ تعالیٰ کے تعلیم فرمانے کے وقت تک تھا (جب تعلیم فرما دیا تو سب کچھ جان گئے۔)

امام اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وعلمك (بانواع الوحى) ما لم تكن تعلم اى الذى لم تكن تعلمه من خطيات الامور ضمائر الصدور ومن جملتها وجوه ابطال كيد الكائدين او من امور الدين احكام اشرع

كما روى عن ابن عباس رضى الله عنهما ومن الخير والشر كما قال الضحاك اومن اخبار الاولين والآخرين كما قيل من جميع ما ذكر كما يقال . (روح البيان ٥: ١٤٤)

اور اس نے آپ کو وحی کی مختلف قسموں کے ذریعے وہ سب علم عطا کر دیا جو آپ نہ جانتے تھے یعنی پوشیدہ باتوں کا اور دل کے بھیدوں کا اور دشمن کی چالوں کو ناکام کرنے کا علم دیا امور دین اور احکام شرع کا جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے یا خیر وشر کا جیسا کہ ضحاک نے کہا ہے یا اگلوں کا پچھلوں کی خبروں کا جیسا کہا گیا ہے یا مذکورہ بالا تمام چیزوں کا علم جو آپ نہ جانتے تھے عطا فرمادیا۔

امام خازن رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

وعلمك ما لم تكن تعلم يعنى من احكام اشرع او امور الدين و قيل علمك من علم الغيب ما لم تكن تعلم و قيل معناه و علمك من خفيات الامور واطلعك على ضمائر القلوب و علمك من احوال المنافقين و كيدهم ما لم تكن تعلم (لباب التاويل ، ١: ٤٠٣)

اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ سب علم عطا کر دیا جو آپ نہیں جانتے تھے یعنی احکام شرعیہ اور امور دینیہ کا علم اور کہا گیا کہ علم غیب میں ہے جو آپ نہیں جانتے تھے وہ آپ کو سکھا دیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو پوشیدہ امور کا علم دیا اور دلوں کے راز بتائیے اور آپ کو منافقین کے احوال اور ان کی بری چالوں کا علم جو آپ نہ جانتے تھے عطا فرما دیا۔

آیت نمبر۳:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

تلک من انباء الغیب نوحیھا الیک ۔ (ھود، ۱۱: ۴۹)

یہ بیان ان غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم آپکی طرف وحی کرتے ہیں۔

آیت نمبر۴:

یہ امر تسلیم شدہ ہے کہ نبی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیب پر آگاہی حاصل ہوتی ہے اور وہ اسے اپنی امت کے سامنے بیان بھی فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرض منصبی کے حسن وادائیگی کو یوں بیان فرماتا ہے۔

وما ھو علی الغیب بضنین (التکویر، ۳۰:۲۴)

اور وہ (نبی اکرم) غیب (کے بتانے) پر بالکل بخیل نہیں ہیں۔

امام بیضاوی علیہ الرحمہ کا قول:

(وما ھو) وما محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام (علی الغیب) علی من الوحی الیہ وغیرہ من الغیوب (بضنین) بالضاد وھو البخل ای لا یبخل بالتبلیغ والتعلیم ۔ (انوار التنزیل،۴:۳۸۹)

اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وحی اور اس کے علاوہ غیوب کی تبلیغ اور تعلیم میں بخل نہیں فرماتے۔ (ضنین) ضاد کے ساتھ ہے اور اس میں بخل کا معنی پایا جاتا ہے۔

تفسیر خازن میں اس آیت کے تحت لکھا ہے:

وما ھو (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی الغیب

) ای الوحی و خبر اسماء و اطلع علیہ مما کان غائبا عن علمہ من القصص والانبیاء (بضنین) معنا ببخیل یقول انہ یاتیہ علم الغیب ولا یبخل بہ علیکم و یخبر کم بہ ولا یکتمہ (لباب التاویل، ۴:۳۵۷)

یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وحی اور آسمانی خبر اور وہ چیزیں اور واقعات جو آپ کے علم میں نہ تھے اور جن پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اطلاع دی کہ بیان میں بخل نہیں فرماتے بضنین کا معنیٰ بخیل ہے اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ میرے محبوب علیہ السلام کے پاس علم غیب آتا ہے اور وہ تمہیں بیان کرتے ہیں بخل نہیں فرماتے تمہیں اس کی خبر دے دیتے ہیں اور تم سے چھپاتے نہیں۔

فائدہ: اطلع علی الغیب اللہ تعالیٰ کی وہ نعمت ہے جو ہر نبی اور رسول کے حصے میں آتی رہی اور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ نعمت بدرجہ اولیٰ اور اتم سے ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے آگے بیان فرمانے میں بخل سے کام نہیں لیتے۔

بخیل اسے کہتے ہیں جس کے پاس مال و دولت ہو اور وہ اس میں سے خرچ نہ کرے بلکہ اسے چھپا چھپا کر رکھے جو خود مفلس و نادار ہو وہ کسی کو دے یا نہ دے اسے بخیل نہیں کہا جاسکتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غیب بتانے میں بخیل نہ ہونے کے معنیٰ یہ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس غیب کے خزانے ہیں جنہیں آپ خود تک محدود نہیں رکھتے بلکہ دوسروں کو بتا دیتے ہیں۔ رہا یہ سوال کہ نبی کتنا غیب جانتا ہے اور کتنا نہیں جانتا اس کو جواب یہ ہے کہ ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنا غیب جانتے ہیں کہ کوئی جو چاہے پوچھے وہ غیب بتانے میں بخل نہیں کرتے وہ غیب حقیقی کی بھی خبر دیتے ہیں اور غیب اضافی کی بھی۔

آیۂ مذکورہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وسعت علم غیب کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے اگر غیب سے مراد قرآن لیا جائے تو بھی ہمارا مدعا ثابت ہوتا ہے کیونکہ قرآن بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم میں شامل ہے اور قرآن میں ہر چیز کا بیان ہے۔

احادیث کی روشنی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم غیب:

کئی اقوال میں جن کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے فلاں چیز کا علم عطا فرمایا ہے اور زمین وآسمان میں جو ہو رہا ہے اور اس کے جو مابین ہو رہا ہے اس کا علم عطا فرمایا ہے۔

چند احادیث مبارکہ پیش کرتا ہوں ویسے تو کئی احادیث مبارکہ ہیں لیکن میں چند پر اکتفا کرتا ہوں تاکہ عشاق حضرات کی محبت اور زیادہ ہو جائے اور گستاخانِ رسول کے منہ بند ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت کا راستہ دکھائے اور سچے دل سے ایمان لانے کی توفیق عطا فرمائے۔

احوال امت پر نگاہ:

امام ابن حجاج مکی رحمۃ اللہ علیہ نے مدخل میں اور امام قسطلانی نے مواہب میں فرمایا ہے کہ ہمارے علماء کرام کا عقیدہ ہے کہ حضور سرکار دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات وفات میں کوئی فرق نہیں حضور اپنی امت کو اپنی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ان کے تمام حالات سے باخبر ہوتے ہیں۔ ان کی نیتوں پر واقفیت ہوتے ہیں ان کے ارادوں دلوں کی تمناؤں کو جانتے ہیں۔ یہ تمام چیزیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک ایک کر کے روز روشن کی طرح عیاں (ظاہر) ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشاہدے سے ایک چیز بھی پوشیدہ نہیں رکھی گئی۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یا ایها النبی انا ارسلنك شاهدا (الاحزاب : ۴۵)

اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) ہم نے آپ کو حاضر و ناظر بنا کر بھیجا ہے قاضی عیاض شفا شریف میں لکھتے ہیں کہ جب تم خالی گھر (مکان) میں داخل ہو تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام عرض کرو۔

علامہ ملا علی قاری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح پاک تمام مسلمانوں کے گھروں میں موجود ہوتی ہے۔

اول وآخرت ظاہر و باطن کا علم:

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوت میں فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام سے لے کر صور اسرافیل تک جو کچھ دنیا میں ہوا یا ہونے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر واضح کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ اول سے آخر تک تمام احوال ظاہر کر دیئے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم میں یہاں تک وسعت دی گئی کہ اللہ تعالیٰ کے کام، احکام، صفات، اسماء، افعال وآثار کے علاوہ تمام علوم ظاہر و باطن اول وآخر آپ کے سامنے رکھے گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس آیت مبارکہ کے مصداق تھے۔

وفوق کل ذی علم علیم (یوسف : ۷۶)

اور ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے۔

فائدہ: اس میں کسی خاص شخصیت کی تخصیص نہیں کی گئی۔ اگر یہ بات تمام ارباب علم کے لئے مانی جائے تو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو سب سے اعلیٰ و اولیٰ ہیں۔ اگر دنیائے ارضی پر نگاہ کی جائے تو اصل علم میں سے ہر ایک دوسرے سے ممتاز و اعلیٰ ہے مگر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بلند اور اعلم تو صرف اللہ کی ذات

ہے اور ذی علم کے لفظ کا اطلاق اللہ کی ذات پر نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ تنکیر بعضیت پر دلالت کرتی ہے تو تخصیص کی کوئی حاجت نہیں رہتی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ام الفضل رضی اللہ عنہ کے پیٹ کا بچہ بتا دیا

خطیب اور ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مجھے ام الفضل رضی اللہ عنہا نے بتایا تھا کہ میں ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سے گزری تو آپ نے فرمایا تم تو حاملہ ہو۔ تمہارے پیٹ میں لڑکا ہے۔ جب وہ پیدا ہو تو میرے پاس لانا۔ حضرت ام الفضل نے بتایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے حمل کہاں کوئی علامت محسوس نہیں ہوتی حالانکہ قریش نے تمام عورتوں مردوں کو قسمیں دلائی ہیں کہ کوئی شخص عورتوں کے پاس نہ جائے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قسم والی بات اپنی جگہ ہے مگر میری بات سچی ہے۔

حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا بتاتی ہیں کہ کچھ عرصہ کے بعد میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ میں اسے اٹھا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچے کے داہنے کان میں اذان دی بائیں کان میں اقامت فرمائی۔ اپنا لعاب دہن بچے کے منہ میں ڈالا۔ اس کا نام عبد اللہ رکھا اور فرمایا کہ خلفاء کے اس باپ کو لے جاؤ۔ میں نے وہ بات اپنے خاوند حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہی۔ وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی مجھے ام الفضل نے یوں کہا ہے آپ نے فرمایا بات سچی ہے جو میں نے کہی ہے۔ یہ بچہ خلیفوں کا باپ ہے ان میں ایک سفاح نامی خلیفہ ہوگا اور ایک مہدی نامی ہوگا۔

فائدہ: اے گستاخانِ رسول میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کے منکرو اب تمہارے اندر کس چیز کی وقعت ہے کیا اب بھی فتوے لگاؤ گے لگاؤ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فتویٰ ہو جاؤ کافر ہو جاؤ منکر یہاں پر غور کرو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہ کے پیٹ میں جو کوئی بھی تھا جان لیا بلکہ اس کی زندگی، اس کی اولاد سے آنے والے خلفاء کے نام بتا دیئے جو کئی نسلوں کے بعد آنے والے تھے۔ انہیں جان لیا پشت در پشت آنے والے بچوں کو جان لیا اور اعلان کر دیا۔ خلیفوں کے باپ کو لے جاؤ پھر فرمایا سفاح بھی ہوگا۔ مہدی بھی ہوگا اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جب بچہ پیدا ہو تو اس کے کان میں اذان اور اقامت کہنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے اسی لئے محبّ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی ان کے ہاں بچہ یا بچی پیدا ہوتے ہیں تو وہ کام میں اذان دلواتے ہیں تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت زندہ رہے۔

خیبر کے جھنڈے کی اطلاع:

صحیحین میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے خیبر کی حدیث لکھی گئی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

واللہ کل اس شخص کو علم دیا جائے گا جس کے ہاتھ پر خیبر فتح ہوگا۔ اور وہ اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہوگا۔ اللہ اور رسول اسے درست رکھتے ہوں گے۔ دوسرے دن یہ علم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیا گیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات قسماً فرمائی تھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوسرے دن کا یقینی علم تھا کہ کل کیا ہوگا۔

معاذ بن جبل کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی رحلت کی اطلاع دی:

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل کو یمن کا گورنر بنا کر روانہ فرمایا تو آپ نے پوچھا۔ معاذ تم اس سال کے بعد مجھے دنیا میں نہ مل سکو گے۔

یا معاذ انك عسىٰ ان لا تلقانى بعد عامى هذا و لعلك ان تمر بمسجدى هذا و قبرى .

ترجمہ: تم اس سال کے بعد مجھے نہ مل سکو گے مگر یاد رکھو تم میری مسجد میں آؤ گے اور میری قبر پر حاضری بھی دو گے۔

اس حدیث مبارکہ کو امام احمد نے اپنی مسند میں لکھا ہے۔

کس زمین پر انتقال ہوگا:

یہ حدیث ابن سکن، ابن مندہ اور ابن عساکر رضی اللہ عنہم نے روایت کی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ میں بیمار پڑ گیا، حضور رحمۃ اللعالمین میری بیمار پرسی کے لئے تشریف لائے۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے ڈر ہے میں اس بیماری سے مرجاؤں گا۔

آپ نے فرمایا:

نہیں ایسا نہیں تم زندہ رہو گے۔ شام کی طرف ہجرت کرو گے اور فلسطین میں ایک ٹیلے پر موت آئے گی۔ حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ان کا انتقال ہوا تھا اور رملہ میں دفن ہوئے تھے

کعبہ کے بدرالدجیٰ تم پہ کروڑوں سلام
غیبوں کے جاننے والے تم پہ کروڑوں سلام

قیامت تک کے واقعات منبر پر کھڑے ہو کر فرما دیئے:

عن عمرو بن اخطب الانصاری قال : صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلّٰی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوما الفجر و صعد علی المنبر فخطبنا حتّٰی حضرت الظہر فنزل فصلی ثم صعد المنبر فخطبنا حتیٰ حضرت العصر ثم نزل فصلّٰی ثم صعدالمنبر حتّٰی غربت الشمس فاخبرنا بما

ھو کائن الی یوم القیامۃ قال فا علمنا احفظنا (رواہ مسلم و قال الملا علی القاری ای مجملا او مفصلا)(مرقاۃ جلد ۵ وعینی جلد ۷)

ترجمہ:

صحیح مسلم میں عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روزہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھ کر خطبہ پڑھا۔ یہاں تک کہ نماز ظہر کا وقت آگیا پھر منبر پر سے اتر کر نماز عصر پڑھی پھر منبر پر وعظ فرمایا حتیٰ کہ نماز مغرب کا وقت ہو گیا پھر منبر سے اتر کر نماز مغرب پڑھی اس خطبہ میں آپ نے جو وعظ فرمایا۔ اس میں آپ نے کل واقعات اور حوادث جو قیامت تک ہونے والے تھے سب کے سب بالتفصیل بیان فرمائے پس کہا راوی نے کہ اب دانا ترین ہمارا بہت یاد رکھنے والے ہمارا ہے اس دن کو۔

وفی روایۃ:

عن حذیفۃ قال قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقامًا ما ترک شیاء یکون فی مقامہ ذٰلک الی قیامہ ذٰلک الٰی قیام الساعۃ الااحدث بہ حفظہ من حفظہ و نسیہ قد علمہ اصحابی ھولاء انہ لیکون منہ الشیء قد نسیہ فاراہ فاذکرہ کما یذکر الرجل و جہ الرجل اذا غاب عنہ ثم اذا اراہ عرفہ الخ ...... (متفق علیہ)

صحیح بخاری ومسلم میں حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کھڑے ہوئے ہم میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (یعنی خطبہ پڑھا اور وعظ کہا اور خبر دی ان فتنوں کی کہ ظاہر ہوں گے نہیں چھوڑی کوئی چیز کہ واقع ہونے والی تھی اس مقام میں

قیامت تک بیان فرمایا اس کو۔ یاد رکھا اس کو اس شخص نے کہ یاد رکھا اس کو اور بھول گیا اس کو جو شخص بھول گیا (یعنی بعض نے یاد رکھا اور بعض نے فراموش کیا) حذیفہ نے کہا کہ تحقیق جانا ہے اس قصہ کو میرے ان یاروں نے (جو کہ موجود ہیں صحابہ میں) لیکن بعض نہیں جانتے ہیں اس کو مفصل اس لئے کہ واقعہ ہوا ان کو کچھ نسیان کہ جو خواص انسان سے ہے اور میں بھی انہی میں سے ہوں کہ جو کچھ بھول گئے ہیں جیسے کہ بیان کیا اپنے حال کو، اور تحقیق شان ہے کہ البتہ واقع ہوتے ہی ان چیزوں میں سے کہ خبر دی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ چیز کہ تحقیق بھول گیا ہوں میں اس کو پس دیکھتا ہوں میں اس چیز کو پس یاد دلاتا ہوں میں اس کو جیسے کہ یاد دلاتا ہے شخص چہرہ شخص کا یعنی بطریق اجمال وابہام کے جب کہ غائب ہوتا ہے اس سے اور فراموش کرتا ہے اس کو ساتھ تفصیل وتشخیص کے پھر جب کہ دیکھتا ہے اس کو پہچان لیتا ہے اس کو شخص یعنی ایسے ہی میں وہ باتیں مفصل بھولا ہوا ہوں لیکن جب کہ واقع ہوتی ہے۔ کوئی بات، ان میں سے تو پہچان لیتا ہوں کہ یہ وہی ہے جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی تھی۔

صحیح بخاری میں جلد دوم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قام فینا النبی صلی الله علیه و آله وسلم مقاما فاخبرنا عن بدء الخلق حتیٰ دخل اهل الجنة منازلهم واهل النار منازلهم حفظ ذالك من حفظه ونسيه من نسيه ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے مجلس میں قیام فرما کر ابتدائے آفرینش سے لے کر جنتوں اور دوزخیوں کے اپنی اپنی منزلوں میں داخل ہونے تک کی خبر دی۔ یاد رکھا اس کو جس نے یاد رکھا اور بھلا دیا جس نے بھلا دیا۔

وفی روایۃ:

عن حذیفة قال قام فینا رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم مقام فاخبرنا بما هو کائن الی یوم القیامة وفی روایة ما ترک شیاء یکون فی مقامه الی یوم الساعة (متفق علیه) (مسند امام، احمد جلد ۵، اور صحیحین میں حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جگہ پر کھڑے ہو کر قیامت تک کے حالات بیان فرمائے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ایسی کوئی چیز نہیں چھوڑی جو بیان نہ فرمائی ہو کہ قیامت تک فلاں فلاں واقعہ یوں ہوگا گویا جس قدر مفاسد اور فتنے قیامت تک ہوں گے، ان سب کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دے دی (عینی جلد ۱۱، مرقات جلد ۵)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غیب دان ہونے کا دعویٰ:

صحیح بخاری جلد ۴ میں زہری رضی اللہ عنہ سے، اور صحیح مسلم شریف میں ابوزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے مجھ کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سورج ڈھلے اپنے گھر سے باہر تشریف لائے اور نماز ظہر پڑھی پھر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور قیامت تک کے حالات بیان فرمائے اور ساتھ ہی بڑے بڑے اہم امور کا ذکر فرما دیا جو عنقریب ہونے والے تھے پھر فرمایا کہ کوئی شخص بھی جو کچھ چاہے مجھ سے پوچھ لے قسم ہے اللہ تعالیٰ کی جو چیز بھی مجھ سے پوچھو گے میں بتلا دوں گا اور کئی دفعہ فرمایا کہ پوچھو، لوگ بہت روئے اس وقت ایک آدمی کھڑا ہوا۔ اس نے پوچھا کہ میرے داخل ہونے کی جگہ کیا ہے۔ فرمایا تیری جگہ دوزخ میں ہے۔

پھر عبداللہ بن حذافہ نے اٹھ کر پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا باپ کون ہے۔

فرمایا کہ تیرا باپ حذافہ ہے۔

پھر فرمایا، پوچھو! الخ

امام احمد حنبل نے مسند میں، ابن سعد نے طبقات میں اور طبرانی نے معجم میں بسند صحیح ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے اور ابویعلی اور ابن منیع نے ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

لقد ترکنا رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم وما یحرك طائر ، جناحیه فی السماء الاذکر منه علماء

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں اس حال میں چھوڑا کہ ہوا میں کوئی پرندہ پر مارنے والے ایسا نہیں ہے جس کا علم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے نہ بیان کیا ہو۔

نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض اور زرقانی شرح مواہب اللدنیہ میں مرقوم ہے کہ یہ ایک مثال دی ہے اس بات کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر چیز بیان کر دی کبھی تفصیلا اور کبھی اجمالاً۔

تفسیر معالم التنزیل میں سدی رحمۃ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن فرمایا میری امت مجھ پر اپنی اپنی صورتوں میں پیش کی گئی اور مجھے بتلایا گیا کہ کون مجھ پر ایمان لائے گا۔ جب یہ خبر منافقین کو پہنچی۔ تو وہ تمسخر سے کہنے لگے، کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ گمان کرتے ہیں کہ مجھ کو ان سب کا علم دیا گیا ہے۔ جو مجھ پر ایمان لائیں گے اور جو نہ لائیں گے، حالانکہ وہ ابھی تک پیدا بھی نہیں ہوئے باوجود کہ

ہم اس کے ساتھ ہیں اور وہ ہم کو بھی نہیں پہچانتا جب یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر بعد حمد وثناء کے ارشاد فرمایا:

اس قوم کو کیا ہو گیا ہے کہ میرے علم میں طعنہ زنی کرتی ہے۔

لا تسئلو فی عن شیء فیما بینکم و بین الساعة الا انباتکم به .

اس وقت سے لے کر قیامت تک کسی چیز کے متعلق جو کچھ تم مجھ سے سوال کرو گے میں تم کو اس کی خبر دوں گا۔

تا قیامت واقعات ہتھیلی کی طرح آپ کی نظر میں:

مواہب اللدنیہ جلد دوم میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

ان الله قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیها والی ما هو کائن فیها الی یوم القیامة کا نما انظر الی لفی هذه جلیا من الله جلاه لنبیه کما جلاه لنبیین من قبله .

بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے دنیا اٹھائی تو میں اسے اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسا دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کو دیکھتا ہوں اس کی روشنی کے سبب جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لئے روشن فرمائی۔ جیسے مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کے لئے روشن فرمائی تھی۔

علامہ زرقانی علیہ الرحمہ شرح مواہب قسطلانی جلد ۷ میں فرماتے ہیں:

ان الله قد رفع ای ظهر و کشف بی الدنیا بحیث احطت بجمیع ما فیها فانا انظر الیها والی ما هو کائن فیها الی یوم

القیامة کانما انظر الی کفی هذه اشارة الی انه نظر حقیقةدفع به انه ارید باقطر العلم ۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت کے لئے دنیا ظاہر فرمائی، اور حضور نے جمیع مافیہا کا احاطہ کرلیا اور حضرت کا یہ فرمانا کہ میں اس کو اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے مثل اپنی کف دست کے ملاحظہ کر رہا ہوں۔ یہاں اشارہ ہے اس طرف کہ حدیث میں نظر سے حقیقۃ دیکھنا مراد ہے نہ کہ نظر کا معنی مجازی۔

جنگ احزاب کے روز دور دراز شہروں کا دیکھنا:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ احزاب کے روز دور دراز کے شہر دیکھے۔

چنانچہ تفسیر مواہب الرحمٰن وغیرہ میں مرقوم ہے۔

جنگ احزاب کے دن کفار سے محفوظ رہنے کی غرض سے شہر مدینے کے اردگرد ایک بڑی چوڑی چکلی خندق کھودتے کھودتے ایک بڑا سخت پتھر نمودار ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر ایک کدال مارا، تو وہ شق ہو گیا اور ایسی چمک ہوئی کہ شہر کے دونوں کنارے چمک اٹھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دیکھ کر بے ساختہ تکبیر بلند کی صحابہ نے بھی ساتھ ہی اللہ اکبر کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پتھر پر دوسری چوٹ ماری پھر پتھر شق ہو گیا پھر ویسے ہی روشنی نمودار ہوئی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان نے تکبیر اللہ اکبر کہی۔ پھر تیسری ضرب پر بھی ایسا ہی ہوا۔ بعد میں لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آواز تکبیر بلند کرنے کا سبب دریافت کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اول نور پر اللہ تعالیٰ نے مجھ کو حیرہ کے محلات اور کسریٰ کے شہر دکھائے اور جبرائیل علیہ السلام نے مجھ کو خبری دی کہ مسلمان تمام مقامات پر فتح پائیں گے اور دوسری چمک

میں ارض وسماء روم کے محلات نظر آئے اور جبرائیل نے مطلع کر دیا کہ کوئی دن ایسا ہوگا کہ یہ ممالک اہل اسلام کے قبضے میں آئیں گے۔

پھر تیسری جگمگاہٹ میں صفا کے محل نظر آئے اور جبرائیل علیہ السلام نے مجھے یہ خوشخبری سنائی کہ آپ کی امت اس پر بھی غالب اور متصرف ہوگی اس بنا پر میں نے ہر دفعہ تکبیر کہی۔

یہ سن کر معتصب بن قشیر الانصاری کہنے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیسی کیسی باتیں سناتے اور امیدیں دلواتے ہیں۔ ڈر کے مارے پاخانہ جا نہیں سکتے خوف کے باعث خندق کھود رہے ہیں اور ان کو یہاں بیٹھے بیٹھے۔ صنعاء اور حیرہ کے محلات نظر آتے ہیں یہ محض فریب اور دھوکہ ہے۔

واذ یقول المنافقون والذین فی قلوبهم مرض ما وعدنا الله ورسوله الا غرورا (الاحزاب)

اور جب کہتے ہیں منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض تھا کہ جو کچھ ہم سے وعدہ کیا تھا اللہ اور اس کے رسول نے وہ سب دھوکا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ گستاخانِ رسول میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کے اندر بھی تھے جو کہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر طعنہ زنی اور عیب جوئی کرتے رہتے تھے۔

اور اس حدیث کے اندر اس گستاخ نے نعوذ باللہ یہ کہا کہ ڈر کے مارے پاخانہ جا نہیں سکتے خوف کے باعث خندق کھود رہے ہیں اور ان کو یہاں بیٹھے بیٹھے صنعاء اور حیرہ کے محلات نظر آتے ہیں یہ محض فریب اور دھوکہ ہے۔

کتنا گستاخانہ کلام ہے کہ کیا یہ کلمہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے استعمال کرنا قابل لائق ہے۔ آج کل کے گستاخوں نے بھی یہ الفاظ رٹے ہوئے ہیں کہ ان کو

تو پیچھے دیوار کا علم نہیں وہ تو ہماری طرح ہیں جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں وہ بھی ایسے دیکھتے ہیں، ہم جیسے کرتے ہیں وہ بھی تو ایسا کرتے تھے اگر ان کی یہی بات ہے تو میں دعوے کے ساتھ کہتا ہوں کہ یہ خبیث لعین اور گستاخِ رسول ہیں اور میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سخت دشمن ومخالف اور عداوت رکھنے والے ہیں۔ ان کے اندر کیا ایمان رہے گا جب یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عیب تلاش کریں گے کوئی ذی عقل وذی علم کو یہ گوارا ہے کہ اپنے والد کے عیب تلاش کرے اور اس پر زبان درازی کرے یقیناً کوئی نہیں کرتا لیکن یہ تو کرتے ہیں اس بنا پر کہ ان کے اندر ایمان ہی نہیں ہے صرف اسلام کو بدنام کرنے کی خاطر اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور مسلمان ہونے کی دلیلیں دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ یا ان کو ہدایت دے یا ان کو دنیا میں غرق کر دے۔

تین صحابہ کے شہید ہونے کی خبر پہلے دینا:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین صحابہ کے شہید ہونے کی خبر وقوع سے پہلے دی۔

چنانچہ حدیث شریف آتا ہے۔

عن انس قال نعی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیدا وجعفرا و ابن رواحة للناس قبل ان یاتیھم خبر ھم فقال اخذ الرایة زید ناصیب ثم اخذ جعفر فاصیب ثم اخذا بن رواحة فاصیب و عیناہ تذر فان حتیٰ اخذ الرایة سیف من سیوف اللہ یعنی خالد بن الولید حتیٰ فتح اللہ علیہ (رواہ البخاری)

صحیح بخاری میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید جعفر اور عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کی اطلاع خبر آنے سے پہلے لوگوں کو دے دی اور آپ نے فرمایا۔

زید نے جھنڈا لیا تو وہ شہید ہوئے۔ پھر جعفر نے جھنڈا لیا تو وہ شہید ہوئے پھر ابن رواحہ نے جھنڈا لیا تو وہ شہید ہوئے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے پھر آپ نے فرمایا کہ آخر کو ایک خدا کی تلوار نے جھنڈا لیا اور فتح حاصل ہوئی۔

موتہ ملک شام میں دمشق کے قریب ایک موضع ہے جو مدینہ منورہ سے بہت فاصلہ پر ہے وہاں کے حاکم کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی طرف لشکر بھیجا اور اس لشکر پر زید بن حارث رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا اور ارشاد فرمایا کہ اگر زید شہید ہو جائیں تو پھر جعفر امیر ہوں اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو مسلمان اپنے میں سے کسی کو اپنا امیر بنالیں پس جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا ویسا ہی واقع ہوا کہ اس لڑائی میں یہ تینوں صاحب شہید ہوئے تب لوگوں نے خالد بن ولید کو سردار کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ فتح دی گویا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس واقعہ کے وقوع سے بیشتر لوگوں کو بطور اخبار بالغیب خبر دی۔

نجاشی کے مرنے کی صحیح تاریخ پہلے بتادی:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیب دانی سے نجاشی شاہ حبشہ کے مرنے کی تاریخ پہلے بتادی۔

چنانچہ صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجاشی بادشاہ کی موت کی خبر اسی دن دے دی

جس دن وہ مرا اور آپ نے صحابہ کے ہمراہ عیدگاہ کی طرف جا کر نجاشی کی نماز جنازہ مل کر اور چار تکبیریں فرمائیں نجاشی ملک حبشہ کے بادشاہ کا لقب تھا۔ جو کوئی وہاں کا بادشاہ ہوتا تھا اسے نجاشی کہتے تھے اس نجاشی کا نام اصحمہ تھا۔ جو پہلے عیسائی تھا لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط مبارک جس میں اس کو دعوت اسلام دی گئی تھی پہنچا تو وہ مسلمان ہو گیا اور اس نے کہا کہ جس پیغمبر کی خبر پچھلی کتابوں میں ہے وہ یہی ہے اور بڑے اعتقاد اور نیاز مندی سے پیش آیا جب اس نے انتقال کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بغیر کسی کے اطلاع دینے کے محض غیب دانی سے اسی دن اس کی موت کی خبر دی اور اس کی نماز جنازہ پڑھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے دل کی بات بتادی:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کے دل کی بات بغیر ان کے اظہار کے ابوبکر صدیق کو بتلائی۔

چنانچہ موطا امام مالک میں ہے۔

زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ معظمہ کے راستہ میں رات کے آخری حصہ میں قیام فرمایا اور آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم کیا کہ ہمیں نماز کے وقت جگا دینا لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ نیند کے غلبہ کے باعث سو گئے اور باقی صحابہ بھی حتیٰ کہ آفتاب طلوع ہو گیا۔ صحابہ بیدار ہو کر نماز کے فوت ہونے کے سبب گھبرا اٹھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو یہ حکم فرمایا۔ سب لوگ سوار ہو کر اس جنگل سے دور چلے جائیں کیوں کہ اس میں شیطان مسلط ہے پس اسی وقت صحابہ کرام وہاں سے چل پڑے حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قیام کرنے کا ارشاد فرمایا پھر آپ نے فرمایا۔

سب لوگ وضو کرو اور بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا نماز کے لئے اذان وتکبر کہے۔

چنانچہ اذان وتکبیر کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی یعنی صبح کی نماز جماعت سے ادا کی۔

پھر آپ نے ارشاد فرمایا:

جب تم میں سے کوئی غافل ہو کر نماز سے سو جائے یا نماز بھول جائے تو اسے چاہئے کہ اس کو ایسے پڑھے جیسا کہ اس کو اس کے وقت میں پڑھا جاتا ہے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوبکر صدیق کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔

شیطان بلال کے پاس آیا وہ کھڑا نماز پڑھ رہا تھا۔ پس اس کو تکیہ لگوالیا۔ پھر بڑی دیر اس کو تھپکتا رہا۔ جیسے بچہ تھپکا جاتا ہے حتیٰ کہ وہ گہری نیند سو گیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو پکارا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دی جیسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خبر دی تھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تحقیق آپ اللہ کے رسول ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چوری کئے ہوئے گوشت کی خبر دی:

ابوداؤد اور بیہقی میں عاصم بن کلیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک انصاری کے جنازے پر تشریف لے گئے دفن سے فارغ ہونے کے بعد اس انصاری کی بیوی نے آپ کی دعوت کی۔ آپ اس گھر میں کھانے کے لئے تشریف لے گئے کھانا سلیقہ کے ساتھ آپ کے سامنے رکھا گیا۔ آپ نے کھانا شروع کر دیا۔ ابھی ایک لقمہ ہی آپ نے منہ مبارک میں رکھا تھا اور نگلا نہیں تھا کہ فوراً تھوک دیا اور حاضرین سے ارشاد فرمایا کہ یہ ایسی بکری کا گوشت ہے۔ جو مالک کی اجازت کے بغیر ذبح کی گئی ہے۔ چنانچہ تحقیق کی گئی تو عورت نے تمام قصہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کہا بھیجا کہ میں نے ایک آدمی کو نقیع میں

جہاں بکریاں بکتی ہیں خریدنے کے لئے بھیجا تھا۔ لیکن وہاں سے دستیاب نہ ہوئی تو پھر میں نے اپنے ہمسائے کے پاس آدمی بھیجا جس کے پاس ایک بکری تھی کہ وہ مجھے بکری قیمتاً دے دے چونکہ وہ گھر پر موجود نہ تھا اس لئے میں نے اس کی بیوی کو کہلا بھیجا اس نے وہ بکری اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر مجھے بھیج دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کھانا قیدیوں کو کھلا دو۔

فائدہ: اگر کوئی اعتراض کرے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا ممنوع کھانا قیدیوں کو کیوں بھیجا تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے کھانا ان قیدیوں کو اس لئے بھیجا تھا کہ وہ لوگ کافر تھے اس لئے ان کو کھانا کھلانا جائز تھا۔ ہاں اگر وہ مسلمان ہوتے تو پھر ایسا ہرگز نہ کرتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پکے ہوئے گوشت میں زہر ملا ہونے کی خبر دینا:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بھنی ہوئی بکری کو دیکھ کر فرمایا اس میں زہر ملا ہوا ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے۔

عن جابر ان یھودیة من اھل خیبر سمّت شاة مصلیة ثم اھدتھا الرسول اللہ صلی اللہ علیه وآلہ وسلم فاخذ رسول اللہ صلی اللہ علیه وآلہ وسلم الذراع فا کل منھا واکل رھط من اصحابه معه ۔

فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وآلہ وسلم

ارفعوا ایدیکم وارسل الی الیھودیة فدعا ھا فقال سممت ھذہ الشاة ۔

فقالت من اخبرك

فقال اخبرتنی ھذہ فی یدی للذراع قالت نعم ۔

ترجمہ: ابوداؤ و دارمی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

تحقیق ایک یہودی عورت نے اہل خیبر میں سے بھنی ہوئی بکری میں زہر ملایا پھر اسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو تحفہ لائی آپ نے دستی لی اور اس میں سے کھایا اور صحابہ نے آپ کے ساتھ کھایا۔

پھر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اپنے ہاتھ اٹھا لو اور ایک آدمی کو یہودیہ کی طرف بھیجا۔ وہ حاضر ہوئی آپ نے فرمایا۔

تو نے اس بکری میں زہر ملایا ہے۔

یہودیہ نے کہا۔ تم کو کس نے خبر دی۔

آپ نے فرمایا۔

مجھے اس نے خبر دی جو میرے ہاتھ میں ہے یہ بات آپ نے اپنے ہاتھ کی طرف اشارہ کر کے فرمائی۔

یہودیہ نے کہا ہاں زہر ملایا ہے میں نے اس میں الخ۔

فائدہ: اس حدیث سے واضح طور پر ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زہر ملے ہوئے گوشت کی خبر دی۔ اگر نہ دیتے تو سب کھا لیتے۔

کیا اب بھی گستاخانِ رسول حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کا انکار کریں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جنت کی خوشخبری دی:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جاں نثار اور غم گسار صحابی سیدنا ابوبکر صدیق کو دنیا ہی میں جنت کی خوشخبری دیدی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا۔

كنا عند النبی صلی الله عليه وآله وسلم فقال النبی صلی الله عليه وآله وسلم يطلع عليكم رجل من اهل الجنة فاطلع ابو بكر فسلم ثم جلس (المستدرك ۳: ۷۳)

ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہارے پاس اہل جنت میں سے ایک شخص نمودار ہوگا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے انہوں نے سلام کیا اور بیٹھ گئے۔

چاروں خلفاء راشدین کے جنتی ہونے کی خوشخبری:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چاروں خلفاء کے جنتی ہونے کی خوشخبری عطا فرمائی۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا۔

كنا مع رسول الله صلی الله عليه وآله وسلم فقال يطلع عليكم رجل اوقال يدخل عليكم رجل يريد رجل من اهل الجنة فجاء ابو بكر رضی الله عنه ثم قال يطلع عليكم او يدخل عليكم شاب يريد رجل من اهل الجنة قال فجاء عمر ثم قال يطلع عليكم رجل من اهل الجنة اللهم اجعله عليًا اللهم اجعله عليا قال فجاء علی رضی الله عنهم

(مسند احمد بن جنبل: ۳: ۳۸۰)

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہارے پاس اہل جنت میں سے ایک شخص آئے گا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آگئے پھر فرمایا تمہارے پاس ایک

جنتی نوجوان آئے گا (راوی نے) فرمایا پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر فرمایا تمہارے پاس اہل جنت میں سے ایک شخص آئے گا۔ یا اللہ وہ شخص علی ہو۔ اللہ وہ شخص علی ہو۔ راوی نے پھر کہا علی رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔

طبرانی کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سعد بن ربیع انصاری کو شرف ملاقات عطا کرنے کے لئے تشریف لے گئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں تشریف فرما ہوئے ہم بھی وہاں آپ کی خدمت اقدس میں بیٹھ گئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا۔

يطلع عليكم رجل من الجنة فطلع عمر ثم قال يطلع عليكم رجل من اهل الجنة فطلع عثمان ۔ (المعجم الاوسط، ۷: ۵۰۴)

تمہارے پاس اہل جنت میں سے ایک شخص آئے گا تو حضرت عمر تشریف لے آئے پھر فرمایا تمہارے پاس اہل جنت میں سے ایک شخص آئے گا تو حضرت عثمان تشریف لائے۔

فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان اصحاب ذی الوقار کی آمد کی بھی خبر تھی اور ان کے انجام خیر کا بھی علم تھا یہ دونوں خبریں امور غیب سے متعلق تھیں۔

دس صحابہ کے جنتی ہونے کی خبر:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بشمول خلفائے اربعہ دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے جنتی ہونے کی خبر ایک مجلس میں عطا فرمائی۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

بو بکر فی الجنة و عمر فی الجنة و عثمان فی الجنة و علی فی الجنة وطلعة فی الجنة ولزبیر ی فی الجنة و عبد الرحمن بن عوف فی الجنة و سعد بن ابی وقاص فی الجنة و سعید بن ابی وقاص فی الجنة و سعید بن زید فی الجنة وابو عبید بن الجراح فی الجنة ۔ (جامع الترمذی ، ۲:۲۱۶)

ابوبکر جنت میں ہیں اور عمر جنت میں ہیں اور عثمان جنت میں ہیں اور علی جنت میں ہیں اور طلحہ جنت میں ہیں اور زید جنت میں ہیں اور عبدالرحمٰن بن عوف جنت میں ہیں اور سعد بن ابی وقاص جنت میں ہیں اور سعید بن زید جنت میں ہیں اور ابوعبیدہ بن جراح جنت میں ہیں رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

سراقہ بن مالک اور کسریٰ کے کنگن:

ہجرت کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا تعاقب کرنے والے شخص سراقہ بن مالک کو تائب ہونے پر نہ صرف معاف فرما کر امن کی دستاویز عطا فرمائی بلکہ وہ واپس جانے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے خوشخبری عطا فرمائی کہ سراقہ تجھے کسریٰ کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ اس وقت کسریٰ ایران جیسی سپر پاور کا مالک ومختار تھا۔ امام حسی علیہ الرحمہ اس خوشخبری کے بھی الفاظ نقل کرتے ہیں۔

ولما اراد الانصراف لہ کیف بك یا سراقة اذا تسورت بسواری کسری ۔ (السیرة الحلبیه ۲: ۴۵)

جب وہ (سراقہ) رخصت ہونے لگا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے سراقہ! اس وقت تیری کیا شان ہوگی جب تجھے کسریٰ کے کنگن پہنائے جائیں گے۔

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایران فتح ہوا تو مال غنیمت میں کسریٰ بن ہرمز کے کنگن بھی موجود تھے۔ امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم پر یہ کنگن سراقہ کو پہنا دیئے گئے اس موقع پر سراقہ بن مالک نے کہا۔

الحمد للہ الزی سلبھا عن کسریٰ بن ہرمز الذی کان یقول انا رب الناس و ابسھما سراقه بن مالك (اسیرة الحلبیة ۲: ۴۵)

تمام تعریفوں کے لائق وہ ذات ہے جس نے یہ کنگن کسریٰ بن ہرمز جو خود کو لوگوں کا رب کہتا تھا سے چھینے اور سراقہ بن مالک کو پہنائے۔

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ اس حوالے سے لکھتے ہیں۔

کان قد بشر بھا سراقه حین اسلم واخبرہٗ ان اللہ سیفتح علیه بلاد فارس و یغنمه ملك کسریٰ ماستبعد ذلك سراقة فی نفسه وقال اکسریٰ ملك الملوك (الروض الانف ۲: ۶)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سراقہ کو کنگنوں کی خوشخبری اس وقت دی تھی جب اس نے اسلام قبول کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ عنقریب اس کے ہاتھ پر ایران کی فتح عطا کرے گا اور اسے کسریٰ کی سلطنت کا مالِ غنیمت عطا فرمائے گا۔ سراقہ نے اپنے میں اس خوشخبری کو ناممکن خیال کیا اور کہا کیا کسریٰ بادشاہوں کا بادشاہ (مفتوح ہوگا)

فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات کا علم تھا کہ مستقبل قریب میں ایران مسلمانوں کے زیرِنگیں آجائے گا اور مفتوح بادشاہ کسریٰ ایران کے کنگن سراقہ کو پہنچائے جائیں گے، مزید برآں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کو سراقہ کی قلبی کیفیت کا بھی علم تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے یہ خوشخبری عطا فرمائی تا کہ اسے ایمان کی دولت نصیب ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بھی علم تھا کہ فتح ایران کے وقت سراقہ زندہ ہو گا۔

سبحان اللہ کیا شان ہے میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سراقہ کو کنگن پہنا دیے۔

فائدہ: اس سے بھی معلوم ہوا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے تو سراقہ بن مالک کو اس کا بادشاہ بھی بنا سکتے تھے مگر قربان جائے کہ بغیر سوال کیے سراقہ بن مالک کو کسریٰ کے کنگن پہنا دیئے۔

فضالہ کے دل کی بات کا علم:

امام شامی علیہ الرحمہ حضرت فضالہ بن عمیر کا اسلام لانے سے پہلے کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خانہ کعبہ کا طواف فرما رہے تھے۔ فضالہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کے ارادے سے شریک طواف ہو گیا۔ جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

افضالة

کیا تو فضالہ ہے۔

اس نے جواب دیا۔

جی ہاں۔ میں فضالہ ہوں

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

ماذا کنت تحدث بہ فی نفسک!

تو اپنے دل میں کیا کہہ رہا تھا؟

اس نے کہا

لاشی ء کنت اذکر اللہ

یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔

استغفر اللہ

میں اللہ سے تمہارے لئے مغفرت طلب کرتا ہوں اور جس پوشیدہ ارادے سے وہ آیا تھا اسے اس پر فاش کر دیا اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست اقدس اس کے سینے پر رکھ دیا تو اس کے دل کی دنیا بدل گئی اور عداوت نے دائمی محبت کی صورت اختیار کر لی، باطل نور سے بھر گیا۔ ایمان کی دولت سینے میں مچلنے لگی۔ دست اقدس جن کی مقدس انگلیوں سے پانی کے چشمے رواں ہو جاتے۔ جو چاند کی طرف اٹھ جاتا تو وہ دو ٹکڑے ہو جاتا۔ جس کے اشارے سے ڈوبا ہوا سورج پلٹ آتا وہ دست مبارک قتل کا ارادہ رکھنے والے فضالہ کے قلب ونظر کو انقلاب آشنا کر گیا اور وہ بے ساختہ پکار اٹھا۔

واللہ ما رفع یدہ عن صدری حتّٰی ما خلق شیء احب الی منہ (سبل الھدیٰ والرشاد ۵: ۲۳۵)

اللہ کی قسم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مبارک میرے سینے سے ہٹایا نہیں تھا کہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کائنات کی ہر شے سے زیادہ محبوب ہو گئی۔

فائدہ: اے گستاخِ رسول، اے منکر و حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فضالہ کے دل کا راز جان لیا اور اس کی دنیا بدل دی۔ عداوت کے بجائے الفت دل میں ڈال دی لہٰذا تم بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرو اور عداوت چھوڑ دو ورنہ بروز قیامت

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کس منہ سے جاؤ گے؟

بعد از وصال سب سے پہلے ملاقات کرنے والی زوجہ مطہرہ:

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دن ازواج مطہرات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جمع تھیں انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم میں سے سب سے پہلے کون آپ سے ملاقات کرے گا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اطولکن یدا ۔

جو تم میں سے زیادہ لمبے ہاتھوں والی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں

کانت سورة اطولهن يداء......

و كانت اسر عنا طوق به صلى الله عليه و آله وسلم

اور سودہ رضی اللہ عنہا ہم میں سے زیادہ لمبے ہاتھوں والی تھیں اور آپ ہی ہم میں سے سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جا ملیں (یعنی ان کا انتقال سب سے پہلے ہوا)

مسلم کی روایت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشن گوئی کا مصداق سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا تھیں۔

فكانت اطولنا يدا زينب لانها كانت تعمل بيدها وتصدق

(صحيح مسلم ۲: ۲۹۱، كتاب الفضائل)

زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا ہم میں سے زیادہ لمبے ہاتھوں والی تھیں کیونکہ آپ ہاتھ سے کام کرتیں اور خیرات کرتیں۔

حضرت زینب بن جحش رضی اللہ عنہا ام المومنین ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی پھوپھی امیمہ بن عبدالمطلب کی صاحبزادی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے طلاق کے بعد نکاح فرمایا۔ ان کا انتقال ۲۰ ہجری میں ہوا۔ اور ان کی نماز جنازہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پڑھائی علماء تاریخ کے نزدیک ازواج مطہرات میں سے سب سے پہلے انہی کا انتقال ہوا۔

و كانت اول نساء رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم لحوقا به ۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سب سے پہلے آپ (حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا) کا انتقال ہوا۔

جب کہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا جن سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد مکہ میں عقد نکاح فرمایا ان کا انتقال خلافت فاروقی کے اواخر میں ہوا۔

حاطب بن بلتعہ رضی اللہ عنہ کے خفیہ خط کا علم:

تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ مسلمانوں نے ہمیشہ ایفائے عہد کا پاس کیا۔ اس کے برعکس دشمن نے ہمیشہ عہد شکنی اور بدعہدی کا ثبوت دیا۔ صلح حدیبیہ مسلمانوں اور کفار قریش کے درمیان ایک معاہدہ تھا جس کی مسلمانوں نے پاسداری کی مگر قریش نے اپنی روایتی عہد شکنی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس معاہدے کی بھی دھجیاں اڑا دیں تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار کے مذموم ارادوں کو ناکام بنانے کے لئے مکہ مکرمہ کو ان کے تسلط سے آزاد کرانے کا فیصلہ فرمایا۔

حضرت حاطب بن بلتعہ ایک صحابی نے سارہ نامی ایک عورت کو خفیہ خط کے ساتھ مخبری کے لئے کہ مسلمان مکہ پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں مکہ مکرمہ بھیجا اس

عورت نے یہ خط اپنے بالوں میں چھپالیا اور غیر معروف راستے اپنے خفیہ مشن پر روانہ ہوئی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی، حضرت زبیر اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہم کو اس عورت کے تعاقب میں روانہ کیا۔ ان اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیزی سے جاسوسہ کا پیچھا کیا اور راستے میں اسے جالیا۔ اس کے سامان سے کوئی قابل اعتراض چیز برآمد نہ ہوئی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس سے مذکورہ خط کے بارے میں دریافت کیا تو وہ صاف مکر گئی۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اس پر دباؤ ڈالا کہ ہم تجھے کسی صورت سے بھی آگے نہیں جانے دیں گے اگر وہ نہ مانی تو مجبوراً انہیں اس کی تلاشی لینا ہوگی۔ اس پر وہ عورت گھبرا گئی اور اس نے دشمن کے لئے خفیہ پیغام رسانی کا اعتراف کرتے ہوئے اپنے بالوں سے نکال کر وہ خط صحابہ کے حوالے کر دیا۔ (سنن ابی داؤد،۲:۳)

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسن سلوک کا برتاؤ کرتے ہوئے اس عورت کو چھوڑ دیا حالانکہ اس کا جرم جاسوسی نا قابل معافی تھا حسن سلوک اور عورتوں سے درگزر کی یہ مثال اسلامی روایات کا حصہ ہے۔ حضرت حاطب بن بلتعہ رضی اللہ عنہ سے جب اس سنگین جرم کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قریش کا حلیف ہوں لیکن ان سے رشتہ داری نہیں دوسرے لوگوں کے مکہ میں رشتہ دار ہیں جن کے باعث ان کے احوال واقارب کی حفاظت ہوتی ہے۔ میں نے سوچا اہل مکہ پر احسان کروں تاکہ وہ اس بدلے میں میرے عزیز واقارب کی بھی حفاظت کریں۔

اس صحابی رسول کا یہ جرم اگرچہ اپنی سنگینی کے اعتبار سے بہت بڑا تھا لیکن یہ بدنیتی اور کفر وارتداد پر مبنی نہ تھا اس لئے جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس

کی سزا کی بات کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

انه قد شهد بدرا و ما يدريك لعل الله ان يكون قد اطلع على اهل بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد غفرت لكم

(صحيح البخاری ۱ : ۴۲۲)

یہ تو غزوہ بدر میں شریک ہوئے تھے کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کے حالت سے باخبر ہوتے ہوئے فرمایا کہ اب تم جو چاہو کرو پس میں نے تمہیں بخش دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حاطب نے سب کچھ سچ سچ بتا دیا اب اسے کچھ نہ کہا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ رونے لگے اور عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔

اس واقعہ کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

يا يها الذين امنو لا تتخذوا عدوى و عدوكم اولياء تلقون اليهم بالمودة و قد كفروا بما جاءكم من الحق ،

(الممتحنه ۲۸ : ۱)

اے ایمان والو، میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ تم ان کی دوستی (ومحبت) کا پیغام بھیجتے ہو اور وہ اس دین ہی سے منکر ہیں جو تمہارے پاس ہے۔

اس واقعہ سے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جنگی حکمت عملی اور عفو ودرگزر کا پتہ چلتا ہے وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان علم غیب کا پہلو بھی نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔

احوال قبور کی خبر:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قبروں کے اندر پیش آنے والے احوال کا بھی علم تھا۔اس حوالے سے صحیح بخاری کی ایک روایت پیش کی جاتی ہے۔

عن ابن عباس قال مر النبي صلى الله عليه وآله وسلم على خبرين فقال انهما ليعذبان وما يعذبان من كبير ثم قال بلى اما احدهما فكان ليسعى بالنميمة واما احدهما فكان لا يستتر من بوله قال ثم اخذ عودا رطبا فكسره باثنين ثم غرز كل واحد منها على قبر ثم قال لعله يخفف عنهما ما لم ييبسا۔ (صحيح البخاري ۱ : ۱۸۴ كتاب الجنائز)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دو قبروں کے قریب سے گزر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بے شک ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور عذاب کی کوئی بڑی وجہ بھی نہیں۔ان میں سے ایک چغلی کھاتا تھا اور ایک پیشاب سے احتیاط نہیں برتتا تھا۔راوی فرماتے ہیں کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سبز شاخ لے کر اس کے دو ٹکڑے کیے اور دونوں قبروں پر ایک ایک ٹکڑا گاڑ دیا پھر فرمایا جب تک یہ خشک نہیں ہوں گے یقیناً ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی۔

(یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطلع علی الغیب ہونے پر درج ذیل جہتوں سے دلالت کرتی ہے)

۱۔عذاب قبر کے جو اسباب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمائے ان کا تعلق زمانہ ماضی سے تھا لہٰذا ان کے غیب ہونے کے بارے میں کسی شک وشبہ کی

گنجائش نہیں معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ماضی کے احوال وواقعات کا بھی علم تھا۔

۲۔ٹہنیوں کے سرسبز وشاداب رہنے تک عذاب قبر تخفیف امر غیبی باعتبار مستقبل ہے۔اسی سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان علم غیب باعتبار مستقبل واضح ہوگئی۔

۳۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو قبروں کے قریب گزرتے ہوئے ان کے اندرونی احوال کی خبر دی اور قبروں کے اندرونی احوال کا تعلق امور غیب سے ہے۔معلوم ہوا کہ آپ علیہ السلام امور غیبیہ کا علم رکھتے تھے۔

۴۔عذاب قبر زمانہ حال سے متعلق امر غیبی ہے جس کی خبر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو دی۔اس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب باعتبار حال کا اثبات ہے۔

اہل جنت اور اہل دوزخ کی پہچان:

اللہ تعالیٰ نے جزا اور سزا کا ایک نظام وضع فرما رکھا ہے جس میں نیک اعمال کی جزا اور برے اعمال کی سزا مقرر کردہ ضابطوں کے مطابق دی جائے گی اور جزاء اور سزا کا ایک دن معین ہے جس کا مالک خود رب ذوالجلال ہوگا۔روز قیامت کچھ لوگوں کو ان کے عقیدے اور اعمال صالحہ کے باعث جنت کی پرکیف بہاریں ملیں گی۔اور کچھ لوگوں کو ان کے عقیدے کے فساد اور اعمال بد کی وجہ سے جہنم کا ایندھن بننا پڑے گا۔اہل جنت کون ہیں اور اہل دوزخ کون ہیں۔یہ ایک امر غیبی ہے جس کا علم بالذات صرف اللہ تعالیٰ کو ہے مگر اس نے یہ علم اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی عطا کر دیا ہے متعدد احادیث میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس شان علم کا ذکر موجود ہے۔

عن عبد الله بن عمر عن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قال خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم

و فی یدہ کتابان فقال اتدرون ما هذان الکتابان قال قلنا لا الا اتخبرنا یا رسول اللہ قال للذی فی یدہ الیمنیٰ هذا الکتاب من رب العالمین تبارك و تعالیٰ باسماء اهل الجنة و اسماء آبائهم و قبائلهم اجمل علی آخر هم لا یزاد فیهم و لا ینقص منهم ابدا ثم قال للذی فی یسارہ هذا کتاب اهل النار باسمائهم وا سماء بائهم وقبائلهم ثم اجمل علی آخرهم لا یزاد فیهم و لا ینقص منهم ابد (مسند احمد بن حنبل ۲: ۱۶۷)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس اس حال میں تشریف لائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں دو کتابیں تھیں پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تم ان دونوں کتابوں کے بارے میں جانتے ہو راوی نے کہا ہم نے عرض کیا نہیں یارسول اللہ سوائے اس کے آپ ہمیں ان کے متعلق آگاہ فرما دیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کتاب کے متعلق جو آپ کے دائیں ہاتھ میں تھی فرمایا یہ کتاب رب العالمین تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ہے اس میں اہل جنت کے اور ان کے آباؤاجداد کے اور ان کے قبیلوں کے نام درج ہیں۔ اس کے آخر تک اجمالی ذکر فرما دیا۔ نہ اس میں کچھ زیادہ کیا جائے گا اور نہ ہی کچھ کم کیا جائے گا پھر بائیں ہاتھ والی کتاب کے بارے میں فرمایا یہ کتاب بھی رب العالمین کی طرف سے ہے اس میں اہل دوزخ کے نام ان کے آباؤاجداد کے نام اور ان کے قبیلوں کے نام آخر تک اجمالی ذکر فرما دیا نہ کبھی ان میں سے کچھ زیادہ کیا جائے گا اور نہ ہی کم کیا جا سکے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گستاخاں کو کھلم کھلا چیلنج:

یہ امر مسلم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام انبیاء ورسل کو علوم غیبیہ عطا فرمائے لیکن علم غیب کی خوشیاں نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا ہوئی اس میں کوئی آپ کا مثیل نہیں یہ امر واقع ہے کہ کبھی کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ جو چاہو پوچھو تمہیں جواب ملے گا یہ شان فقط حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے آپ نے ہر معترض کو کھلا چیلنج دیا کہ جو پوچھنا ہے پوچھو تمہیں ہر سوال کا جواب دیا جائے گا۔ اس واقعہ کا پس منظر کچھ یوں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ پاک میں اسلام کی دعوت وتبلیغ کا آغاز کیا تو کفار ومشرکین نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشن کی بھرپور مخالفت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت دینے کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا یہ لوگ کھلم کھلا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور آپ کے لائے ہوئے دین اسلام کے دشمن تھے اور اپنی دشمنی کا اظہار بھی اکثر وبیشتر برملا کرتے مگر جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حکم الٰہی سے ہجرت فرما کر مدینہ منور تشریف لے گئے تو اہل مدینہ میں ایک گروہ جسے منافقین کا گروہ کہا جاتا ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دین اسلام کے خلاف سازشوں میں مصروف ہو گیا۔ لوگ ہمہ وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان علم کو بزعم خویش گھٹانے کی کوشش میں لگے رہتے اور ازراہ تمسخر طرح طرح کے سوالات کرتے جو آپ کے طبع نازک پر گراں گزرتے۔

گستاخانِ رسول کے سوالوں کی نوعیت:

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں۔

کان قوم یسالون رسول اللہ صلی اللہ علیه وآلہٖ وسلم استهزاء فیقول الرجل من ابی و یقول الرجل تضل نا قته این ناقتی ۔ (صحیح البخاری ۲: ۶۶۵، کتاب التفسیر)

ایک گروہ ایسا تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ازرہ تمسخر سوالات کرتا ان میں سے ایک شخص کہتا میرا باپ کون ہے؟ اور وہ ایک شخص جس کی اونٹنی گم ہو جاتی کہتا میری اونٹنی کہاں ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ آیت کریمہ **لا تسئلو اعن اشیاء** الخ کا شان نزول بیان فرماتے ہیں۔

قال رجل یا نبی اللہ من ابی قال ابوک فلان و نزلت ھذہ الایۃ یا ایھا الذین امنو لا تسئلو ا عن اشیاء ان تبدلکم تسئو کم الایۃ ۔ (صحیح البخاری، ۲: ۱۰۸۳ کتاب الاعتصام)

ایک شخص نے کہا اے اللہ کے نبی میرا باپ کون ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تیرا باپ فلاں اور پھر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اے ایمان والو ایسی باتیں مت پوچھا کرو یہ اگر تمہارے آگے بیان کر دی جائیں تو تمہیں برا لگے۔

امام ابن جریر طبری علیہ الرحمہ اسی آیہ کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ان ھذہ الایۃ نزلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم بسبب مسائل کان یسئا لھا ایاہ اقوام امتحانا لہ احیانا و استھزاء احیانًا فیقول بہ بعضھم من ابی و یقول لہ بعضھم اذا ضلت نا قتہ این نا قتہ (جامع البیان ۵:۱۰۷)

یہ آیت کریمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر بایں نازل ہوئی کہ کچھ لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جانچنے کے لئے اور کچھ نے ازراہ تمسخر سوالات پوچھنا شروع کر دیئے۔ کوئی کہتا میرا باپ کون ہے اور کوئی جس کی اونٹنی گم ہو جاتی ہے کہتا میری اونٹنی کہاں ہے۔

جب معاندین حق کی گستاخیاں حد سے بڑھ گئیں اور ان کی طرف سے اٹھائے گئے سوالات کا سلسلہ طول پکڑ گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا رخ انور پر ناراضگی اور برہمی کے آثار نمودار ہوئے روایات میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جلال میں آکر برسر منبر جلوہ فروز ہوئے اور یہ اعلان فرمایا جس کا ذکر ابو موسیٰ کی روایت میں بایں الفاظ کیا گیا ہے۔

سئل النبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم عن اشیاء کرھھا فلما اکثر علیہ غضب ثم قال للناس سلونی عما شتم فقال رجل من ابی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم قال ابو حذافہ مقام اخر فقال من ابی یا رسول اللہ قال ابو ک سالم مولی شبیۃ فلما رای عمر فی وجھہ قال یا رسول اللہ ان تتوب الی اللہ عزوجل (صحیح البخاری ۱:۱۹ کتاب العلم)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کچھ چیزوں کے بارے میں پوچھا گیا جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ناپسند فرمایا۔ جب سوالات کا سلسلہ طوالت اختیار کر گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ناراض ہو گئے پھر لوگوں سے فرمایا تم مجھ سے جس شے کے بارے میں چاہو سوال کرو ایک شخص نے کہا میرا باپ کون ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے پھر دوسرا شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا یا رسول اللہ! میرا باپ کون ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تیرا باپ شیبہ کا غلام سالم ہے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کے چہرے انور پر ناراضگی کی کیفیت دیکھی تو کہا یا رسول اللہ ہم اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرتے ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں

ان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم خرج حين زاغت الشمس فصلى الظهر فقام على المنبر و ذكر الساعة و ذكر ان فيها امور عظاما ثم قال من احب ان يسال عن شيئى فليسال فلا تسالونى عن شىء الا اخبر تكم ما دمت فى مقامى هذا فاكثر الناس فى البكاء و اكثر ان يقول سلونى فقام عبد الله بن حذافه السهمى فقال من ابى قال ابوك حذافة ثم اكثر ان يقول سلونى فبرك عمر رضى الله عنه على ركبتيه فقال رضينا بالله ربا و بالا سلام دينا وبمحمد نبياء فسكت ثم قال عرضت على الجنة والنار انفًا فى عرض هذا الحائط فلم ار كا لخير والشر .

(صحيح البخارى، ۱: ۷۷، كتاب مواخيت الصلوة)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سورج ڈھلنے کے وقت باہر تشریف لائے نماز ظہر ادا فرمائی اور منبر پر رونق افروز ہو گئے اور قیامت کا ذکر کیا اور فرمایا کہ اس دن بڑے بڑے واقعات رونما ہوں گے۔ پھر فرمایا جو کوئی کسی شے کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہے پوچھ لے تم جس چیز کے متعلق بھی مجھ سے پوچھو تمہیں بتاؤں گا جب تک میں اس جگہ ہوں۔ لوگوں نے زاروقطار رونا شروع کر دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بار بار یہی فرماتے مجھ سے سوال کرو مجھ سے سوال کرو عبد اللہ بن حذافہ کھڑے ہوئے اور کہا میرا باپ کون ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثرت سے

فرمانے لگے مجھ سے پوچھو مجھ سے پوچھو حضرت عمر رضی اللہ عنہ دوزانو بیٹھ کر کہنے لگے ہم اللہ کے رب ہونے اسلام کے دین ہونے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہوئے تب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکوت فرمایا۔ پھر فرمایا ابھی ابھی میرے سامنے اس دیوار کے عرض میں جنت اور دوزخ پیش کی گئی پس میں اس کی مثل خیر (جنت) اور شر (دوزخ) نہیں دیکھا۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ:

بعض ذہنوں میں شاید یہ شبہ پیدا ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالی سلونی عما شئتم (مجھ سے جس شے کے بارے میں چاہو سوال کرو)۔ مسائل شرعیہ سے متعلق ہے یہ مؤقف سراسر باطل اور بے بنیاد ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان علم غیب سے متعلق ہے اگر اسے مسائل شریعہ تک محدود کر دیا جائے تو سوال و جواب کی نوعیت میں فرق پڑ جائے گا اور مبنی بر حقیقت نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو سوالات پوچھے گئے وہ براہ راست علم غیب سے متعلق تھے اور ان میں سے کوئی دینی مسئلہ نہیں پوچھا گیا تھا عبد اللہ بن حذافہ نے پوچھا یا رسول اللہ میرا باپ کون ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے دوسرے نے پوچھا تو فرمایا تیرا باپ شیبہ کا آزاد کردہ غلام سالم ہے کسی کا نسب کا تعین سوائے ماں کے کوئی نہیں کر سکتا حتیٰ کہ باپ بھی وثوق سے نہیں بتا سکتا کہ یہ میرا نطفہ ہے لیکن قربان جائیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جنہوں نے علم نبوت کی بنا پر ان افراد کے نسب کا بھی تعین فرما دیا۔ اسی طرح ایک شخص نے کھڑے ہو کر سوال کیا میرا ٹھکانہ کہاں ہو گا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دوزخ میں ہو گا۔ اس مقام پر آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ ناداں یہ تو نے کون

سی بات پوچھ لی ہے میں تو شریعت کے مسئلے کی بات کر رہا ہوں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تیرا ٹھکانہ دوزخ ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ صرف اس کی حیات وموت کی حالت کو دیکھ رہے تھے بلکہ اس کی آخرت کو بھی ملاحظہ فرما رہے تھے۔

سو اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حال و مستقبل میں پیش آنے والے امور غیبیہ کا علم تھا۔

دجال سے جہاد کرنے والوں کی پہچان:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مستقبل میں دجال سے جہاد کرنے والے گروہ کی خبر دیتے ہوئے فرمایا۔

انی لاعرف اسماء هم و اسماء ابائهم و الوان خيولهم هم خير فوارس على ظهر الارض يومئذ اومن خير فوارس على ظهر الارض يومئذ (صحيح مسلم، ۲، ۳۹۲، كتاب الفتن)

میں ان کے (دجال کذاب سے جہاد کرنے والوں) کے نام ان کے باپ دادا کے نام اور ان کے گھوڑوں کے رنگ بھی پہچانتا ہوں وہ اس وقت روئے زمین پر سب سے اچھے شہوار ہوں گے یا اچھے شہسواروں میں سے ہوں گے۔

اس حدیث کی تشریح وتوضیح کرتے ہوئے ملا علی قاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

فيه مع كونه من المعجزات دلالة على ان علمه عليه السلام محيط بالكليات و الجزئيات من الكائنات وغيرهما (مرقاة المصابيح ۱۰/۱۵۱)

اس میں حدیث معجزہ ہونے کے ساتھ ساتھ اس پر بھی دلالت ہے کہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم کائنات کے کلی اور جزوی تمام واقعات کو گھیرے ہوئے ہے۔

قرب قیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کی خبر:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرمایا۔

ينزل عيسىٰ ابن مريم الى الارض وينزوج ويولدله ويمكث خمسًا واربعين سنة ثم يموت فيدفن معى فى قبرى .

(مشكوٰة المصابيح : ۴۸۰ بات قرب الساعة)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر اتریں گے اور نکاح فرمائیں گے اور ان کی اولاد ہوگی اور پینتالیس سال قیام فرمائیں گے پھر ان کا وصال ہوگا تو میری قبر کے ساتھ میرے روضے میں دفن کیے جائیں گے۔

اس حدیث مبارکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانچ غیبی امور کی اطلاع دی ہے جو قرب قیامت واقع ہونے والے ہیں۔

۱۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی اطلاع

۲۔ آپ علیہ السلام کے نکاح کرنے کی اطلاع۔

۳۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اولاد کا ہونا یعنی مافی الارحام کی خبر۔

۴۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قیام کی پوری مدت ۴۵ سال کا تعین۔

۵۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قیام ووصال کی اطلاع۔

گویا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امور خمسہ میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عرصہ حیات سے متعلق امور ثلاثہ غیب کی صحیح خبر دے دی اور آپ کی وفات اور بعد از وفات امور کا بھی بتا دیا۔ اس پر ہر کلمہ گو کا ایمان ہونا چاہئے اور بلاشبہ قرب

قیامت ایسا ہی ہو کے رہے گا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر:

حضرت انس سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جبل احد پر تشریف لے گئے حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم آپ کے ساتھ تھے احد پہاڑ وجد میں آکر جھومنے لگ گیا اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اسكن احد اظنه ضربه برجله فليس عليك الانبى و صديق و شهيدان ، (صحيح البخارى ا : ۵۲۳)

احد ٹھہر جا میرا خیال ہے (راوی کا خیال ہے کہ) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پاؤں مبارک سے اس پر ضرب لگائی (پھر فرمایا) تیرے اوپر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم تھا کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوں گے لہٰذا آپ نے ان کی شہادت کی خبر پہلے ہی دے دی۔ تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ یہ دونوں ہستیاں شہادت کے مرتبہ پر فائز المرام ہوئیں۔

فائدہ: ان گستاخانِ رسول کو اب بھر شرم نہیں آتی کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں اور علم غیب کا انکار کرتے ہیں حالانکہ یہ خود ان دو ہستیوں کی شہادت کو بڑے غور سے اور عمل سے بیان کرتے ہیں ان کے فضائل کی رو سے لیکن گستاخ یہ نہیں دیکھتے یہ مرتبہ کس نے دلوایا ہے۔

اللہ کرے۔ ان کو ھدایت ہو یا یہ غرق ہو کر فنا ہو جائیں۔

چند گستاخانِ رسول کے اعتراض اور ان کا جواب:

اب میں گستاخانِ رسول کے چند اعتراضات کے جواب دوں گا جو انہوں نے محض بغض وعناد کی وجہ سے کئے ہیں۔

ضروری گزارش:

سوچنے کی بات یہ ہے کہ یہ لوگ کیسے مسلمان ہیں ہمیں ان کی سمجھ نہیں آتی کہ ان کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ طرح طرح کے اعتراض اور قسم قسم کے عیب لگا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں اور پھر دعویٰ یہ کرتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی ہیں اور ان کے دیوانے ہیں۔ ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتے ہیں اور ان کی سنت پر عمل کرتے ہیں۔ پتہ نہیں کہ کیسے امتی ہیں حالانکہ دیوانہ اور محبت کرنے والا۔ سنت پر عمل کرنے والا وہ ہوتا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی بات سنے یا کسی کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل کرتا دیکھے تو اس میں رنگ جائے اور سنت پر عمل کرنے والا بن جائے لیکن بجائے محبت کرنے کے یہ بغض وعناد سے اعتراض شروع کر دیتے ہیں اگر پھر بھی سمجھ میں بات نہ آئی ہو تو مثال سے عرض کرتا ہوں تا کہ آسانی سے مسئلہ سمجھ میں آ جائے۔

مثال:

ایک شخص اپنے والدین سے نفرت کرتا تھا اور باہر جا کر لوگوں کو کہتا تھا کہ میں اپنے والدین سے محبت کرتا ہوں اور ان کی اطاعت واتباع کرتا ہوں لوگ بھی اس سے محبت کرنے لگ گئے۔ ایک دن کسی شخص نے اس نافرمان بیٹے کو دیکھا کہ جو دعویٰ کرتا تھا کہ میں اپنے والدین کا فرمانبردار ہوں اور ان کی اطاعت کرتا ہوں وہی بیٹا اپنے والدین کو گالیاں دے رہا تھا اور ان کو برا بھلا کہہ رہا تھا۔ اس شخص نے یہی سمجھا کہ یہ شخص جھوٹا اور منافق ہے کیونکہ یہ ہمیں تو کہتا ہے کہ میں والدین کا فرمانبردار ہوں تا کہ لوگوں کے سامنے میں اچھا ہوں اور وہ میری عزت کریں اس دن سے لوگوں کے یہاں اس کی عزت ختم ہو گئی اور اس سے نفرت کرنے لگے گئے۔

یہی مثال ان گستاخانِ رسول کی ہے کہ یہ لوگ گھروں میں چپکے چپکے لوگوں کے اندر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بغضیت کو بڑھا رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ یہ بدعت ہے۔

اس طرح نہ کرو یہ کام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں کیا ہے تم بھی نہ کرو۔

اب میں یہ کہتا ہوں کہ یہ کیسے محبت کے دعوے دار ہیں کہ ہم عشاق رسول ہیں عیب جوئی کرنا کسی شخص کو گوارا نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں عیب جوئی کرے لیکن یہ کرتے ہیں کہ اس طرح کیوں کیا اس طرح کر لیتے تو کیا ہوتا جیسا کہ انہوں نے خود رسالت کا کام اٹھایا ہے۔ مسلمانو! اس پُرفتن دور میں سواد اعظم جماعت کا دامن پکڑ لیجئے جو کہ سنتوں پر عمل کرنے والے ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرنے والے ہوں تا کہ ہماری دنیا وآخرت سنور جائے اور بروز قیامت ہم منہ دکھانے کے بھی قابل ہوں اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میں گناہ گار اپنی خالی جھولی پھیلاتا ہوں کہ ہمیں اپنی محبت کی چاشنی عطا فرما دے اور اپنا دیوانہ بنا دے اور ہم سے دین کا کام صحیح معنوں میں لے اور ہمارا ایمان پر خاتمہ فرما دے اور ان کو سیدھا راستہ دکھا دے جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بغض وعناد رکھتے ہیں اور ان کو جنت الفردوس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پڑوس عطا فرما دے جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرنے والے ہوں۔

آمین ثم آمین

اب چند اعتراضات ملاحظہ ہوں جو کہ گستاخانِ رسول نے کئے ہیں۔

یہاں پر منافقوں کو گستاخانِ رسول کے نام سے لکھوں گا جو کہ اعتراض کرنے والے ہوں گے اور ان کا جواب دینے والے کو عاشقان رسول سے لکھوں گا۔

پہلا اعتراض

گستاخ رسول

اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو فرما رہا ہے کہ تم ان کو نہیں جانتے جو کہ نفاق پر اڑے ہوئے ہیں ہم ان کو جانتے ہیں اس بات سے صراحتاً ثابت ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **ومـمـن حـولكم من الاعراب منافقون ومـن اهل المدينة مردوا على النفاق (قف) لا تعلمهم نحن نعلمهم .**

ترجمہ:

اور بعض تمہارے گردونواح کے گنوار منافق ہیں اور بعض اہل مدینہ میں بھی اڑ رہے ہیں نفاق پر۔ اے محمد۔ تم ان کو نہیں جانتے ہم جانتے ہیں تو اس آیت میں گویا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول سے فرما رہا ہے کہ تم ان کو نہیں جانتے ہم جانتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ ان کو علم غیب نہیں تھا اس لئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم نہیں جانتے ہم ان کو جانتے ہیں اور تمہارا رسول کے لئے علم غیب کا دعویٰ کرنا بیکار و بے فائدہ ہے۔

عاشق رسول:

یہ آیت سورہ توبہ کی ہے اور اس سے پہلے آیت

ولـو نشـاء لا رينكهم فلعر فتهم بيسما هم و لتعرفنهم لحن القول .

ترجمہ: اگر چاہیں ہم تجھ کو دکھا دیں ان کو پس البتہ پہچان چکا ہے تو ان کو ساتھ چہرے ان کے اور آگے تو پہچان لے گا ان کو بات کے ڈھب سے،

جو سورہ محمد میں نازل ہوئی، چنانچہ تفسیر اتقان بحث ترتیب نزول سورہ میں یہ امر ہے کہ سورہ محمد جس سورہ کو قتال بھی کہتے ہیں۔ پہلے نازل ہوئی اور سورہ توبہ (براۃ) بعد نازل ہوئی اور جب یہ متحقق ہو چکا کہ آیت **لتعرفنهم** پہلے ہے۔ آیت **لا تعلمهم ونحن نعلمهم** سے تو معترض کے استدلال کا بطلان واضح ہو گیا

تفسیر جلالین کے حاشیہ جمل کی جلد ۴ میں ہے۔

وانك يا محمد لتعرض المنافقين فيما يعرضون به من القول من تهجين امرك وامر المسلمين و تقبيحة والا ستهزاء به فكان بعد هذا لا يتكلم منافق عند النبي صلى الله عليه وآله وسلم الاعرفه بقوله و يستدل بفحوى كلامه على فساد باطنه و نفاقه .

ترجمہ: تحقیق اے محمد تم منافقوں کو ان کے کلام سے معلوم کر لیتے ہو جو تمہارے اور مسلمانوں کے معاملات کے توہین اور مذمت اور استہزاء میں کہتے ہیں پس بعد اس کے کوئی منافق نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے کلام نہیں کرتا تھا مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے کلام کو سمجھ لیتے تھے اور دلیل پکڑتے تھے اور دلیل کرتے تھے نبی علیہ السلام کے ساتھ انداز کلام منافق کے اس کے اندرونی فساد اور نفاق پر۔

اس سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔

اے محمد تم منافقین کا اصول باطنی ان کے فحوائے کلام وغیرہ سے پہچان لیتے ہو دیکھئے آیت **لا تعلمهم نحن نعلمهم** کے نازل ہونے کے پیشتر ہی خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم ان کے لحن قول اور متقضائے کلام استہزاء وغیرہ سے حال منافق جانتے ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت

لا تعلمهم کے پہلے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم منافقین تھا اس کے بعد آیت **لا تعلمهم** نازل ہوئی۔

ابھی یہ بات کہ باوجود علم **لا تعلمهم** کے پھر کیوں اللہ تعالیٰ نے ایسا فرمایا تو اس میں تطبیق اس طرح پر ہے کہ پہلے آپ کو علم منافقین ان کے فحوائے کلام ولحن سے قول تھا، کہ آپ ان کے انداز کلام اور طرز مرام سے پہچان لیا کرتے تھے گویا اس طریق سے علم حاصل تھا اور طریق آخر وحی الٰہی سے نہ تھا پس ثبوت علم من وجہ اور عدم اس کا بطریق یہ آخر دونوں کا اجتماع ہو سکتا ہے۔ اسی نظر سے اللہ تعالیٰ نے دونوں باتیں بیان کر دیں کہ اے میرے حبیب آپ منافقوں کو جانتے اور ان کے فحوائے کلام وغیرہ سے پہچانتے ہیں اور پھر نفی علم بالوحی کو آیت **لا تعلمهم نحن نعلمهم** سے بیان کر دیا۔ پس آیت **لا تعلمهم** عدم علم غیب کی دلیل ہرگز نہ ہوئی۔

خلاصہ یہ کہ اول تو اس آیت سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتعلیم الٰہی بھی منافقین کے حال کا علم نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ اے میرے حبیب تم منافقین کے حال کو اپنی فراست اور دانائی سے نہیں جانتے۔

چنانچہ تفسیر بیضاوی میں ہے۔

خفى عليك حالهم مع كمال فطانتك و صدق فراستك .

مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منافقوں کے حال کی برابر خبریں تھیں۔

چنانچہ شرح بخاری جلد ۴، صفحہ ۲۲۱ میں ہے۔

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمعہ کے دن خطبہ پڑھا پھر فرمایا۔

اے فلاں نکل جا تحقیق تو منافق ہے۔ نکل جا اے فلاں تحقیق تو منافق ہے پس ہماری مسجد سے نکل جا۔ پس نکالا مسجد سے چند آدمیوں کو ان کی رسوائی نے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ شرح شفا جلد اول صفحہ ۲۴۱ میں فرماتے ہیں۔

قال ابن عباس رضی اللہ عنہما کان المنافقون من الرجال ثلث مائة و من النساء مائة و سبعين .

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔

مردوں میں سے منافق تین سو تھے اور عورتیں ایک سو ستر تھیں۔

عینی شرح صحیح بخاری میں ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حذیفہ کو احوال منافقین کی خبر دی تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ حال تھا کہ اگر حذیفہ رضی اللہ عنہ کسی کی نماز جنازہ پڑھتے تو آپ اس کی اتباع کرتے۔ اگر وہ نہ پڑھتے تو آپ بھی نہ پڑھتے۔

علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ مرقات شرح مشکوۃ کی جلد ۵ صفحہ ۶۱۸ میں فرماتے ہیں۔

(اولیس فیکم صاحب السر) ای صاحب السر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (الذی لا یعلمہ) ای ذالك السر (غیرہ) ای غیر حذیفة من تلك الاسرار . اسرار المنافقین وانما بھم اسربھا اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل حدیثة ...... الخ

ترجمہ: کیا نہیں ہے تم میں کوئی صاحب راز نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا کہ وہ بھید نہیں جانتا اس کو کوئی سوائے حذیفہ کے بعض ان کے اسراروں میں

سے اسرار ہیں منافقین کے اور انہیں ان کے خفیہ طور پر بتلا دیئے اللہ نے وہ اسرار نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو جیسا کہ حدیث اس پر دال ہے۔

اس سے واضح ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور بعض صحابہ کرام کو علم احوال منافقین تھا۔ پس **تعرفھم** میں معرفت احوال منافقین اور وجہ سے ہے اور **لا تعلمھم** میں نفی دوسری طرح سے بیان کرنا ضروری ہے۔

اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کیا آیت **لا تعلمھم نحن نعلمھم** پہلے نازل ہوئی۔

اور آیت **لتعرفنھم** اس کے بعد نازل ہوئی جیسا کہ بعض تفاسیر سے مفہوم ہوتا ہے تب بھی ہمارے لئے مفید ہے۔ کیوں کہ آپ پہلے ذریعہ حصول علم۔ ما کان وما یکون احوال منافقین صحابہ معلوم کر ہی چکے تھے اور بذریعہ لحن قول وفحوائے کلام بھی جان لیا کرتے تھے پس اس طریق سے حصول علم احوال منافقین تھا۔ آیت **لتعرفنھم** سے اللہ تعالیٰ نے اسی علم احوال منافقین کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیشتر حاصل تھا بیان کر دیا کہ آپ تو فحوائے کلام وطرز لحن سے منافقین کو پہچانتے ہیں۔ پس اس صورت میں بھی ثبوت علم ایک طریقہ سے ہے اور نفی علم بطریق آخر ہے لہٰذا آیت مذکورہ علم غیب کی دلیل کس طرح نہیں ہو سکتی۔ اور ہمارا دلیل دینا بھی ثابت ہے کہ ہم نے عشق رسول کی لاج رکھی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا دعویٰ کے ساتھ دلیل بھی دی ہے۔ جو کہ ثابت ہے۔

گستاخ رسول:۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب نہیں تھا دیکھو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معراج سے واپس آ کر وہاں کے حالات بیان کیے تو کفار نے بیت المقدس کی بابت آپ سے سوالات کرنے شروع کر دیئے کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ آپ

کبھی بیت المقدس نہیں گئے آپ اس بات میں متردد ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کیا تب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کافروں کو اس کا حال بتایا اب اس واقعہ پر بعض جہلا یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر حضور کو پہلے سے معلوم ہوتا تو آپ تردد میں نہ پڑتے اور فوراً بتادیتے لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تردد میں پڑنا آپ کے عدم علم غیب کی دلیل ہے۔

عاشق رسول:

جس شخص میں ذرہ بھر بھی عقلِ سلیم ہے وہ بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ کفار نے جو باتیں بیت المقدس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کی تھیں، وہ ضرور آپ کو معلوم تھیں اس سے اگر کفار ایسے امر کا سوال کرتے جس کے جاننے کا اقرار آپ نے نہ کیا ہوتا تو آپ ہرگز متردد و غمگیں نہ ہوتے بلکہ یہ صاف ارشاد فرمادیتے کہ ہم اس کے جاننے کا دعویٰ نہیں کیا۔ پھر تم ہم سے کیوں دریافت کرتے ہو مگر حسب بیان سائل آپ نے نہ فرمایا بلکہ متردد ہوئے اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے صراحۃً یا اشارۃً ان باتوں کے جاننے کا اقرار فرمایا تھا جو کافروں نے دریافت کیں اور آپ کا فرمان سراسر حق و بجا تھا آپ کو ضرور بیت المقدس کے متعلق ان باتوں کا علم تھا۔ جو کفار نے دریافت کی تھیں۔ پھر ان کا نہ بتانا یا متردد ہونا کسی حکمت پر مبنی یا اس طرف التفات نہ ہونے سے ناشی ہے۔

دوم یہ کہ خود حدیث شریف میں موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت المقدس تشریف لے گئے وہاں آپ نے دو رکعتیں تحیۃ المسجد پڑھیں پھر باہر تشریف لائے۔ پھر جبرائیل علیہ السلام نے ایک برتن شراب طہور کا اور ایک برتن دودھ کا لائے۔ آپ نے دودھ کو پسند فرمایا اس پر جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ آپ نے فطرت کو اختیار فرمایا (مشکوٰۃ المصابیح)

پس اس حدیث سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غیب داں ہونا صراحتاً ثابت ہوتا ہے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیر و تفریح کا دیکھنا اور وہاں ٹھہرنا سواری سے اترنا براق کو باندھنا بیت المقدس میں داخل ہو کر دو رکعتیں ادا فرمانا پھر شراب چھوڑنا دودھ اختیار کرنا صاف بتا رہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہاں کے حالات پر آگاہی تھی پھر اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متردد ہوئے ہوں تو ان کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت اس طرف التفات نہ تھا چنانچہ الفاظ حدیث کے اس پر دلالت کرتے ہیں اور وہ حدیث شریف یہ ہے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"لقد رأيتني في الحجر وقريش تسئلني عن مسراى فسالتني عن اشياء من بيت المقدس لم اثبتها فكربت كربا ۔ (الحدیث مشکوٰۃ المصابیح)

بلکہ ایک روایت میں تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیت المقدس کے اوصاف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دریافت کئے اور آپ نے سب بتا دیئے اس حدیث میں تردد و تفکر کا نام تک نہیں ہے۔

چنانچہ مدارج النبوۃ جلد اوّل میں مرقوم ہے۔

پس آمد ابوبکر صدیق اکبر رضی الله عنه در حضرت رسول خدا علیه الصلوٰة والسلام و گفت یا رسول الله! وصف کن آنرا بمن که من رفته ام آنجا و دیده ام آنرا پس وصف کرد آنرا رسول الله صلی الله علیه و آلهٖ وسلم پس گفت ابوبکر اشهد انك رسول الله ۔ الخ ۔

گستاخِ رسول

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب نہ تھا اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیب داں ہوتے تو خلاف فیصلہ کا آپ کو کیوں خوف ہوتا۔

جیسا کہ صحیح بخاری میں مروی ہے۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے حجرے کے دروازے پر جھگڑنے والوں کو سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باہر تشریف لاکر فرمایا کہ سوائے اس کے نہیں کہ میں آدمی ہوں۔ میرے پاس جھگڑنے والے آتے ہیں۔ شاید بعض تمہارا بعض سے خوش بیان ہو۔ اس کی خوش بیانی سے میں اس کو سچا جانوں اور اس کے حق میں فیصلہ کردوں پس جس کو میں حق مسلمان کا دلاؤں۔ وہ سمجھے کہ جہنم کا ایک ٹکڑا میں دلاتا ہوں تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر غیب داں ہوتے تو خلاف فیصلہ کا آپ کو کیوں خوف ہوتا۔

عاشق رسول

اس کلام سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصود محض تہدید ہے کہ لوگ ایسا ارادہ نہ کریں کہ دوسروں کا مال لینے کے لئے زبان تو تیں خرچ کریں۔

چنانچہ ترمذی شریف کے الفاظ یہ ہیں۔

فان قفيت لاحد منكم بشيء من حق اخيه فانما اقطع له قطعة من النار ۔(ترمذی)

ترجمہ: ”یعنی اگر میں تم میں سے کسی کو دوسرے کی چیز دلادوں تو وہ اس کے لئے آگ کا ٹکڑا ہے“۔

مرادتو یہ ہے کہ تم جو باتیں بناؤ تو اس سے حاصل کیا۔ بغرض محال اگر میں تمہاری تیز بیانی اور شیریں بیانی سن کر تمہیں دوسرے کا حق دلادوں تو بھی فائدہ کیا وہ تمہارے

کام کا نہیں بلکہ تمہارے ہی لئے وہ دوزخ کی آگ کا ٹکڑا ہے تو تم دوسرے کا حق لینے میں کوشش ہی نہ کرو۔ مقصود تو اس حدیث سے یہ تھا مگر معترض نے اس سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عدم علم غیب پر استدال کیا اگر حضور علیہ السلام کسی کا حق کسی دوسرے کا دلادیتے تو بھی کچھ جائے عذر مارتی کہ اب تو کچھ شبہ کا موقع ہے کہ حضرت نے کسی کا حق کسی اور کو دلادیا۔

مگر یہاں شبہ کو کچھ دخل نہیں کہ حضور نے ایک کا حق دوسرے کو کیوں دلادیا۔
بلکہ جو لفظ فرمائے وہ بھی قضیہ شرطیہ جو صدق مقدم کو مقتضی نہیں ایک فرض حال ہے یعنی ایک ناممکن بات کو محض تہدید کی غرض سے فرض کرلیا ہے۔ گر بالغرض ایسا ہو تو بھی کچھ فائدہ ہے دیکھئے۔ ایسا ہی شرطیہ قرآن پاک میں بھی فرمایا ہے۔

قل ان کان للرحمٰن ولد فانا اول المسليمن ۔

ترجمہ: ”اے میرے حبیب لوگوں کو فرمادیجئے: اگر رحمٰن کے لئے ولد ہوتو میں پہلا عبادت کرنے والا ہوں“۔

کیا یہاں پر بھی گستاخ رسول یہ کہہ دیں گے کہ حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے بیٹا ہونے کا بھی خطرہ تھا۔ (معاذ اللہ)

خوب یاد رکھو کہ یہ کلام شرطیہ اور شرطیات مقدم کے صدق و مستلزم نہیں ہوتے بلکہ فرض محال تک بھی ہوتا ہے چنانچہ اس آیت میں ایک محال فرض کیا گیا ہے اور علی ہذا حدیث زیر بحث میں بھی مقدم میں فرض محال ہے یہ ناممکن ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی کا حق کسی دوسرے کو پہنچ جائے اللہ تعالیٰ سب لوگوں کو چشم بصیرت عطا فرمائے ایسا نہ ہو کہ باعث بے ادبی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فضل ربانی سے محروم رہیں۔

گستاخ رسول

آپ کا علم غیب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ثابت کرنا درست نہیں۔ کیونکہ وہ تمام چیزوں کے عالم نہیں ہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ولقد ارسلنا رسلاً من قبلك منهم من قصصنا عليك ومنهم من لم نقصص عليك .

ترجمہ: ''اور ہم نے بھیجے تھے بہت پیغمبر تجھ سے پہلے ان میں سے بعض تو ایسے ہیں جن کے احوال ہم نے تجھ کو سنا دیئے اور بعض ان میں سے ایسے ہیں جن کا قصہ تجھ کو نہیں سنایا''۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر شے کا علم غیب نہیں ہے۔

عاشق رسول

افسوس ہے ان لوگوں کی روش پر کہ وہ کرید کرید کر ایسی باتیں نکالتے ہیں جن سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تنقیص شان ثابت ہو۔

اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت بخشے سنئے آیت زیر بحث کا مطلب یہ ہے۔ کہ ہم نے بواسطہ وحی جلی کے یہ قصہ نہیں بیان کیا۔ بلکہ بواسطہ وحی خفی کے حضور رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مطلع فرمایا ہے۔

چنانچہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقات جلد اول میں فرماتے ہیں۔

عن الامام احمد بن عن ابی امامة عن ابی ذر قلت يا رسول الله! كم وفاء عدة الانبياء .

قال: مائة الف واربعة وعشرون الفا . الرسل من ذالك ثلاث مأة وخمسة عشر .

ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! انبیاء کرام کی صحیح تعداد کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ایک لاکھ چوبیس ہزار ان میں تین سو پندرہ رسول ہیں۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کل انبیاء کی تعداد معلوم تھی۔ ہاں اگر کوئی یہ کہے کہ حدیث سے تو بے شک ثابت ہوا کہ آپ کو کل انبیاء کی تعداد معلوم تھی۔ مگر آیت سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو بعض کی خبر نہ تھی۔ تو حدیث اور آیت میں منافات ہوئی اس لئے ملا علی قاری فرماتے ہیں۔

هذه الاية فى قوله تعالىٰ (ولقد ارسلنا رسلاً من قبلك منهم من قصصنا عليك منهم لم نقصص عليك) لان المنفى وهو التفصيل والثابت هو الاجمال والنفى مقيد بالوحى الجلى والبثوت محقق بالوحى الخفى .

''حدیث مخالف یہ آیت نہیں کیوں کہ نفی تفصیل کی ہے اور ثبوت علم اجمالاً ہے یا نفی وحی جلی کی ہے اور ثبوت وحی خفی سے ہے۔ اب منافات جاتی رہی غرض آیت میں جو نفی آرہی ہے کہ بعض کا قصہ ہم نے نہیں بیان کیا تو یہ معنی کہ یا تو تفصیلاً نہیں بیان کیا یا یہ کہ وحی جلی کیساتھ نہیں بیان کیا۔ مگر وحی خفی سے آپ کو معلوم ہے''۔

تو گویا کہ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام کائنات کا علم اللہ تعالیٰ کی عطا سے تھا اس لئے تو تمام خبریں ارشاد فرما دیتے تھے لیکن جو معترض یا گستاخ رسول ہوتا ہے اس نے تو گستاخیاں ہی کرنی ہیں اور عیب ہی ڈھونڈنے ہیں کیونکہ ان کا قصور

ہی نہیں ہے۔ ان کا بڑا بھائی جب ایسا کر چکا ہے تو انہوں نے بھی اس کی اقتداء کرنی ہے اور لوگوں کو گمراہ کرنا ہے۔

گستاخ رسول

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے علم کی خود نفی کرتے تھے اور تم سنی اس کا اثبات کرتے ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب تھا حالانکہ نہیں تھا جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے خاتمہ کی بھی خبر نہ تھی۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود ہی علم غیب کی نفی کا یوں اقرار کرتے ہیں۔

(واللہ لا ادری وانا رسول اللہ ما یفعل بی ولا بکم)

(صحیح بخاری)

ترجمہ: ''خدا کی قسم مجھ کو معلوم نہیں کے میرے ساتھ کیا معاملہ ہوگا اور تمہارے ساتھ کیا حالانکہ میں رسول اللہ ہوں علاوہ ازیں قرآن پاک میں بھی یہی مضمون ہے''۔

قل ما کنت بدعا من الرسل وما ادری مایفعل بی ولا بکم

(سورہ احقاف رکوع:۱)

ترجمہ: ''کہہ دو! کہ میں کچھ نیا رسول نہیں آیا اور میں نہیں جانتا کہ کیا کیا جائے گا میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ''۔

دیکھو اس حدیث اور آیت سے بالکل واضح ہو رہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب نہیں تھا تو تم نے نئی بدعت نکال دی کہ علم غیب کا اثبات کر دیا لہٰذا تم سب سے پہلے بدعتی ہو۔

عاشق رسول

لعنت اللہ علی الکاذبین

تمہیں یہ الفاظ استعمال کرتے ہوئے شرم نہیں آتی خوف خداوندی نہیں آتا کہ تم اتنا تک کہنے لگے ہو کہ ان کو اپنے خاتمے کی بھی خبر نہیں اب ہمیں پورا علم ہو گیا کہ تم پکے ٹھکے گستاخ رسول ہو۔

آپ نے جو حدیث اور آیت پیش کی ہے اس میں لفظ لا ادری آیا ہے جو درایت سے مشتق ہے اور درایت اٹکل اور قیاس سے کسی بات کے جان لینے کو کہتے ہیں۔ چنانچہ ردالمحتار میں ہے۔

''(والرجع الدرایۃ) باالرفع عطفاعن الاشبہ ای الراجع من جھۃ الدرایۃ ای ادراک التھل باالقیاس علی غیرہ۔

ترجمہ: ''تو اب معنی یہ ہوئے کہ میں اپنے عقل سے نہیں جانتا اور بتعلیم الٰہی جاننے کا انکار آیت وحدیث سے نہیں نکلتا مگر معترض نے اتنا نہیں سمجھا کہ اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے:

وللآخرۃ خیرلک من الاولی ۔ ولسوف یعطیک ربک فترضی ۔

ترجمہ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخرت کی بہتری اور اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی دنیا میں ہی آیت قرآن سے ثابت ہوتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس پر یقین فرما کر یہ فرمانا کہ اگر میری امت کا ایک شخص بھی دوزخ میں ہوگا تو میں راضی نہ ہوگا۔

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ضرور معلوم تھا کہ آپ کیساتھ کیا معاملہ ہوگا۔ علاوہ ازیں آیت زیر بحث منسوخ ہے۔ چنانچہ صلا عبدالرحمٰن بن محمد دمشقی رحمۃ اللہ علیہ رسالہ ناسخ منسوخ میں فرماتے ہیں

قولہ تعالیٰ!

مادری مایفعل بی ولا بکم..........الایة نسخ بقوله تعالیٰ

انا فتحنا لك فتحا مبینا لیغفر لك الله ماتقدم من ذنبك وما

تاخر ....الایة آگے چل کر لکھتے ہیں۔

سورة الفتح وفیهانا سنح ولیس فیها منسوخ فالناسخ قوله

تعالیٰ لیغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وماتاخر......الایة

والمنسوخ قوله تعالیٰ: مادری ما یفعل بی ولابکم ......

الایة منسوخ ہے اور اس کا ناسخ انافتحنا لك فتحًا مبینًا ......الایة ۔

جس میں دنیا میں فتح مبین کا اور آخرت میں غفران کا مژدہ دیا گیا اور یہ بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ان کا پرورگار دنیا اور آخرت میں کیا کرے گا۔

صحیح بخاری ومسلم میں مروی کہ جب آیت اتری

لیغفرلك ماتقدم من ذنبك وما تاخر...... توصحابہ نے عرض کیا؟

هنیئًا لك یا رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم لقد بین الله

ماذایفعل بك ۔

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبارک ہو کہ البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے بیان کردیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے ساتھ کیا کرے گا۔

اللہ تعالیٰ سورہ والضحیٰ میں ارشاد فرماتا ہے:

وللآخرة خیرٌ لك من الاولیٰ

ترجمہ: ''یعنی اور البتہ آخرت تیرے لئے دنیا سے بہتر ہے''۔

سورہ والضحی میں ہے۔

ولسوف یعطیك ربك فترضیٰ

ترجمہ: ''یعنی عنقریب تمہارا پروردگار تمہیں اتنا عطا کرے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے''۔

سورہ تحریم میں ارشاد ہوتا ہے:

یوم لایخزی الله النبی والذین امنوا معه نورهم یسعیٰ بین

ایدیهم وبایمانهم ۔

ترجمہ: ''یعنی جس دن اللہ رسوانہ کرے گا نبی کو اور ان کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے۔ان کا نور دوڑ رہا ہوگا۔ان کے آگے اور ان کے دائیں''۔

اللہ تعالیٰ سورہ بنی اسرائیل رکوع ۸ میں ارشاد فرماتا ہے:

عسی ان یبعثك ربك مقامًا محمودًا ۔

ترجمہ: ''یعنی عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر بھیجے گا جہان اولین وآخرین سب آپ کی حمد کریں گے''۔

صحیح ترمذی میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! جب لوگوں کا حشر ہوگا تو

انا اول الناس خروجااذا بعثوا وانا قائدهم اذا وفدوا وانا

خطیبهم اذا انصتووانا مستشفعهم اذا حُبسوا وانا مبشر هم

اذا لیسئوا الکرامة والمفاتیح یومئذ بیدی ولواء الحمد

یومئذبیدی وانا اکرم ولد آدم علی ربی یطوف علی الف

خادم کانهم بیض مکنون اولؤلؤمنثور ۔

ترجمہ: ''سب سے پہلے میں قبر سے باہر آؤں گا جب وہ اٹھائے جائیں گے اور جب وہ سب روانہ ہوں گے تو میں ان کا قائد ہوں گا اور میں ان کا خطیب ہوں گا جب وہ چپ ہوں گے اور میں ان کا سفارشی ہوں گا جب

وہ رو کے جائیں گے میں ان کو خوشخبری دینے والا ہوں گا جب وہ نہ امید ہوں گے کرامت (عزت دینا) اور چابیاں اس دن میرے ہاتھ میں ہوں گی۔حمد کا جھنڈا اس دن میرے ہاتھ میں ہوگا۔ بارگاہ خداوندی میں میری عزت تمام اولاد آدم علیہ السلام سے زیادہ ہے۔ایک ہزار خدمت گار میرے اردگرد طواف کریں گے گویا وہ گردوغبار سے پاکیزہ انڈے محفوظ رکھے ہوئے یا جگمگاتے موتی ہیں بکھرے ہوئے''۔

گستاخ رسول اگر ذرا عقل سے آیات اور احادیث مذکورہ پر غور کریں تو ان کو صاف معلوم ہو جائے گا کہ حدیث زیر بحث واقعی منسوخ ہے اور ہمارا اعتراض اور شک محض جہالت کی وجہ سے ہے اللہ تعالیٰ حقیقی سمجھ عطا فرمائے۔

اب رہا یہ اعتراض کہ ہمارے ساتھ کیا ہوگا تو سنو اللہ تعالیٰ اس بارے کیا ارشاد فرماتا ہے:

لیدخل المومنین والمومنات جنت تجری من تحتها الانهار ۔ خلدین فیها ویکفر عنهم سیاتهم وکان ذالک عندالله فورا عظیما ۔(سورہ فتح/۵)

ترجمہ: ''یعنی تاکہ اللہ تعالیٰ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو ایسے باغوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور تاکہ ان سے ان کے گناہ مٹادے، اور یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی کامیابی ہے''۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ مومنین کو بہشت میں داخل کرے گا کیا اسے صریح اور کھلے دلائل کے باوجود کوئی شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت یہ کہنے کی جرأت کرسکتا ہے کہ آپ کو اپنے خاتمہ کی بھی خبر نہ تھی۔

چونکہ ان کے ذہن میں گندہ لوتھڑا ابھرا ہوا ہے جس کی بنا پر ہر شخص چاہے رسول ہو یا کوئی بزرگ ہستی ہو ان کو اپنے جیسے لگتی ہے اس لئے ان کے علم اور مرتبے کا انکار کرتے ہیں تاکہ ہمارا مدعا ثابت ہو اور ہم اپنے بڑے بھائی کیساتھ جائیں جہاں وہ کھلم کھلا اڑنگیاں کررہا ہے۔

گستاخ رسول

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب ہوتا تو کسی سے یہ کیوں پوچھتے کہ تم کون ہو۔

جیسا کہ

صحیح بخاری میں ہے

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں اپنے باپ کے قرضہ کے بارے میں گئے۔اور دروازہ کھٹکھٹایا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کون ہے انہوں نے عرض کی میں، آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تو میں بھی ہوں۔گویا یہ کلمہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناپسند ہوا۔اس حدیث سے یہ ثابت ہوگیا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہلے علم ہوتا تو یہ آپ کیوں پوچھتے کہ تم کون ہو؟ لہٰذا علم غیب کی نفی ہورہی ہے۔

عاشق رسول

ان لوگوں کی عقلوں میں بھوسہ بھرا ہوا ہے تھوڑی سی بات کو آگے بڑھا دیتے ہیں سمجھ میں تو آتی نہیں ہے ان کو اِدھر اُدھر کی مارتے ہیں۔غور کرو شاید عقل میں کچھ آجائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''من ذا'' یہ کون ہے فرمانا۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عدم علم غیب کی دلیل نہیں ہوسکتی۔کیونکہ خود اللہ تعالیٰ ابراہیم علیہ السلام سے

کیف تحی الموتی کے جواب میں فرمایا ہے۔

اولم تو من : کیا تم ایمان نہیں لائے۔

تو گستاخ رسول یہاں بھی کہہ دے گا کہ معاذ اللہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہوتا تو یہ کیوں فرماتا: کیا تم ایمان نہیں لائے۔

یاد رہے کہ ہر جگہ سوال کی علت بے علمی نہیں ہوا کرتی، بلکہ اس میں حکمت ہوتی ہے علی ہذا احادیث میں بھی مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے دریافت کرتا ہے۔ میرے بندے کیا کرتے ہیں تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا ہے۔ غرض یہاں تو حضرت کے دریافت فرمانے میں جو حکمت ہے وہ اہل ایمان پر بخوبی روشن ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جواب کی تعلیم فرمانا مقصود تھا کہ جب تم کسی کے مکان پر آؤ اور وہ دریافت کرے کہ تم کون ہو تو میں نہ کہہ دیا کرو بلکہ نام بتلایا کرو اور ایک لفظ "میں" کہہ دینا جس سے تمیز نہ ہو سکے کہ کون صاحب ہیں ناپسندیدہ ہے افسوس ہے کہ گستاخ رسول کو اس میں شبہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ علم نہ تھا کہ دروازہ پر کون ہے۔ حالانکہ ان کے اصحاب کو ان کے آل اطہار کو ان کے اولیا؟ امت کو یہ سب علوم روشن ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس قسم کے گستاخانِ رسول کو چشم بصیرت عطا فرمائے۔ اور دوسرا جواب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقیناً جانتے تھے کہ آنے والا کون ہے اور کیا کہے گا چونکہ حضرت جابر نے یہ کہا تھا کہ میں ہوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کراہیت اختیار کر کے لوگوں کو تعلیم ارشاد فرما دی کہ جب بھی تم کسی کے دروازے پر جاؤ تو میں کا لفظ استعمال نہ کرو بلکہ کہو کہ میں فلاں آیا ہوں یہ لفظ استعمال کرو۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب تھا۔

گستاخ رسول

تم سنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے علم غیب ثابت کر رہے ہو کہ حضور صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب تھا جب کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو علم غیب کی اپنے لئے نفی کر رہے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا: مجھے دیوار کے پیچھے کا علم نہیں ہے یعنی میں خود بخود نہیں جانتا کہ دیوار کے پیچھے کیا ہو رہا ہے تو پھر کس طرح تسلیم کیا جائے کہ آپ کو علم غیب تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود نفی کر رہے ہیں اور تم اس کا اثبات کر رہے ہو لہٰذا تم جھوٹے اور جاہل ہو۔

عاشق رسول

اے گستاخو! تم ہمیں جاہل اور جھوٹا کہتے ہو تم خود جھوٹے ہو تمہارا یہ اعتراض محض جہالت پر مبنی ہے۔

اس کا جواب شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوت میں درج فرماتے ہیں "یعنی اس جگہ اشکال لاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا"۔

"میں بندہ ہوں دیوار کے پیچھے کی بات نہیں جانتا"

اس کا جواب یہ ہے کہ اس بات کی کوئی اصل نہیں ہے اور یہ روایت صحیح نہیں ہے۔

دیکھئے شیخ صاحب اس روایت کی تردید کرتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہی نہیں نہ صرف ضعیف بلکہ موضوع ہے افسوس ہے کہ مخالفین ایسی باتیں کرید کرید کر پیش کرتے ہیں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسر شان ہو۔ نہ معلوم ان لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کس قسم کا اعتقاد ہے کہ ایسی غیر معتبر اور موضوع روایات پیش کر کے عوام الناس کو مغالطہ میں ڈالتے ہیں اللہ تعالیٰ ان بھلے بانسوں کو چشم حق ظاہر فرمائے تاکہ وہ مبتلائے عتاب ہونے سے بچ جائیں۔

گستاخ رسول

جن آیات سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غیب دان کہا جاتا ہے۔ ان آیات کی رو سے ہم بھی غیب داں ہیں چنانچہ بہت سی غیب کی باتیں ہم بھی جانتے ہیں مثلاً امام مہدی کا آنا، نزول مسیح اور دجال کا آنا اور دیگر بہت سے چیزیں جو بہشت اور دوزخ میں ہوں گی ہمیں قرآن مجید اور احادیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے معلوم ہوتی ہیں۔

عاشق رسول

گستاخ نے تو یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب بالواسطہ ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ ہم بھی غیب داں ہو جائیں۔ کیوں کہ بالواسطہ ہمیں بھی بہت سی چیزوں کی خبر ہے پس جب ہم اپنے آپ کو غیب داں نہیں کہلا سکتے ہیں تو بھلا حضرت کو کس طرح غیب داں کہہ سکتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ باالواسطہ غیب دانی سے غیب دان نہیں ہوسکتا۔

"نعوذ باللہ من الحور بعد الکور"۔

افسوس صد افسوس ان عقل کے اندھوں پر اسی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بعض گستاخ بڑا بھائی کہتے ہیں جیسا کہ تقویۃ الایمان میں کیا گیا ہے اور نیز یہ کہ ان میں اور ہم میں بہت تھوڑا سا فرق ہے کہ آپ کو تو اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا اور ہمیں حضور علیہ السلام نے اطلاع دی پس نہ آپ کو علم غیب تھا اور نہ ہمیں علم غیب ہے علیٰ ہذا القیاس نہ اللہ تعالیٰ کو علم غیب (نعوذ باللہ) کیوں کہ اس نے انبیاء اولیاء کو سب کچھ بتلا دیا اور لوح محفوظ پر لکھ دیا۔

میں یہ کہتا ہوں کہ مسلمانو! انصاف سے سوچئے کہ کیا ان باتوں سے ایمان رہتا ہے یا جاتا رہتا ہے کیا ایمان داری اسی کا نام ہے جو امر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

لئے معجزہ ہو اور جس کے باعث اعزاز شان مصطفوی ہو وہ آپ کے نزدیک کچھ نہیں اللہ تعالیٰ عقل کے اندھوں کو نور بصیرت عطا کرے۔

مسلمانو!

علم وہ شے ہے جس کے باعث آدم علیہ السلام کو ملائکہ پر فخر حاصل ہوا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ میں ارشاد فرمایا:

علم الادم الاسماء کلھا ثم عرضھم علی الملائکہ......الخ تفسیر کبیر جلد اول میں ہے کہ یہ آیت فضیلت علم پر دلالت کرتی ہے چنانچہ کمال خلقت آدم کو اس طرح ظاہر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے علم عنایت کیا۔ اگر علم سے بڑھ کر کوئی شے ہوتی تو اظہار فضل میں وہی وجو باپیش ہوتی۔ معلوم ہوا کہ علم ایک بڑی نعمت ہے کہ آدم علیہ السلام کو ملائکہ کا مسجود بنایا گیا اور فرشتوں نے سبب قصور علم کے کیا۔

"**سبحنك لا علم لنا الاما علمتنا**"

یعنی پاک ہے تو، نہیں علم ہم کو مگر جتنا تو نے سکھایا۔

تفسیر خازن میں زیر آیت۔

الامن ارتضی من رسول کے مرقوم ہے۔

مگر جس کو رسالت و نبوت کے لئے برگزیدہ کرتا ہے پس ظاہر کرتا ہے اوپر اس کے اس چیز سے کہ چاہتا ہے اسے یہاں تک کہ اس کی نبوت کے دلیل ہو جائے ساتھ اس کے جو غیب سے باخبر کرتا ہے پس یہ غیب دانی اس رسول کے واسطے معجزہ اور نشانی ہوتی ہے نبوت پر۔

معلوم ہوا کہ یہ غیب دانی باعلام الٰہی انبیاء کے لئے معجزہ اور علامت و نشانی نبوت ہے اب غور کرنے کا مقام ہے کہ جو شے باعث افتخار نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام اور معجزہ و نشانی نبوۃ کی ہو اس کے متعلق یہ کہا جائے کہ ہم بھی بہت سی چیزیں جانتے ہیں

اللہ تعالیٰ ان عقل کے مدعیوں کو رشد وہدایت بخشے تا کہ وہ آخرت میں عتاب الٰہی سے بچ جائیں۔

علاوہ ازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہشت اور دوزخ اور ان کے عذاب وثواب اور ملائکہ اور ان کی شکل وشباہت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا جواب تک عوام کیا خواص کے نزدیک بھی غیب ہے گویا ہزاروں قسم کی غیب کی باتیں آپ کو معلوم تھیں جن میں سے بعض کو تو آپ نے عوام الناس کو بتلا دیا بعض صرف خواص ہی کو بتائیں اور بعض کو کسی پر ظاہر نہیں فرمایا۔ غرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری نسبت غیب داں ہیں اور اللہ تعالیٰ علام الغیوب۔

گستاخ رسول

شیطان تمام فرشتوں کا سردار تھا اور اس کا علم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے کیونکہ شیطان کا علم منصوص ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ اس کا علم زیادہ ہے۔

عاشق رسول

استغفر اللہ!

شیطان مردود کی وسعت علم کو نصوص قطعیہ سے ثابت جاننا اور عالم علوم الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وسعت علم کو شیطان کے علم سے کم کہنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صراحتاً توہین ہے جو موجب کفر ہے کیوں احادیث صحیحہ سے ثابت ہوا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مخلوق سے زیادہ عالم ہیں۔

سنیئے

صحیح مسلم میں عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

فاخبر نابما کان وبما ھو کائن

ترجمہ: ''یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو اس چیز کی خبر دی جو ہو چکی اور جو ہونے والی ہے''۔

مواہب لدنیہ میں مرقوم ہے۔

اخرج الطبرانی عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اللہ قدرفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ماھو کائن الی یوم القیامۃ کانما انظر الی کفی ھذہٖ ۔

(خصائص کبریٰ سیوطی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

''بے شک اللہ تعالیٰ نے دنیا کو میرے سامنے کیا پس میں اس کو اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے مثل اپنے کف دست کے دیکھ رہا ہوں''۔

تفسیر نیشاپوری میں زیر آیت فاوحی الی عبدہ کے لکھا ہے

والظاھر انھا اسرار وحقائق ومعارف ہیں جن کو سوائے اللہ اور اس کے رسول کے کوئی نہیں جانتا۔

تفسیر مدارک وخازن وغیرہ میں ہے

وعلمك من خفیات الامور واطلعك علی ضمائر القلوب ۔

ترجمہ: ''اے محبوب تم کو امور خفیہ سکھا دیئے اور دلوں کے بھید سے آگاہ کر دیا''۔

غرض علمائے محققین وموفقین نے شہادت قرآن پاک وحدیث سے تصریح کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم ماکان ومایکون حاصل ہے۔ جیسا کہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے شفا میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ سے اس کی شرح میں اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوۃ میں تصریح کی ہے جو کہ پچھلے صفحات میں ذکر کیا ہے۔

الحاصل گستاخانِ رسول باوجود اتنے دلائل کے پھر بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شیطان مردود سے علم میں کمتر سمجھے تو وہ بلاشبہ سخت غلطی کا مرتکب ہے اب اس شخص کے بارے میں کیا گمان کیا جائے گا کہ یہ مسلمان ہے یا کافر ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت نصیب فرمائے تاکہ قیامت کی ہولناکیوں سے بچ جائیں

گستاخ رسول

ہم ثابت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب نہیں تھا جیسا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو فرمائے گا کہ کیا تمہاری امتوں نے تبلیغ اسلام پر کیا جواب دیا وہ کہیں گے ہمیں علم نہیں تو ہی علام الغیوب ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم قالوا لاعلم لنا ۔ انک انت علام الغیوب

(مائدہ رکوع ۱۴)

ترجمہ: ”یعنی جس دن جمع کرے گا اللہ تعالیٰ رسولوں کو پھر فرمائے گا کہ تم کیا جواب دیئے گئے۔ یعنی تمہاری امتوں نے تبلیغ اسلام پر کیا جواب دیا۔ وہ کہیں گے ہمیں علم نہیں تو ہی علام الغیوب ہے“۔

عاشق رسول

ایسے اعتراض عموماً جہالت سے لیے جاتے ہیں کیوں کہ صرف آیت ہی سے اتنا تو ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اس چیز کا علم ضروری ہے جس کی نسبت وہ لاعلم لنا فرمادیں گے۔

کیوں کہ سوال یہ ہے کہ تمہارے امتیوں نے تمہیں تبلیغ کے بعد کیا جواب دیا تو انبیاء علیہم السلام کو وہی فرمایا اور جواب دینا چاہیے جو ان کو ان کی امت نے دیا تھا۔

بجائے اس کے یہ کہہ دنیا کہ ہم نہیں جانتے تو خود علام الغیوب ہے صاف اس بات کی دلیل ہے کہ وہ بمقامہ علم حق تعالیٰ کے اپنے علم کی نفی کر رہے ہیں اور یہی مقتضائے ادب بھی ہے اور حقیقت میں تمام مخلوقات کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں ہیچ اور لاشے ہے۔ (تفسیر خازن جلد اول وتفسیر کبیر)

ایک نکتہ اور سنیئے

انبیاء علیہم السلام کا یہ فرمانا کہ ہمیں علم نہیں ان کے عدم علم کی دلیل نہیں ہے بلکہ یہ ان کا مقتضائے ادب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے وہ اپنے علم کو کچھ شمار نہیں کرتے جیسے لائق شاگرد اپنے جلیل القدر استادوں کے سامنے کہا کرتا ہے۔

دوسرا نکتہ

دیکھو! اگر انہوں نے یہ اعتراض کیا کہ رسول کو اس آیت میں جب کہا گیا امت کے احوال کے بارے میں تو انہوں نے لاعلم لنا جواب دیا تو گستاخ رسول کو چاہئے تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ پر اعتراض کر دیتے کہ پھر اللہ تعالیٰ کو بھی (نعوذ باللہ) علم غیب نہیں۔ رسولوں کو کیوں فرما رہا ہے کہ تم جواب دو یا پھر امت سے اللہ تعالیٰ فرماتا کہ تم نے رسول کے تبلیغ پر جواب دیا تھا۔ لیکن سوال یہ اٹھتا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ پر بھی اعتراض نہیں کیا امت پر اعتراض نہیں کیا رسولوں پر اعتراض کر دیا۔ گویا کہ اس سے معلوم ہوا کہ ان کا مرض ان کے اندر یہ ہے کہ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ رسالت کا کام ہمیں کیوں نہیں دیا گیا۔ اپنے رسولوں کا مرتبہ اتنا کیوں بڑھاتے ہیں۔ ان سے اتنی محبت کیوں کرتے ہیں ان کی سنت پر عمل کرنا چھوڑ دیں۔

تیسرا نکتہ

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب رسولوں کی میٹھی گفتگو سننا چاہتا تھا جیسا کہ باوقت تبلیغ سنا کرتا تھا۔

اسی محبت کو باقی رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسولوں سے کہلوایا۔
تو اس سے گستاخ رسول اعتراض نہیں کر سکتے کہ رسولوں کو علم غیب نہیں تھا۔

گستاخ رسول

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب نہیں ہے کیونکہ اگر علم غیب ہوتا تو جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سفر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تھیں تو ان کا ہار گم ہو گیا۔ آپ وہاں ٹھہر گئے۔ صحابہ کرام نے ہار ڈھونڈا اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب ہوتا تو آپ نے انہیں کیوں نہ بتایا کہ فلاں مقام پر ہار ہے جا کر اٹھا لو۔

عاشق رسول

گستاخو! تم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے جیسا سمجھ کر اپنا ایمان بھی دے بیٹھے ہو۔ تمہارے دلائلوں کا دارومدار باطل اور غلط قیاسوں پر رہ گیا ہے۔
سنئے اس سوال کا دارومدار صرف اس بات پر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیوں نہ بتایا صحیح وبخاری مسلم میں ہے۔

فبعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رجل فوجد ھا ۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

یحتمل ان یکون فاعل وجدھا النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود اس کے واجد ہیں۔
یعنی ہار خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پایا۔ نہ بتانے کے کیا معنی فرض کیجئے کہ نہ بتایا تو نہ بتانا کسی عالم کا نہ جاننے کو کب مستلزم ہے کہ کہاں کی منطق ہے اگر یہی

قیاس ہے تو خدا خیر کرے کہیں آپ علم الٰہی کا اسی پر قیاس سے انکار نہ کر بیٹھیں کہ کفار نے وقت قیام قیامت کو کئی بار دریافت کیا اور ایان یوم القیامۃ کہا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو نہ بتایا۔ (معاذ اللہ) نہ بتانا کسی حکمت سے ہوتا ہے۔ نہ یہ کہ اس کے لئے عدم علم ضروری ہو۔ اس نہ بتانے میں جو حکمتیں ہیں وہ آپ کو تو کیا نظر آئیں گے۔ آنکھ والوں سے پوچھئے

گرھوائے ایں سفر داری دلا
دامن رھبر بگیرو پس بیا

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد اول میں اس کی حکمت یوں لکھتے ہیں۔

واستدل بذالك علی جواز الاقامة فی المکان الذی لاماء فیھا ۔

یعنی اس اقامت سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ جس جگہ پانی نہ ہو وہاں ٹھہرنے کا جواز معلوم ہوا اگر حضور فوراً بتا دیتے تو یہ مسائل کیونکر معلوم ہو سکتے تھے۔ مع ہذا یہ بھی معلوم ہوا کہ امام گو سفر میں ہو مگر اس کو مسلمانوں کے حفظ حقوق کا لحاظ کرنا چاہیے۔
(فتح الباری)

یہ کیا مزے کی بات معلوم ہوئی کہ اس اقامت کی وجہ سے جب پانی نہ ملا اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کو نماز کی فکر ہوئی کہ کہاں سے اور کس جگہ وضو کیا جائے گا تو وہ بے چین ہوئے۔ لاحوالہ ان کو سوال کرنا پڑا۔ چنانچہ انہوں نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے استفسار کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسے ضروری سوال کے لئے بھی بیدار کرنے کی کسی کی حسرت نہ ہوئی اور کسی نے گوارہ نہ کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیدار کرنے کا کسی کو حق حاصل نہیں ہے۔

انما شکوا الی ابی بکر لکون انبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نائما و کانوا لا یوقظونہ ۔(فتح الباری)

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس فکر میں نماز کس طرح پڑھیں گے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی کمر میں انگلیاں ماریں یہ ضرب ایسی ہے کہ انسان بے اختیار اچھل پڑتا ہے چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے زانوں پر آرام فرما تھے۔ مگر اس وجہ سے انہیں جنبش نہ ہونے پائی۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ادب اس درجہ ہونا چاہے کہ ایسی طبعی حرکات بھی نہ ہونے پائیں جن سے خواب ناز میں فرق آنے کا اندیشہ ہو۔

ابن ابی مالکیہ کی روایت میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

اے صدیقہ! تمہارے ہار کی کیسی عظیم الشان برکت ہے قیامت تک کے مسلمان ان کے صدقے میں سفر اور بیماری اور مجبوری کی حالتوں میں تیمّم سے طہارت حاصل کرتے رہیں گے۔ حضرت صدیقہ تم یقیناً بے شک بڑی برکت والی ہو۔ ایمان والوں کو تو نظر آتا ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہار کی وجہ سے لشکر اسلام کو اقامت کرنی پڑی اور جب نہ ملا تو ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے تیمّم کو جائز فرمایا اور مٹی کو پاک کر دیا لیکن جہاں حق وانصاف سے چشم پوشی روا رکھی گئی ہو اور ضد وتعصب پر عمل ہو وہاں اس کے سوا کچھ نظر نہیں آتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم نہ تھا۔

علم غیب رسول کا خلاصہ

اللہ تعالیٰ کے نزدیک علم غیب کہتے ہیں۔

ماغاب عن الحواس

کو جو چیز حواس سے غیب غیب ہو، اور جو بات بذریعہ الہام وحی و باطن کشفی طور سے معلوم ہو جائے اس کو علم غیب بالعرض کہتے ہیں۔ گویا اس غیب کو بالواسطہ او

ربالعرض کہا جاتا ہے اور خدا کے علم غیب کو ذاتی۔

سوال

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خدا کو عالم الغیب کہنے کا کیا مطلب ہے کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ پہلے تمام عالم خدا سے غائب تھا۔ پھر اس کو علم ہو گیا۔ اور وہ عالم الغیب بن گیا۔ نہیں یہ معنی غلط ہیں کیوں کہ کل عالم ظاہری و باطنی موجود وغیر موجود کا پہلے ہی سے معلوم ہیں۔ کوئی بات اس کے آگے چھپی اور پوشیدہ نہیں تو خواہ مخواہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ عالم الغیب کس طرح ہوا۔ جب کہ کوئی شے اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔ پھر اس کو کس غیب کا علم ہوا۔ اس بنا پر یا تو یہ کہو کہ خدا کو عالم الغیب کہنا گناہ ہے کیوں کہ کوئی چیز اس سے غیب نہیں یا یہ کہو کہ خدا کی طرح انبیاء وانبیاء بھی عالم الغیب ہیں تو اس سے مساوات لازم آتی ہے جو شرک ہے یا کہو کہ خدا کا علم ذاتی بلا واسطہ اور مستقل ہے۔

جواب:

اللہ تعالیٰ کا علم واقعی ذاتی بلا واسطہ اور مستقل ہے گویا علم غیب اللہ تعالیٰ غیر محدود اور لامعدود ہے، اور انبیاء واولیاء کا علم محدود اور معدود ہے لیکن غیر محدود کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ ایک شخص دانا عاقل وعالم کے فکر وعقل سے جو چیز خارج ہو وہ غیر محدود ہے۔ بلکہ خطاب یہ ہے کہ اس کے علم کی انتہاء نہیں اور اس کے علم پر صرف بس یا حد یا تم آ نہیں سکتا۔

اس کی مثال یوں سمجھو کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت یہ کہا جائے کہ آپ تمام ماکان وما یکون کے عالم ہیں، روز ازل سے ابد تک جو کچھ ہوا اور ہو رہا ہے اور ہوگا۔ یہ سب آپ کو معلوم ہے تو یہ غلط اور ناجائز نہیں ہے کیوں کہ علم محدود معدود ہو گیا، یا کسی ولی کو سمندر کے قطرات کی تعداد معلوم ہے یا کسی ولی کو تمام روئے

کی ریت کے دانوں کی تعداد کا علم ہے یا کسی ولی کو آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد کا علم ہے،

یہ الفاظ خاصان حق کی نسبت کہنے شرک نہیں ہیں بلکہ ان کو شرک کہنے والا صحیح بخاری کی روایت کے مطابق خود مشرک وکافر ہے۔

ہاں اگر کوئی یوں کہے کہ فلاں ولی کو خدا کی طرح علم ہے، یا خدا کے برابر علم ہے یا ذاتی علم ہے تو بے شک وہ شخص بالاتفاق مشرک وکافر ہے اور یہ کسی جاہل سے جاہل کا بھی عقیدہ نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مومن کو یقین کرنا واجب ہے کہ خدا عالم الغیب بالذات اور بالاستقلال ہے اور اس کے انبیاء و اولیا عالم الغیب بالواسطہ غیر مستقل ہیں۔ اور خدا کا علم غیر منتہی اور غیر محدود ہے اور نبیوں اور ولیوں کا علم محدود اور قلیل ہے۔ اب محدود اور قلیل کے یہ معنی نہیں، کہ ہر ایک انسان اپنے قیاس کر کے کہے کہ مجھے اپنے اندر کی خبر نہیں تو انبیاء واولیاء بھی اس طرح ہیں۔

غرض اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو بہت دور کے حالات دکھاتا ہے۔ یہاں تک کہ نبی اپنی امت کے سب حالات حیات اور بعد ممات کے یکساں جانتا ہے۔

علی ہذا پیرا کامل اپنے مریدوں کے۔

افسوس ہے ان کی عقل و دانش پر، جب کہ معنی علم غیب ماغاب عن الحواس کے ہیں، تو اب جو بات بلا اسباب اور بلا واسطہ حواس خمسہ معلوم ہو جائے اس کو بہر حال غیب کہا جائے گا۔

دیکھئے! اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ما هو على الغيب بضنين ، (سورہ تکویر رکوع ۱)

اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیب کی خبریں دینے میں بخیل نہیں۔

مشکوۃ شریف میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

انی اری مالا ترون واسمع مالا تسمعون وانی اعلم اخر اصل الجنة دخولا او آخر اهل النار خروجا .

میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے اور میں جانتا ہوں (جنت ودوزخ والوں کو)۔

آخر تک جو جنت میں داخل ہوگا یا دوزخ سے نکالا جائے گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوت وسماعت اور بصارت عوام الناس سے لاکھوں درجہ بڑھ کر ہے۔ کیا اب بھی کوئی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غیب داں سمجھنے سے انکار یا شک وشبہ کرسکتا ہے یا اپنی مثل سمجھ سکتا اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت بخشے۔

مسلمانو!

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان تو ایسی بے مثل ومثال اور بے نظیر ہے کہ کوئی اس کا کیا مقابلہ کرسکتا ہے۔ لہٰذا تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب ہے۔ جو نہ مانے اس نے خطا کی اور قیامت میں ہولناک مناظر دیکھے گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اختلاف والوں کو سمجھ اور بے عقلوں کو عقل عطا فرمائے تاکہ وہ اس سے روشنائی حاصل کر کے دین ودنیا میں کامیاب ہو جائیں۔

عرض مؤلف

الحمدللہ رب العالمین!

میں نے جلد ثانی کو مکمل کیا جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کو ثابت کیا گیا ہے اور حوالہ جات بھی دیئے تاکہ گستاخ رسول ان سے استفادہ حاصل کریں اور اعتراض وجوابات بھی دیئے جو کہ گستاخانِ رسول نے کئے ہیں اور میں اللہ تعالیٰ سے عرض گزار ہوں کہ مجھ ناچیز سے دین کا کام لے اور میرے والدین کریمین جن کی شفقتوں نے مجھے یہ مرتبہ عطا کیا ہے اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

میرے استاد صاحبان پیرومرشد اور تمام مسلمانوں کو مرتے وقت کلمہ طیبہ نصیب فرمائے اور قبر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت عظمیٰ نصیب فرمائے اور قیامت کے دن بے حساب جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

(آمین ثم آمین)

پہلی اور دوسری جلد لکھی اب انشاء اللہ تیسری بھی آنے والی ہے۔اس دربار رسالت میں جہاں صدیقین ومقربین اپنے صدق وتقریب کی بضاعت ثمینہ بطور پیشکش لئے کھڑے ہیں جہاں اقطاب وابدال اپنے عرفان ویقین کا متاع گرانمایہ بطریق نذرانہ لائے ہیں جہاں شہداء وصالحین اپنی صلاح وسعادت کا سرمایہ فراواں نثار کررہے ہیں جہاں زھاد عباد اپنے تقویٰ وطاعت کی دولت بے پایاں لٹارہے ہیں

اور وہ سرکار نبوت جہاں روئے زمین کے آئمہ علوم کا علم وفضل چاک ضراعت پر جھک رہا ہے جہاں ربع مسکوں کے شعراء وادباء کی بلاغت وزبان آوری آستانہ ادب کو چوم رہی ہے جہاں ہفت اقلیم کے سلاطین کی سطوت وجبروت صفت لغال میں لوٹتی ہے اور ایک فقیر بے مایہ اور گدائے تہی دست کون سا ہدیہ درخور حضرت پیش کرسکتا ہے سوائے اس کے چند اوراق کو عجز ونیاز کے رشتے میں منسلک کرکے اور خجلت وندامت کے غلاف میں رکھ کر نذر گزارنے کی جرأت کرے اور یوں عرض پیدا ہو۔

یارسول اللہ ﷺ کرم ہو مجھ گناہ گار پر بھی
دیکھا دے مدینہ مجھ گناہ گار کو بھی
آخر کب تک پھرتا رہوں گا اداس گار بھی
اب تو رحم کیجئے خدارا بھی

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ میرے ان چند کلمات جو میں نے اس کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں لکھے ہیں قبول فرمائے اور مجھے میٹھا میٹھا پیارا پیارا مدینہ دکھائے اور سب کو بار بار حج کی سعادت نصیب فرمائے۔

آمین ثم آمین

مولانا عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد عطاری قادری
شاہ جمال آستانہ عالیہ چشتیہ جھلار شریف

1 شعبان المعظم 1431ھ 14 جولائی 2010، بدھ
فجر کی جماعت سے پہلے 4:45 پر
تاریخ چاند کی ذی قعدہ (24)
انگریزی کی 02.11.2010
اس کتاب کو بروز سوموار فجر کی نماز کے بعد مکمل کیا ہے